مناقب
صحابہ کرام
THE ISLAMIC ACADEMY OF MANCHESTER
19 Chorlton Terrace, off Upper Brook Street, Manchester 13

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

(پ التوبہ ع ۱۲)

مناقب صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین

عظمتِ صحابہ کرامؓ کے سلسلے میں مختلف مضامین کا مجموعہ

مرتبہ

حافظ محمد اقبال صاحب رنگونی

مدیر ماہنامہ "الہلال" مانچسٹر

ادارہ "الہلال" مانچسٹر

اسلامک اکیڈیمی آف مانچسٹر

ISLAMIC ACADEMY OF MANCHESTER
19 CHORLTON TERRACE
BRUNSWICK, OFF: UPPER BROOK STR.
MANCHESTER M13 9TD

نام کتاب ——— مناقب صحابہ کرام رض
مرتبہ ——— حافظ محمد اقبال رنگونی
مطبوعہ ——— فیاض مستنیر پریس، لاہور
ناشر ——— ادارہ "الہلال" اسلامک اکیڈمی مانچسٹر
بار اوّل ——— ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ
تعداد ——— ایک ہزار ایک سو (۱۱۰۰)

THE ISLAMIC ACADEMY OF MANCHESTER
19 Chorlton Terrace, off Upper Brook Street, Manchester-13
Telephone: 061-273 1145

پاکستان میں ملنے کا پتہ

حافظ نور محمد انور۔ مکتبہ الفاروق سلطان پورہ، لاہور

فہرست عناوین

سلام بحضور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

إِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ع پ سورۃ الانعام آیت ۵۴

(ترجمہ) جب تیرے پاس وہ آئیں جو ایمان لائے ہیں ہماری باتوں پر، تو ان پر سلام کہہ دے۔

از شاعرِ اہلسنت جناب خان محمد صاحب کمتر، پپلاں ضلع میانوالی

سیدِ کونین تیرے جاں نثاروں کو سلام
یعنی گردونِ نبوت کے ستاروں کو سلام

انبیاءؑ کے بعد شہرہ ہے انہیں کے نام کا
جن کی ہمت سے پھلا پھولا چمن اسلام کا

اُن جیالے غازیوں کو شہسواروں کو سلام

جن کی ہیبت سے لرزتے کفر کے ایوان تھے
جن سے لرزاں شام و روم و فارس و ایران تھے

اُن خلافتِ راشدہ کے تاجداروں کو سلام

جن کا حملہ دشمنوں کو موت کا پیغام تھا
اس زمیں پر کفر جن سے لرزہ براندام تھا

حق کی خوشنودی کے مخلص خواستگاروں کو سلام

جب کہیں باطل سے ٹکراتے تھے حق کے پاسبان
حق پرستوں کے تماشے دیکھتا تھا آسمان

اُن کی تیغوں کی چمکتی تیز دھاروں کو سلام

ان کی کوشش سے ہمیں قرآن کی دولت ملی
ان کی ہمت سے رسول اللہ کی سنت ملی

اُن رسولِ ہاشمی کے رازداروں کو سلام

ان میں صدیقؓ و عمرؓ کی امتیازی شان ہے
سو گئے اس گھر میں جس پر خلد بھی قربان ہے

گنبدِ خضریٰ کی رونق کو بہاروں کو سلام

ہر قدم اُن کا خدا کے حکم کی تعمیل تھی
اُن کے ہر قول و عمل میں دین کی تکمیل تھی

دعوتِ دینِ الٰہ کے شاہکاروں کو سلام

دین کی خاطر کی نہ کمتر فکر مال و جان کی
ان صحابہؓ کی محبت جذبہ ہے ایمان کی

رحمۃ للعالمین کے پاسداروں کو سلام

خوش قسمت جماعت

حضرۃ العلامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام محض چند اصول ونظریات اور علوم و افکار کا مجموعہ نہیں بلکہ وہ اپنے جلو میں ایک نظام عمل لے کر چلتا ہے۔ وہ جہاں زندگی کے ہر شعبے میں اصول وقواعد پیش کرتا ہے وہاں ایک ایک جزئیہ کی عملی تشکیل بھی کرتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کی علمی وعملی دونوں پہلوؤں سے حفاظت کی جائے اور قیامت تک ایک ایسی جماعت کا سلسلہ قائم رہے جو شریعت مطہرہ کے علم وعمل کی حامل اور امین ہو، سو حق تعالیٰ نے دین محمدی کی دونوں طرح حفاظت فرمائی، علمی بھی اور عملی بھی۔

حفاظت کے ذرائع میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت سرفہرست ہے۔ ان حضرات نے براہ راست صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو سمجھا، دین پر عمل کیا، اور اپنے بعد آنے والی نسل تک دین کو من وعن پہنچایا۔ انہوں نے آپ کے زیر تربیت رہ کر اخلاق واعمال کو ٹھیک ٹھیک منشائے خداوندی کے مطابق درست کیا۔ سیرت وکردار کی پاکیزگی حاصل کی، تمام باطل نظریات سے کنارہ کش ہو کر عقائد حقہ اختیار کئے۔ رضائے الٰہی کے لئے اپنا سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔ ان کے کسی طرز عمل میں ذرا خامی نظر آئی تو فوراً حق جل مجدہ نے اس کی اصلاح فرمائی۔ الغرض حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت اس پوری کائنات میں وہ خوش قسمت جماعت ہے جن کی تعلیم وتربیت اور تصفیہ وتزکیہ کے لئے سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم ومزکی اور

استاد و اتالیق مقرر کیا گیا۔ اس انعام خداوندی پر وہ جتنا شکر کریں کم ہے، جتنا فخر کریں بجا ہے۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم
آیتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین

— بخدا بہت بڑا احسان فرمایا اللہ نے مومنین پر کہ بھیجا ان میں ایک عظیم الشان رسول ان ہی میں سے، وہ پڑھتا ہے ان کے سامنے اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور گہری دانائی۔ بلاشبہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔ (دیکھ آل عمران آیت ۱۶۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی و عملی میراث اور آسمانی امانت چونکہ ان حضرات کے سپرد کی جا رہی تھی اس لئے ضروری تھا کہ یہ حضرات آئندہ نسلوں کے لئے قابل اعتماد ہوں۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں جا بجا ان کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے۔ چنانچہ:

۱- وحی خداوندی نے ان کی تعدیل فرمائی، ان کا تذکیہ کیا، ان کے اخلاق و للہیت کی شہادت دی اور انہیں یہ رتبہ بلند ملا کہ ان کو رسالت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ والسلام) کے عادل گواہوں کی حیثیت سے ساری دنیا کے سامنے پیش کیا۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم، تراھم
رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیماھم فی وجوھھم من
اثر السجود، (پ ۲۶ الفتح ع ۱۲)

(ترجمہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور جو ایماندار آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں شفیق ہیں۔ تم ان کو دیکھو گے رکوع سجدے میں، وہ چاہتے ہیں، صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی۔ ان کی علامت ہے، ان کے چہروں پر سجدے کا نشان۔

گویا یہاں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) ایک دعویٰ

ہے اور اس کے ثبوت میں حضرات صحابہ کرام کی بہترہ ذکر دار کو پیش کیا گیا ہے کہ جسے آنحضرت کی صداقت میں شک و شبہ ہو، اسے آپ کے ساتھیوں کی پاکیزہ زندگی کا ایک نظر مطالعہ کرنے کے بعد خود اپنے ضمیر سے یہ فیصلہ لینا چاہیئے کہ جس کے رفقاء اتنے بلند سیرت اور پاکباز ہوں ـــــــ وہ خود صدق و راستی کے کتنے اونچے مقام پر فائز ہوں گے ؏

"کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا"

۲- حضرات صحابہؓ کے ایمان کو معیارِ حق قرار دیتے ہوئے نہ صرف لوگوں کو اس کا نمونہ پیش کرنے کی دعوت دی گئی، بلکہ ان حضرات کے بارے میں لب کشائی کرنے والوں پر نفاق و سفاہت کی دائمی مہر ثبت کر دی گئی۔ یہ موقوفی یا جاتت

واذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس، قالوا انؤمن کما اٰمن السفھاء الا انھم ھم السفھاء ولٰکن لا یعلمون (البقرہ ع ۲)

اور جب ان (منافقوں) سے کہا جائے "تم بھی ایسا ہی ایمان لاؤ جیسا دوسرے لوگ صحابہؓ کرام لائے ہیں"۔ تو جواب میں کہتے ہیں "کیا ہم ان بے وقوفوں جیسا ایمان لائیں؟" سن رکھو، یہ خود ہی بے وقوف ہیں۔

۳- صحابہ کرامؓ کو بار بار "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" (اللہ ان سے راضی ہوا، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) کی بشارت دی گئی۔ اور امت کے سامنے اسے اتنی شدت و کثرت سے دہرایا گیا کہ صحابہ کرامؓ کا یہ لقب امت کا تکیہ کلام بن گیا۔ کسی نبی کا اسم گرامی آپ "علیہ السلام" کے بغیر نہیں لے سکتے اور کسی صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام نامی رضی اللہ عنہ کے بغیر مسلمان کی زبان پر جاری نہیں ہو سکتا۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ظاہر کو دیکھ کر راضی نہیں ہوا، نہ صرف ان کے موجودہ کارناموں کو دیکھ کر ان سے رضامندی کا اظہار کر دیا، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہر و باطن اور حال و مستقبل کو دیکھ کر ان سے راضی ہوا ہے، یہ گویا اس بات کی ضمانت ہے کہ آخر دم تک ان سے رضائے الٰہی کے خلاف کچھ صادر نہیں ہو گا۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جس سے خدا راضی ہو جائے خدا کے بندوں کو بھی اس سے راضی ہو جانا چاہیئے۔ کسی اور کے بارے میں تو ظن و تخمین ہی سے کہا جا سکتا ہے کہ خدا اس سے راضی ہے یا نہیں۔ مگر صحابہ کرام رضؓ کے بارے میں تو قطعی موجود ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی ان سے راضی نہیں ہوتا یا ان کو بہر صورت "غلط کار" ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو گویا اسے اللہ تعالیٰ سے اختلاف ہے۔

اور پھر صرف اتنی بات کو کافی نہیں سمجھا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا بلکہ اسی کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ ان حضرات کی عزت افزائی کی انتہا ہے۔

۴۔ حضرات صحابہ کرام رضؓ کے مسلک کو، معیاری راستہ قرار دیتے ہوئے اس کی مخالفت کو براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے ہم معنی قرار دیا گیا اور ان کی مخالفت کرنے والوں کو وعید سنائی گئی۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی و نصلہ جھنم وساءت مصیراً (پ۵ النساء آیت ۱۱۵)

(ترجمہ) اور جو شخص مخالفت کرے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی، جبکہ اس کے سامنے ہدایت کھل چکی اور چلے مومنوں کی راہ چھوڑ کر، ہم اسے پھیر دیں گے جس طرف پھرتا ہے اور اسے داخل کریں گے جہنم میں اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے لوٹنے کی۔

آیت میں "المومنین" کا اوّلین مصداق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس جماعت ہے، رضی اللہ عنہم۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اتباع نبوی کی صحیح شکل صحابہ کرام رضؓ کی سیرت کو اسلام کے اعلیٰ معیار پہ تسلیم کیا جائے۔

۵۔ اور سب سے آخری بات یہ کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ عاطفت

میں آخرت کی ہر عزت سے سرفراز کرنے اور ہر ذلت و رسوائی سے محفوظ رکھنے کا اعلان فرمایا گیا۔

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم (پ۲۸ التحریم آیت ۸)

(ترجمہ) جس دن رسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مومن ہوئے آپ کے ساتھ ان کا نور دوڑتا ہوگا، ان کے آگے اور ان کے داہنے۔

اس قسم کی بیسیوں نہیں سینکڑوں آیات ہیں صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب مختلف عنوانات سے بیان فرمائے گئے ہیں۔ اور اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اگر دین کے سلسلہ سند کی یہ پہلی کڑی اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ حضرات کی جماعت معاذ اللہ ناقابلِ اعتماد ثابت ہو، ان کے اخلاق و اعمال میں خرابی نکال لی جائے اور ان کے بارے میں یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ دین کی علمی و عملی تدبیر نہیں کر سکے تو دین اسلام کا سارا ڈھانچہ ہل جاتا ہے، اور خاکم بدہن ـ رسالت محمدیہ مجروح ہو جاتی ہے۔ دنیا کا ایک معروف قاعدہ ہے کہ اگر کسی خبر کو رد کرنا ہو تو اس کے راویوں کو جرح و قدح کا نشانہ بناؤ، ان کی سیرت و کردار کو ملوث کرو اور ان کی ثقاہت و عدالت کو مشکوک ثابت کرو۔ صحابہ کرامؓ چونکہ دین محمدیؐ کے سب سے پہلے راوی ہیں۔ اس لئے چالاک فتنہ پردازوں نے جب دین اسلام کے خلاف سازش کی اور دین سے لوگوں کو بدظن کرنا چاہا تو اس کا سب سے پہلا ہدف صحابہ کرامؓ تھے چنانچہ تمام فرق باطلہ اپنے نظریاتی اختلاف کے باوجود جماعتِ صحابہ کو ہدفِ تنقید بنانے میں متفق نظر آتے ہیں۔ ان کی سیرت و کردار کو داغدار بنانے اور ان کی شخصیت کو نہایت گھناؤنے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی، ان کے اخلاق و اعمال پر تنقیدیں کی گئیں، ان پر مال و جاہ کی حرص میں احکام خداوندی سے پہلو تہی کرنے کے الزامات دھرے گئے۔ ان پر خیانت، غصب اور کینہ پروری و اقربا نوازی کی تہمتیں لگائی گئیں، اور غلو و انتہا پسندی کی حد ہے کہ

جن پاکیزہ ہستیوں کے ایمان کو حق تعالیٰ نے "معیار" قرار دے کر ان جیسا ایمان لانے کی لوگوں کو دعوت تھی آمنوا کما آمن الناس (پ البقرہ ع ۲) انہی کے ایمان و کفر کا مسئلہ زیر بحث لایا گیا اور تکفیر و تفسیق تک نوبت پہنچا دی گئی۔ جن جانبازوں نے دین اسلام کو اپنے خون سے سیراب کیا تھا انہی کے بارے میں چیخ چیخ کر کہا جانے لگا کہ وہ اسلام کے اعلیٰ معیار پر قائم نہیں رہے تھے حالانکہ ان مردان خدا کے صدق و امانت کی خدا تعالیٰ نے گواہی دی تھی۔

رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا (پ ۲۱ الاحزاب آیت ۲۳)

(ترجمہ) یہ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا جو عہد انہوں نے اللہ سے باندھا، بعض نے تو جان عزیز تک اسی راستہ میں دے دی اور بعض (برلے چینی سے) اس کے منتظر ہیں، اور ان کے عزم و استقلال میں ذرا تبدیلی نہیں ہوئی۔

انہی کے حق میں بتایا جانے لگا کہ نہ وہ صدق و امانت سے موصوف تھے نہ اخلاص و ایمان کی دولت انہیں نصیب تھی۔ جن مخلصوں نے اپنے بیوی بچوں کو، اپنے گھر بار کو، اپنے عزیز و اقارب کو، اپنے دوست احباب کو، اپنی ہر لذت و آسائش کو، اپنے جذبات و خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا تھا۔ انہی کو یہ طعنہ دیا گیا کہ وہ محض حرص و ہوا کے غلام تھے اور اپنے مفاد کے مقابلے میں خدا اور رسولؐ کے احکام کی انہیں کوئی پرواہ نہیں تھی۔ لقد جئتم شیئاً اداً۔

ظاہر ہے کہ اگر امت کا معدہ ان بیہودہ کی مردہ مکھی کو قبول کر لیتا اور ایک بار بھی صحابہ کرامؓ امت کی عدالت میں مجروح قرار پاتے تو دین کی پوری عمارت گر جاتی۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہؐ سے ایمان اٹھ جاتا اور یہ دین جو قیامت تک رہنے کے لئے آیا تھا ایک قدم آگے نہ چل سکتا۔ مگر یہ سارے فتنے جو بعد میں پیدا ہونے والے تھے۔ علم الٰہی سے اوجھل نہیں تھے، اس لئے اس کا اعلان تھا۔

والله متم نوره ولو كره الكافرون (پ ۲۸ الصف آیت ۸)

اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا، خواہ کافروں کو یہ ناگوار ہو۔
یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے بار بار مختلف پہلوؤں سے صحابہ کرامؓ کا تزکیہ فرمایا ان کی توثیق و تعدیل فرمائی اور قیامت تک کے لئے یہ اعلان فرما دیا:

اولئك كتب فى قلوبهم الايمان وايدهم بروح منه
(پ ۲۸ المجادلہ آیت ۲۲)

(ترجمہ) یہی لوگ ہیں کہ اللہ نے لکھ دیا ان کے دل میں ایمان اور مدد کی ان کو اپنی خاص رحمت سے۔

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کے بے شمار فضائل بیان فرمائے، بالخصوص خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی مرتضیٰ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے فضائل کی تو انتہا کر دی جس کثرت و شدت اور تواتر و تسلسل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب ان کے مزایا (خصوصیت اور ان کے اندرونی اوصاف و کمالات) کو بیان فرمایا اس سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے علم میں یہ بات لانا چاہتے تھے کہ انہیں عام افراد امت پر قیاس کرنے کی غلطی نہ کی جائے، ان حضرات کا تعلق چونکہ براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے، اس لئے ان کی محبت عین محبت رسولؐ ہے اور ان کے حق میں ادنیٰ لب کشائی ناقابل معافی جرم فرمایا۔

الله الله فى اصحابى - الله الله فى اصحابى لاتتخذوهم غرضا من بعدى فمن احبهم فبحبى احبهم ومن ابغضهم فببغضى ابغضهم ومن اذاهم فقد اذانى ومن اذانى فقد اذى الله ومن اذى الله فيوشك ان ياخذه -

اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ میرے صحابہؓ کے مقابلہ میں مکرر کہتا ہوں، اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے معاملہ میں، ان کو میرے بعد ہدف تنقید نہ بنانا،

کیونکہ جس نے ان سے محبت کی، تو میری محبت کی بنا پر اور جس نے ان سے بغض
رکھا تو مجھ سے بغض رکھنے کی بنا پر، جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا
دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑ لے۔

امت کو اس بات سے بھی آگاہ فرمایا گیا کہ تم میں سے اعلیٰ سے اعلیٰ فرد کی
بڑی سے بڑی نیکی، ادنیٰ صحابی کی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا مقابلہ نہیں کر سکتی،
اس لئے ان پر زبان تشنیع و دراز کرنے کا حق امت کے کسی فرد کو حاصل نہیں
ارشاد ہے:

لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل اُحدٍ ذھبا ما بلغ مد احدھم
ولا نصیفہ (بخاری و مسلم)

میرے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ تمہارا وزن ان کے مقابلے میں اتنا بھی
نہیں جتنا پہاڑ کے مقابلے میں ایک تنکے کا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ) تم میں سے
ایک شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر دے تو ان کے ایک سیر جو کو نہیں
پہنچ سکتا اور نہ اس کے عشر عشیر کو۔

مقام صحابہؓ کی نزاکت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ امت کو اس بات
کا پابند کیا گیا کہ ان کی عیب جوئی کرنے والوں کو نہ صرف ملعون و مردود سمجھیں، بلکہ
برملا اس کا اظہار کریں، فرمایا:

اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علیٰ
شرکم (رواہ الترمذی)

جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہتے اور انہیں ہدف
تنقید بناتے ہیں تو ان سے کہو تم میں سے (یعنی صحابہؓ اور ناقدین صحابہؓ میں سے)
جو برا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو (ظاہر ہے صحابہؓ کو برا بھلا کہنے والا
ہی بدتر ہو گا)

یہاں تمام احادیث کا استیعاب مقصود نہیں بلکہ کہنا یہ ہے کہ ان قرآنی و نبوی

شہادتوں کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرات صحابہ کرامؓ میں عیب نکالنے کی کوشش کرے تو اس بات سے قطع نظر کہ اس کا یہ طرز عمل قرآن کریم کے نصوص قطعیہ اور ارشادات نبوت کے انکار کے مترادف ہے۔ یہ لازم آئے گا کہ حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو فرائض بحیثیت منصب نبوت کے عائد کئے تھے اور جو بہی اعلیٰ ترین منصب تزکیہ نفوس کا تھا گویا حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرض منصبی کی بجاآوری سے قاصر رہے اور صحابہ کرامؓ کا تزکیہ نہ کر سکے۔ اور یہ قرآن کریم کی صریح تکذیب ہے۔ حق تعالیٰ تو ان کے تزکیہ کی تعریف فرمائے اور ہم انہیں مجروح کرنے میں مصروف رہیں۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تزکیہ سے قاصر رہے تو گویا حق تعالیٰ نے آپ کا انتخاب صحیح نہیں فرمایا تھا، انا للہ۔ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے انتخاب میں قصور نکلا تو اللہ تعالیٰ کا علم غلط ہوا نعوذ باللہ من الغوایۃ والسفاھۃ۔ چنانچہ اہل ہوا کی بڑی جماعت کا دعویٰ یہی ہے کہ اللہ کو "بدا" ہے۔ یعنی اسے بہت سی چیزیں جو پہلے معلوم نہیں تھیں بعد میں معلوم ہوتی ہیں اور اس کا پہلا علم غلط ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور ہو رسول اور نبی اور ان کے بعد صحابہ کرامؓ کا ان کے نزدیک کیا درجہ رہے گا؟

الغرض صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنے، ان کی غلطیوں کو اچھالنے اور انہیں مورد الزام بنانے کا قصہ صرف ان ہی تک محدود نہیں رہتا، بلکہ خدا اور رسول، کتاب وسنت اور پورا دین اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے اور دین کی ساری عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔ بعید نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں جو اوپر نقل کیا گیا ہے، اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہو۔

من اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ

جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ

اللہ اسے پکڑ لے۔

اور یہی وجہ ہے کہ تمام فرق باطلہ کے مقابلہ میں اہل حق کا امتیازی نشان صحابہ کرامؓ کی عظمت و محبت رہا ہے۔ تمام اہل حق نے اپنے عقائد میں اس بات کو اجمالی طور پر شامل کیا ہے کہ:

وَنکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر۔

اور ہم صحابہؓ کا ذکر بھلائی کے سوا کسی اور طرح کرنے سے زبان بند رکھیں گے۔ حوالہ؟

گویا اہل حق اور اہل باطل کے درمیان امتیاز کا معیار صحابہ کرامؓ کا "ذکر بالخیر" ہے جو شخص ان حضرات کی غلطیاں چھانٹتا ہو، ان کو مورد الزام قرار دیتا ہو اور ان پر سنگین اتہامات کی فرد جرم عائد کرتا ہو وہ اہل حق میں شامل نہیں ہے۔ اہل حق کی شان تو یہ ہے کہ اگر ان کے قلم و زبان سے کوئی نامناسب لفظ نکل جائے تو تنبیہ کے بعد فوراً حق کی طرف پلٹ آئیں۔ حق تعالیٰ جل ذکرہ ہمیں اور ہمارے تمام مسلمان بھائیوں کو ہر زیغ و ضلال سے محفوظ فرمائے اور اتباع حق کی توفیق بخشے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ صفوۃ البریہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین — آمین!

پیش لفظ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم - امابعد!

اللہ تعالیٰ شانہٗ کی مخلوقات میں حضرات انبیاء و مرسلین کے بعد اگر کسی کا درجہ مقام، عزت وعظمت ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ہے۔

یہی وہ مقدس گروہ ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور کیا۔

- جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہی۔
- جنہوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آنا دیکھا۔
- جنہوں نے وحی کا اترنا دیکھا!۔
- جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں رہنے کا شرف حاصل کیا۔
- جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔
- جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے۔
- جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔
- جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد کیا۔
- جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہجرت فرمائی
- جنہوں نے دین اسلام کی خاطر جان کی بازی لگادی۔
- جنہوں نے دین اسلام کی خاطر اپنے اہل وعیال کو قربان کردیا۔

کر

● جنہوں نے دین اسلام کی خاطر وطن عزیز کو خیرباد کہہ دیا۔
● جنہوں نے دینِ اسلام کی خاطر اپنے اور اپنے بچوں کے خون سے گلشن اسلام کی آبیاری کی۔
● جنہوں نے ہر ہر موڑ پر دینِ اسلام کی تائید و حمایت کی۔
● جنہوں نے ہر جابر و ظالم کے آگے کلمۂ حق کا اظہار و اعلان کیا۔
● جنہوں نے پوری دنیائے انسانیت کو اللہ اور اس کے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام و فرمان سنایا۔

ہاں ہاں! یہی وہ مقدس جماعت ہے

● جنہوں نے اپنی ساری عمر اسلام کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ میں صرف کی جس کی پاداش میں بدن کے ٹکڑے کیے گئے جگر چھلنی کیا گیا۔ گرم گرم تیل میں ڈالے گئے۔ سرخ انگاروں پر لٹکائے گئے۔۔۔۔ نیزوں اور تلواروں سے کوچے گئے! مگر ان کی ایمانی دولت اور روحانی قوت میں ذرّہ بھر فرق نہ آیا۔ ان کا ایک قدم پیچھے نہ ہٹ سکا!

ہاں ہاں یہی وہ مقدس گروہ ہے!

● جنہوں نے عدل و انصاف، دینداری و تقویٰ، خلوص و للّٰہیت، شرافت و نجابت اور عشق و محبت کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی مثال چشمِ فلک نے دیکھی تھی نہ دیکھے گا[1]

ہاں ہاں! یہ ہی وہ پاکیزہ جماعت ہے!

● جن کو اللہ رب العزت نے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيمٌ کا وعدہ فرمایا۔
● جن کے ایمان کو اللہ رب العزت نے کامل تبلایا۔
● جن کے قلوب کو اللہ رب العزت نے تقویٰ سے معمور فرمایا۔
● جن کے ایمان و ایقان کی اللہ رب العزت نے توثیق فرمائی۔
● جن کے نقش قدم پر چلنے والوں کو کامیاب و کامران فرمایا

---

[1] اس کی چند جھلکیاں احقر کا رسالہ "صحابہ کرامؓ اور عشق رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم" میں ملاحظہ کیجیے

ہاں ہاں! یہی وہ مقدس جماعت ہے!

- جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت فرمائی۔
- جن کو ستاروں سے تشبیہ دے کر ان کے نقش پا پر چلنے کی ترغیب وتلقین فرمائی۔
- جن کی محبت کو اپنی محبت۔ اور جن کے بغض کو اپنا بغض فرمایا۔
- جن کو معیارِ حق قرار دے کر ان کے طریقہ کو لازم پکڑنے کا حکم فرمایا۔
- جن کو قطعی جنتی اور پوری امت میں سب سے افضل واعلیٰ قرار دیا۔
- جن کو برا بھلا کہنے سے منع فرما کر اس کے مرتکب کو سخت سزا کا مستحق بتلایا۔

ہاں ہاں! یہ ہی وہ مقدس گروہ ہے!

- جن کو علماء اسلام نے زبردست خراجِ تحسین کیا۔
- جن کو علماء اسلام نے عادل۔ پاکباز، افضل۔ اعلیٰ۔ مقتداء۔ رہنما قرار دیا۔
- جن کو علماء امت نے افضل الأمم، خیر الأمم کے لقب سے ملقب فرمایا۔
- جن کے ادب واحترام کی علماء اسلام نے تاکید و وصیت فرمائی۔
- جن کی بھلائیاں بیان کرنے والے کو اہل سنت اور کامیاب قرار دیا۔
- جن کی شان میں بے ادبی۔ گستاخی۔ بدزبانی وعیب جوئی کو حرام اور ایسا کرنے والے کو سخت سزا کا مستحق بتلایا۔

ہاں ہاں! یہی وہ مقدس جماعت ہے جن کے بارے میں بہت خوب کہا گیا کہ:

اسلام کی عظمت کے مینارے ہیں صحابہؓ — ہیں چاند محمدؐ تو ستارے ہیں صحابہؓ

مہ می گوید کہ اصحابی نجوم! — للسریٰ قدوۃ وللطاغی رجوم

نہیں ان کا جس قلب میں احترام
اس پہ سمجھ ہوئی بوئے جنت حرام!

ہاں ہاں! تم ذرا سوچو تو سہی!

- وہ صبح وشام کہاں سے لاؤ گے جن میں صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا رہتا تھا۔

● وہ نظر پاک کہاں نصیب ہوگی جس نے صحابہ کرام کو فرش سے اٹھا کر عرش تک پہنچا دیا۔
● وہ دست مبارک کہاں سے ملے گا جس پر صحابہ کرامؓ نے اپنے ہاتھ رکھے تھے۔
● وہ قدم مبارک کہاں سے لاؤ گے جو صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ وغیرہ کی زمین پر رکھا کرتے تھے۔
● وہ سینہ مبارک کہاں سے آئے گا جن کے ساتھ لگ کر صحابہ کرامؓ رشد و ہدایت لیا کرتے تھے!
● وہ زبان مبارک کہاں سے لاؤ گے جس سے صحابہ کرامؓ قرآن کریم کی تلاوت اور ارشادات سنا کرتے تھے! (وغیرہ وغیرہ)

غور کرو اور سوچو کہ صحابہ کرامؓ کی کیا شان اور ان کا کیا مقام تھا۔ عارف ربانی، ہم عصر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ السامی کا یہ ارشاد ملاحظہ کرو!

یاد رکھو! ولی کسی صدیق یا صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ان حضرات کو مبارک اور پاک نظر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر کو اٹھا دیا۔ الخ (اردو ترجمہ بنیان المشید ص۲۱۴)

یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام کا شروع سے آج تک یہی متفقہ اور مسلمہ عقیدہ چلا آ رہا ہے کہ:

امت کا کوئی ولی صحابی کے ادنیٰ درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔
(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم ص۶۲، دفتر دوم حصہ دوم ص۲۸)

سیدنا مجدد الف ثانی کے فرزند ارجمند عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم بھی فرماتے ہیں۔

باقی تمام امت کے افراد ہر چند سعی بسیار کریں اس درجہ بلند کو نہیں پہنچ سکتے۔
(مکتوبات خواجہ معصومؒ ص۲۸)

انشاء اللہ العزیز آپ آئندہ رسالہ "شان صحابہ اور اکابرین امت" میں اس قسم کے بے شمار ارشادات و فرامین ملاحظہ کریں گے مگر افسوس صد افسوس کہ کچھ لوگوں نے اہل بیت کے محبت کے نعرے لگا کر صحابہ کرام کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور ان کی ذات

پر وہ کیچڑ پھینکے کہ الامان والحفیظ، کبھی ان کو مشرک کہا، کبھی ان کو کافر و مرتد کہا کبھی ان کو ظالم و غاصب کہا کبھی ان کو جہنمی قرار دیا، آپ ان کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے تو ہمارے اس قول کی تصدیق ہو جائے گی۔

اس طرح کچھ ایسے حضرات بھی ظہور پذیر ہوئے جنہوں نے تحقیق و تفتیش کے عنوان پر صحابہ کرام کی ذواتِ عادلہ کو موضوعِ بحث بنایا اور ان کی کردار کشی کی اور ان پر طعن و تشنیع کا نشتر چلایا۔

کاش کہ یہ لوگ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی لاج رکھ لیتے تو کبھی یہ بری حرکت نہ کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے سینوں کو صحابہ کرام کی محبت سے مالا مال فرمائے اور ان کے بغض و عناد، حقارت، عداوت سے محفوظ فرما دے۔ آمین

نیز ہماری اس حقیر خدمت کو اپنے حضور میں قبول فرما کر میرے اور میرے والدین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے اور اس کا نفع عام و تام فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم برحمتک یا ارحم الراحمین ٥

فقط

محمد اقبال رنگونی عفا اللہ عنہ

ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

اصحابِؓ رسولﷺ

دین و ملت کے طرفدار تھے اصحابِؓ رسولﷺ
ہستئ کفر سے بیزار تھے اصحابِؓ رسولﷺ
رحمتِ حق کے طلبگار تھے اصحابِؓ رسولﷺ
دینِ قیمّ کے نگہدار تھے اصحابِؓ رسولﷺ

زندگی ان کی بسر خدمتِ ملت میں ہوئی
کفر سے برسرِ پیکار تھے، اصحابِؓ رسولﷺ

حُبِّ یارانِ نبیﷺ پاک کے جذبے کے سبب
سب کے سب پیکرِ ایثار تھے اصحابِؓ رسولﷺ

ان کی سطوت کے گواہ آج بھی بدر و حنین
بخدا ایسے فداکار تھے اصحابِؓ رسولﷺ

ان کے ہر عزم و عمل سے تھا ہراساں باطل
بالیقیں غالبِ کفار تھے، اصحابِؓ رسولﷺ

کرتے تھے جان، زر و مال نچھاور حق پر
عدل و انصاف کی سرکار تھے اصحابِؓ رسولﷺ

ان کی ہیبت سے ہوئی شوکتِ کسریٰ نابود
کیا ہی جانباز تھے، جرّار تھے اصحابِؓ رسولﷺ

ان پہ راضی ہے خدا اور خدا کا محبوبﷺ
اپنے اللہ کے دلدار تھے اصحابِؓ رسولﷺ

دشمنِ دیں پہ جھپٹ پڑتے شیروں کی طرح
ربِّ قہّار کی تلوار تھے اصحابِؓ رسولﷺ

ہوں نہ کیوں دہر میں نام ان کے فروزاں انورؔ
عاشقِ احمدِ مختار تھے اصحابِ رسولﷺ

حافظ نور محمد انورؔ

صحابی کی تعریف اور شناخت

حضرت مولانا عبد السلام ندوی صاحب

عہدِ رسالت میں بہت سے بزرگوں نے مدتوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا۔ بہت سے بزرگوں نے آپؐ کے ساتھ متعدد غزوات میں شرکت کی تھی۔ بہت سے بزرگوں نے آپؐ سے بکثرت احادیث کی روایتیں کی تھیں۔ بہت سے بزرگوں نے مسلمان ہو کر سنِ بلوغ میں آپؐ کو دیکھا تھا۔ بہت سے لوگوں نے آپ کو قبل اسلام تو دیکھا تھا لیکن بعد اسلام ان کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔ بہت سے لوگ گو عہدِ رسالت میں موجود تھے لیکن اُن کو آپؐ سے ملنے یا آپؐ کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا، بہت سے لوگوں نے آپ کی زندگی میں تو آپ کو نہیں دیکھا لیکن آپؐ کی وفات کے بعد اُن کو آپؐ کا دیدار نصیب ہوا۔ اور ان کے علاوہ بہت سے بچے تھے جو آپؐ کے مبارک عہد میں پیدا ہوئے اور صحابہ کرامؓ نے حصولِ برکت کے لیے اُن کو آپؐ کی خدمت میں حاضر کیا اور آپؐ نے اُن کا نام رکھا اور اُن کو دعا دی۔ اب سوال یہ ہے کہ ان مختلف الحیثیات بزرگوں میں وہ کون لوگ ہیں جن پر لفظ صحابی کا اطلاق کیا جا سکتا ہے؟ اور وہ صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس خطاب سے یاد کیے جا سکتے ہیں؟

(۱) محدثین کی ایک جماعت اور جمہور اصولیین نے صحابی ہونے کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ اُس کو ایک مدت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نشست و برخاست کا موقع ملا ہو۔ کیونکہ عرفِ عام میں جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کا ساتھی یا رفیق ہے، تو اس سے صرف یہی سمجھا جاتا ہے کہ اُس نے ایک

کافی زمانہ تک اس کی صحبت اٹھائی ہے۔ جو لوگ کسی شخص کو محض دور یا قریب سے دیکھ لیتے ہیں اور ان کو اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور بات چیت کرنے کا موقع نہیں ملتا اُن کو عام طور پر اس کا رفیق یا ساتھی نہیں کہا جاتا۔

قاضی ابوبکر محمد بن الطیب کا قول ہے کہ باتفاقِ اہلِ لغت صحابی صحبت سے مشتق ہے مگر صحبت کی کسی مخصوص مقدار سے مشتق نہیں بلکہ اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہو سکتا ہے جس نے کم یا زیادہ کسی کی صحبت اٹھائی ہو، اس لیے کہا جاتا ہے کہ مَیں نے ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی تک ایک شخص کی صحبت اُٹھائی۔ اس لیے صحبت کی تھوڑی یا زیادہ مقدار دونوں پر صحبت کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ عرفاً صحابی صرف اُس شخص کو کہہ سکتے ہیں جس نے کسی کی طویل صحبت اُٹھائی ہو، عُرفاً اس شخص کو صحابی نہیں کہہ سکتے جس نے کسی سے ایک گھنٹہ کی ملاقات کی ہو یا اس کے ساتھ چند قدم چلا ہو یا اس سے کوئی حدیث سُنی ہو۔

بلکہ حضرت سعید بن مسیبؒ کے نزدیک صحابی صرف اس شخص کو کہہ سکتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو ایک غزوات میں شرکت کا موقع ملا ہو اور کم از کم اس نے دو سال تک آپ کے ساتھ قیام کیا ہو۔

(۲) بعض لوگوں کے نزدیک صحابی صرف اس کو کہتے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کی روایت کی ہو۔

(۳) بعض لوگوں کے نزدیک صحابی ہونے کے لیے صرف طویل صحبت کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اُس نے آپؐ کی صحبت بغرض حصولِ علم و عمل اختیار کی ہے۔ چنانچہ علامہ سخاویؒ فتح المغیث میں لکھتے ہیں :-

قال ابو الحسین فی المعتمد ھو من طالت مجالسۃ لہ علی طریق التبع لہ والاخذ عنہ اما من طالت بدون قصد الاتباع اولم تطل کالوافدین فلا

"ابوالحسین نے معتمد میں کہا ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے بطریقِ اتباع

آپ کی طویل صحبت اٹھائی ہو اور آپ سے علم حاصل کیا ہو، جن لوگوں نے اس کے بغیر آپ کی طویل صحبت اٹھائی یا اس مقصد کو تو پیش نظر رکھا لیکن طویل صحبت نہیں اٹھائی مثلاً وفود میں آنے والے لوگ تو وہ صحابی نہیں۔

(۴) بعض لوگ ہر اس مسلمان کو صحابی کہتے ہیں جس نے حالتِ بلوغ اور حالتِ صحتِ عقل میں آپ کو دیکھا ہے۔

(۵) بعض لوگوں کے نزدیک آپ کا دیکھنا بھی ضروری نہیں بلکہ ہر اس مسلمان کو صحابی کہہ سکتے ہیں جو عہدِ رسالت میں موجود تھا ـــــ چنانچہ قاضی عبدالبرؒ نے اپنی کتاب "استیعاب" میں اور ابن مندہ نے اپنی کتاب "معرفۃ الصحابہ" میں اسی شرط کی بنا پر صحابہ کے ساتھ بہت سے اُن لوگوں کا تذکرہ بھی کیا ہے جو آپ کے عہد میں موجود تھے مگر آپ کو دیکھا نہیں تھا، لیکن درحقیقت یہ لوگ صحابی نہ تھے بلکہ اس سے مقصود یہ تھا کہ اس زمانہ کے تمام لوگوں کے حالات کا استقصاء کر لیا جائے۔

(۶) محدثین کی ایک جماعت جس میں امام احمدؒ، علی بن مدینیؒ اور امام بخاریؒ بھی شامل ہیں، صحابی کا خطاب صرف اُن لوگوں کو دیتی ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ اسلام میں دیکھا ہے، بلکہ آنکھوں سے دیکھنا بھی ضروری نہیں صرف آپ کی ملاقات کافی ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مکتومؓ نابینا تھے، اس لیے آپ کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن بااین ہمہ ان کا شمار صحابہ میں ہے کیونکہ ان کو آپ کا شرفِ ملاقات حاصل تھا۔

ان لوگوں کا استدلال یہ ہے کہ لغت کی رو سے ہر اس شخص کو صحابی کہہ سکتے ہیں جس نے زمانہ کی کسی ساعت میں ایک شخص کی صحبت اٹھائی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ ہر وہ شخص جس نے ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک منٹ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی یا آپ کو صرف دیکھا وہ صحابی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جس مسلمان نے آپ کی صحبت اٹھائی یا آپ کو دیکھا وہ صحابی ہے۔

ان تمام اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ آپ کے عہدِ مبارک میں پیدا ہو کر

سن بلوغ کو نہیں پہنچے وہ صحابی نہیں ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی اپنی کتاب اصابہ میں لکھتے ہیں :-

ذکر اولٰئک فی الصحابۃ انما ھو علی سبیل الالحاق لغلبۃ الظن علی انہ صلی اللہ علیہ وسلم رآھم۔	صحابہ میں ان بچوں کا ذکر بالکل الحاق ہے کیونکہ ظن غالب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا ہوگا۔

لیکن بعض لوگوں کے نزدیک یہ لوگ بھی صحابہ کے گروہ میں داخل ہیں۔
چنانچہ مولانا عبدالحئی صاحبؒ ”ظفر الامانی“ میں لکھتے ہیں :-

والمرجح ھو دخولہ فیھم نعم حدیثھم مرسل لکنہ مرسل مقبول۔	مرجح ہے کہ یہ لوگ بھی صحابہ میں داخل ہیں البتہ ان کی حدیث مرسل ہے لیکن وہ مرسل مقبول ہے۔

اسی طرح جن لوگوں نے آپ کو بعد وفات دیکھا تھا وہ بھی صحابہ کی جماعت میں داخل نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ مقدمہ اصابہ میں لکھتے ہیں :-

والراجح عدم الدخول۔	قول راجح یہ ہے کہ یہ لوگ صحابی نہیں ہیں۔

جو مسلمان آپ کے زمانہ میں موجود تھے لیکن ان کو آپ کا دیدار نصیب نہیں ہوا وہ بھی صحابی نہیں ہیں، چنانچہ حضرت اویس قرنیؒ اسی قسم کے بزرگ ہیں۔

جن لوگوں نے اسلام لانے سے پہلے آپ کو دیکھا تھا لیکن اسلام لانے کے بعد ان کو آپ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی وہ بھی صحابی نہیں ہیں بلکہ ان کا شمار کبار تابعین میں ہے۔ اب ان اقوال کے مطابق صرف اُن لوگوں کو صحابی کہا جا سکتا ہے :-

(۱) جنہوں نے ایک مدت تک آپ کا شرفِ صحبت حاصل کیا ہے۔
(۲) یا کم از کم ایک غزوہ میں آپ کے ساتھ شرکت کی ہے۔
(۳) یا آپ سے احادیث کی روایت کی ہے۔
(۴) یا آپ کی صحبت حصولِ علم و عمل کے لیے اختیار کی ہے۔
(۵) یا مسلمان ہونے کے ساتھ آپ کو حالتِ بلوغ و حالتِ ثباتِ عقل میں دیکھا

ہے یا آپؐ سے ملاقات کی ہے۔

(۶) یا حالتِ اسلام میں محض آپؐ کو دیکھا ہے یا ملاقات کی ہے۔

ان اقوال میں چھٹا یعنی آخری قول جمہور کے نزدیک سب سے زیادہ صحیح اور عام مسلمانوں میں مقبول ہے کیونکہ یہ اُن تمام صحابہ کو شامل ہے جن سے احادیث کی روایت کی جاسکتی ہے اور اُن کو اُسوۂ حسنہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد پہلا یعنی اصولیین کا قول قابلِ اعتبار ہے، کیونکہ اُس سے اگرچہ بہت سے وہ صحابہ جنہوں نے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا لیکن آپ کی فیضِ صحبت سے کافی زمانہ تک متمتع نہ نہیں ہوئے تھے، صحابہؓ کی جماعت سے نکل جاتے ہیں تاہم اس کے ذریعہ سے صحابیت کا ایک بلند معیار قائم ہوتا ہے اور تمام اکابر صحابہؓ اس میں شامل ہوجاتے ہیں، ان کے علاوہ اور تمام اقوال درجۂ اعتبار سے گرے ہوئے ہیں، کیونکہ ان میں بعض اس قدر وسیع اور عام ہیں کہ عہدِ رسالت کا ہر مسلمان صحابہؓ کی جماعت میں شامل ہوجاتا ہے اور بعض اس قدر محدود ہیں کہ بہت سے کبار صحابہؓ بھی صحابہ کے گروہ سے نکل جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ فضیلت کا دار و مدار صرف علم و عمل پر ہے۔ اصولیین نے صحابہؓ کی جماعت پر اخذِ مسائل اور روایتِ حدیث کے لحاظ سے نظر ڈالی، اس لیے انہوں نے صرف اُس شخص کو صحابی قرار دیا جس نے مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرفِ صحبت حاصل کیا لیکن جمہور کے نزدیک صحابیت کا معیار صرف زہد و تقدس ہے اس لیے وہ ہر اُس شخص کو صحابی کہتے ہیں جس نے حالتِ اسلام میں آپؐ کو دیکھا ہے یا آپؐ سے ملاقات کی ہے۔

صحابہؓ کی تعداد صحابہؓ کے حالات میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اُن سے صحابہؓ کی تعداد کا صحیح پتہ لگانا سخت مشکل ہے اور اس کو خود ان کتابوں کے مصنفین تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر جزریؒ "اسد الغابہ" میں لکھتے ہیں:۔

ولو حفظ ذلك الزمان لكانوا اضعاف من ذكره	اگر خود صحابہؓ اپنے زمانہ میں صحابہؓ کے نام محفوظ رکھتے تھے تو ان کی تعداد اس سے

العلماء۔ | کئی گنا زیادہ ہوتی جس کو علماء نے بیان کیا ہے۔

البتہ احادیث کی بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے بعد صحابہؓ کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور آپؐ کی وفات تک صحابہؓ کی ایک عظیم الشان جماعت تیار ہوگئی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک بار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا،

اکتبوا لی من تلفظ بالاسلام من الناس۔ | جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں مجھے ان کا نام لکھ کر دو۔

اور جب اس حکم کی تعمیل کی گئی تو پندرہ سو مسلمانوں کی فہرست مرتب ہوئی۔ لیکن اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ حکم کس موقع پر دیا گیا، اس لیے محدثین نے مختلف آراء قائم کی ہیں ــــ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ غالباً یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب صحابہؓ جنگِ احد کے لیے جا رہے تھے ــــ ابن تینؒ کے نزدیک یہ حکم غزوۂ خندق میں دیا گیا تھا ــــ داؤدیؒ کے نزدیک یہ حدیبیہ کے زمانے کا واقعہ ہے، اس کے بعد اس تعداد میں اور اضافہ ہوا، چنانچہ فتح مکہ میں دس ہزار صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکِ جنگ ہوئے اور فتح مکہ کے بعد جب تمام عرب مسلمان ہوگیا تو یہ تعداد اضعافاً مضاعفہ ہوگئی۔ غزوۂ حنین میں خادموں اور عورتوں کے علاوہ بارہ ہزار اور غزوۂ تبوک میں ۳۰ ہزار مجاہد آپؐ کے ساتھ تھے۔ حجۃ الوداع میں جس کے ایک سال بعد آپؐ کا وصال ہوا ۴۰ ہزار صحابہؓ شریک تھے۔ غرض سنہ ۱۰ھ تک مکہ اور طائف میں کوئی شخص ایسا نہیں رہ گیا تھا جو مسلمان ہو کر حجۃ الوداع میں شریک نہ ہوا ہو۔ شرکائے حجۃ الوداع میں چار ہزار صحابہؓ کی مزید تعداد بھی شامل ہے ــــ امام شافعیؒ کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ۶۰ ہزار مسلمان موجود تھے جن میں ۳۰ ہزار خاص مدینہ میں اور ۳۰ ہزار مدینہ سے باہر اور مقامات میں تھے ــــ ابوزرعہ رازیؒ کا قول ہے کہ آپؐ کی وفات کے وقت جن لوگوں نے آپؐ کو دیکھا اور آپؐ سے

حدیث سنی اُن کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی جن میں مرد اور عورت دونوں شامل تھے اور ان میں ہر ایک نے آپ سے روایت کی تھی ـــــ ابن فتحون نے ذیل استیعاب میں اس قول کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ابوزرعہؒ نے یہ تعداد صرف اُن لوگوں کی بتائی ہے جو رواۃِ حدیث میں تھے، لیکن اس کے علاوہ صحابہؓ کی جو تعداد ہوگی وہ اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔

بہرحال اکابر صحابہؓ کے نام اور ان کی تعداد اور اُن کے حالات تو ہم کو صحیح طور پر معلوم ہیں، لیکن ان کے علاوہ ہم اور صحابہؓ کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ خود صحابہؓ کے زمانہ میں مشاغلِ دینیہ نے صحابہؓ کو یہ موقع نہ دیا کہ وہ اپنی تعداد کو محفوظ رکھیں۔ اس کے علاوہ اکثر صحابہؓ صحرا نشین بدوی تھے اس لیے ایسی حالت میں ان کا گمنام رہنا ضرور تھا۔

سیدنا حضرت امام حسنؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان جو صلح نامہ لکھا گیا اس کے الفاظ ملاحظہ فرماویں۔

علی ان یعمل فیھم بکتاب اللہ تعالیٰ وسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیرۃ الخلفاء الراشدین

(شیعی کتاب کشف الغمہ جلد ۱ صـ۵۷۰)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت حسنؓ کے نزدیک خلفائے راشدینؓ کی سیرۃ اس قابل تھی کہ مسلمانانِ عالم اس سے رہنمائی حاصل کرتے رہیں۔

محسنین اسلام

حافظ نور محمد نور

آ سناؤں تجھ کو میں ان غازیوں کی داستاں
دینِ قیم پر فدا کر دی جنہوں نے اپنی جاں

مصطفیٰؐ کے دین کے یہ عمر بھر ناشر رہے
صحبتِ محبوبِ حق میں روز و شب حاضر رہے

اولیں ہے حضرتِ صدیقؓ کا ان میں شمار
جن کے دم سے آگئی باغِ رسالتؐ میں بہار

بعد ان کے ہیں عمر فاروق اعظمؓ باکمال
سطوتِ ایران و رُوما کی جنہوں نے پائمال

بعد از فاروقِ اعظمؓ حضرتِ عثمانؓ ہیں
پیکرِ علم و حیا ہیں ناشرِ قرآن ہیں

پھر علی مرتضیٰؓ شیرِ خدا ہے لافتےٰ
ہر وغا میں لشکرِ باطل پہ جو غالب رہا

مصدرِ رشد و ہدیٰ ہیں جانشینانِ رسولؐ
ان کے دم سے دینِ حق کے ہو گئے محکم اصول

اُلفت و اخلاص باہم دائمی ان میں رہا
آبرو تھے دین پر اپنا دیا سب کچھ لٹا

خالدِ جرار و حمزہؓ اور حسینؓ ابنِ علیؓ
بو ذرؓ و سلمانؓ و طلحہؓ جملہ اصحابِ نبیؐ

پیکرِ صدق و صفا تھے مخزنِ اسرار تھے
اللہ اللہ وہ اشداء علی الکفار تھے

درحقیقت ان کے دم سے دین کی عظمت بڑھی
ان کی جانبازی سے یکسر قوتِ باطل مٹی

نام ہے رخشندہ انورؔ ان کا دنیا میں مدام
عشقِ احمدؐ میں ہوئی ہے زندگی جن کی تمام

صحابۂ کرام رضؓ
عقل و بصیرت کی روشنی میں

از: مولانا قاری عبد العزیز صاحب شوقی رحمہ اللہ

صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کی پوزیشن عام معمولی انسانوں کی سی نہیں، ان کو ہم بلا مبالغہ صاحب رسالت و نبوت (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کی ۲۳ سالہ شبانہ روز کی جد و جہد کا روشن ترین اور کامیاب ما حصل سمجھتے ہیں۔ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے لیے دلائل و شواہد پیش کرنے کی ضرورت ہو تو ہم بلا ریب اصحابؓ پاک کو پیش کر سکتے ہیں۔

(۱) سوچنے کی بات ہے کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ پیغام اور تعلیم اپنے رب سے حاصل کی، اگر انہوں نے اس کو چھپا کر اپنے ہی تک محدود رکھا تو یقین کیجئے کہ اس صورت میں مقصد بعثت پورا نہیں ہو پاتا۔ اور اگر آپ نے بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (پہنچا دیجئے جو کچھ بھی آپ کے رب کی طرف سے اُتارا جائے) کے حکم کی تعمیل فرماتے ہوئے سب کچھ پہنچا دیا لیکن اس پہنچائی چیز پر معدودے چند حضرات کے سوا کوئی کاربند نہیں ہوا گویا کہ باقی سب حضرات (نعوذ باللہ) مرتد اور منافق ہی تھے تو اس صورت میں رسولِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک کامیاب نبی نہیں کہا جا سکتا حالانکہ اصولی طور پر یہ بات طے شدہ ہے کہ اپنے مقصد میں جس قدر کامیاب ہمارے حضورؐ ہوئے اِس قدر کامیاب کوئی نبی نہیں ہوا۔

مختلف انبیاء علیہم السلام مختلف قوموں کی طرف بھیجے گئے اُن میں سے بہت سے حضرات ایسے ہیں کہ جن کا کوئی صحابی نہیں کہ اُن پر ایمان کوئی لایا ہی نہیں تھا اور بہت سے پیغمبر ایسے ہیں کہ اُن کے صحابیوں یا حواریوں کی تعداد اس قدر کم ہے کہ اس کو اُنگلیوں پر شمار کیا جا سکتا ہے۔ ایک صرف موسیٰ علیہ السلام ایسے نبی ہیں جن کے ماننے والوں کی تعداد زیادہ تھی لیکن

خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ان ماننے والوں کی حرکات سے زندگی بھر تنگ رہے، اس لیے ان کے اصحاب کا شمار بھی بہت کم ہے۔

جس طرح خاتم النبیین اور سید الانبیاء ہونے کا فخر ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حاصل ہے اسی طرح آپ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ آپؐ اپنے مقصد میں تمام نبیوں سے بڑھ کر کامیاب ہیں، یہ خصوصیت آپؐ ہی کو حاصل ہے کہ آپ نے اپنی مبارک زندگی میں اپنے مشن کو خود پھلتے پھولتے دیکھ لیا۔

آپؐ دنیا سے رخصت ہوئے تو اس حالت میں کہ آپؐ کے پیغام کو آباد دنیا کے انتہائی کناروں تک پہنچانے کے لیے پانچ، سات افراد نہیں لاکھوں جاں نثار موجود تھے۔ اور پھر تاریخ کے روشن صفحات شاہد ہیں کہ ان جاں نثاروں نے اپنے نبی کے پیغام کو وہاں تک پہنچا کر دم لیا، جہاں تک (اس زمانہ کے حالات کے مطابق) عقل انسانی تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ صاحب رسالت اور مقصدِ رسالت کے ایسے جفاکوش اور مستعد دیوانوںؓ کو صحابیت تو کیا، مومنیت کے مقام سے بھی خارج کر دینا انہیں لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو افلاسِ خرد کے اسیر اور نقصانِ فہم کے مریض ہیں۔

(۲) کوئی استاد اور معلم بہترین اور کامیاب معلم اسی وقت کہلا سکتا ہے جبکہ اس کے تلامذہ لائق اور ہونہار بھی ہوں اور ان کی تعداد بھی کثیر ہو۔ شاگردوں کی لیاقت و قابلیت اکثر و بیشتر استاد کی لیاقت و قابلیت کا پَرتَو ہوتی ہے۔ اگر استاد میں کوئی جوہر نہ ہو تو شاگرد میں کسی کمال کی جھلک کا نمودار ہونا ممکن نہیں ہے۔ نیز کسی استاد کے شاگرد اگر کثیر تعداد میں ہیں تو یہ اس کے فیضان کی عمومیت کا نشان ہوگا۔ شاگردوں کی قلت اس بات کی دلیل ہوگی کہ استاد کا فیض وسیع نہیں محدود ہے۔ ساتھ ساتھ اس بات کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ استاد کی قابلیت اور کمال کے ناپنے کا معتبر پیمانہ شاگردوں کے سوا اور کوئی نہیں، جس استاد کے شاگرد عام طور پر یا اکثریت کی صورت میں لائق ثابت ہوتے ہوں وہ استاد یقیناً باکمال ہے اور اپنے مشن میں کامیاب ہے۔ لیکن جس کے شاگرد اکثر طور پر نالائق ثابت ہوں ایسے شخص کو باکمال اور کامیاب استادوں کی فہرست میں ہرگز نہیں رکھا جا سکتا۔ جب آپ اسے تسلیم کرتے ہیں تو اب اصل بات کی طرف آئیے۔

انبیاء (علیہم السلام) بھی اپنے اپنے وقت میں اپنی قوموں اور آبادیوں کے اُستاد تھے، اللہ نے ان کے ذمہ ضروری قرار دیا تھا کہ وہ لوگوں کو احکام الٰہی کی تعلیم دیں۔ سب سے آخری اور سب سے بڑھ کر معلم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صحابہ کرامؓ آپ کے شاگرد ہیں اور ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ آپؐ جیسے اکمل ترین معلم کے تمام تلامذہ ہونہار، لائق اور ہدایت یافتہ تھے، اور پھر اُن کی تعداد بھی تقریباً سوا لاکھ تھی، جس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کا فیضان عام سے عام تر تھا۔ حاصل یہ کہ صحابہ کرامؓ کی تعداد کا کثیر ہونا اور اُن کا مہدی و مہدی ہونا رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کمال معلمیت اور عموم فیضان کی دلیل ہے، اور جو شخص آپ کے اس وصف کا منکر ہے وہ رسالت کا منکر ہے۔

اب اُن لوگوں کی بات پر بھی ذرا غور کرلیں جن کو صحابہ کرامؓ کی دشمنی کا وافر حصہ نصیب ہوا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معلم اکمل ہونے سے تو وہ بھی انکار نہیں کرسکتے لیکن یہ عجیب تماشہ ہے کہ ثبوتِ کمال کی جو صورت ہے اس سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔

کہتے یہ ہیں کہ شاگرد تو آپؐ کے سارے ہی صحابہؓ ہوگئے تھے لیکن آپؐ کے وصال کے بعد سب آپؐ کی تعلیم سے پھر گئے، صرف پانچ سات افراد اصل تعلیم پر باقی رہے۔ ان لوگوں کی سمجھ پر افسوس بھی ہے اور حیرت بھی۔ کیا نبی کی تعلیم بھی کوئی مداری کا جادو ہے کہ جیسے جادوگر کے مرتے ہی اس کا جادو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح نبیؐ کے وصال فرماتے ہی تعلیم نبویؐ کا اثر بھی ختم ہوگیا۔ ایک معمولی دنیادار استاد تو اپنے خیالات اپنے شاگردوں میں ایسے راسخ کر دے کہ اس کے مرنے کے بعد شاگرد اسی ڈگری پر قائم رہیں اور اُستاد کے خیالات کو عملی جامہ پہنائیں لیکن نبی صرف نبی نہیں بلکہ خاتم النبیین کے تلامذہ آپؐ کے وصال کے فوراً بعد آپ کا سبق بھلا دیں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کیا آپؐ کی ذاتِ گرامی اس قدر معمولی قوتِ تاثیر سے بھی خالی تھی؟ (استغفر اللہ)

پھر تقریباً سوا لاکھ افراد میں سے چند گنے چنے افراد تو لائق شاگرد ثابت ہوں اور باقی سب نالائق۔ کیا دنیا جہان کی قدیم و جدید تاریخ میں کوئی ایسا "شاندار" ریکارڈ دکھایا جاسکتا ہے؟ یا اس ذلت کے الزام کے لیے اللہ کے حبیبؐ کے سوا ان مہربانوں کو اور کوئی ملا ہی نہیں؟

پھر جس اُستاد کے اس قدر لاکھوں شاگرد ناکارہ ہوں اُن میں چند کو مُستثنےٰ کیا جاتا ہے، ان کے لائق ہونے کی کیا ضمانت ہے؟ ممکن ہے ان لاکھوں کی طرح یہ چند شاگرد بھی امتحان میں فیل ہوں، بہر حال "معصوم" نظر والوں کو سوچنا چاہیئے کہ اُستاد و شاگرد اور رسولؐ و اصحابؓ میں فرق پیدا کر کے انہوں نے نوبت کہاں تک پہنچائی ہے؟ کہ ایک کی عداوت دُوسرے کے انکار کا باعث بنی جا رہی ہے۔ ہاں اگر در پردہ مقصد ہی یہ ہو کہ رسالت کا انکار کر دیا جائے۔ (جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے) تو پھر کوئی بحث ہے نہ شکایت۔

(۳) ایک مصلح کا کمال یہ ہے کہ جو لوگ اس کے حلقۂ تربیت میں آ جائیں اُن میں اس کے اصلاح کا اثر کامل طور پر موجود ہو، اگر اصلاح کا اثر کسی مصلح کے گرد جمع ہو جانے والوں میں قطعاً نہ پایا جائے یا اثر موجود تو ہو لیکن دیر پا نہ ہو تو ایسے شخص کو مصلح شاید کہہ لیا جائے لیکن اس کو باکمال مصلح نہیں کہا جا سکتا۔

ہمارا ایمان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کے اکمل ترین مصلح ہیں، قیامت تک اس امت میں اصلاح کے جس قدر بھی سلسلے پائے جائیں گے اُن سب کا مرکز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے اور جس طرح اللہ رب العزت نے آپؐ کو تمام دیگر کمالات سے پورے طور پر عنایت فرمایا۔ اب اگر حقائق سے آنکھیں بند کر کے یہ کہہ دیا جائے کہ رسولِ کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کی شانِ مصلحت کا پرتو صرف معدودے چند حضرات پر پڑا باقی تمام حضرات محروم ہی رہے یا اس سے متاثر ہی نہیں ہوئے، تو کوئی انصاف والا اگر موجود ہے تو بتلائے کہ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلحانہ کمالات کی تعظیم ہے یا تنقیص —؟

اِس دور میں اگر کوئی آپؐ کا پیرو اصلاح و تجدید کا جذبہ لیکر اٹھتا ہے اور چند ہی روز میں اپنی مخلصانہ جد و جہد سے لاکھوں انسانوں کی کایا پلٹ کر دیتا ہے تو اسکے اثرات بھی برسوں نہیں صدیوں تک فنا نہیں ہوتے اور ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ فیض ہوتا ہے آقائے مدنیؐ کی اطاعت و اتباع کا، تو خود سرکارِ مدینہؐ کے مصلحانہ کمالات کا اثر اور نتیجہ کیا ہونا چاہیئے؟ —— لوگ کہنے کو تو ایک بات مُنہ سے نکال دیتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اس کے نتائج کیا ہونگے اور اس کا اثر کہاں کہاں تک پہنچے گا؟ —— کسی قدر بھی عمیق نظر سے کام لیا جائے تو یہ بات صاف طور پر واضح ہو جائیگی کہ صحابۂ کرامؓ کی عداوت اور انکے انکارِ ایمان کے پردہ میں اعتقادِ رسالت کی بُنیادیں متزلزل ہیں جس شخص کو رسالت و نبوت پر اعتماد ہو وہ صحابۂ کرامؓ کی عقیدت سے کبھی خالی نہیں ہو سکتا

ایمان کی علامت

امام مجاہدِ اسلام حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر اور عبدالرحمٰن اور سعد اور سعید اور ابوعبیدہ اور ابوہریرہ اور انس اور بلال اور معاویہ اور سوا ان کے سب مہاجر مکہ اور انصارِ مدینہ کے اور جہاد کرنے والے حضرت کے ساتھ مل کر جو احد اور بدر اور حدیبیہ اور خیبر وغیرہ کی لڑائیوں میں حضرت کے شریک تھے بالعموم اور جس مسلمان نے ۔۔۔۔ حضرت سے ملاقات کی اور اسی ملاقات کے عقیدے پر وفات پائی وہ سب ہی اصحاب ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ ان کی ثنا اور صفت اور خوبیاں قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں۔

ان سے محبت رکھنا اور ان کی راہ پر چلنا ایمان کی علامت اور نشانی ہے۔ پھر جو کوئی ان کو برا جانے یا ان کو نہ مانے تو اس نے گویا قرآن و حدیث کا انکار کیا۔ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور بی بی خدیجہ اور حفصہ اور عائشہ اور بی بی زینب اور بی بی ام سلمہ اور بی بی ام حبیبہ اور بی بی جویریہ اور بی بی میمونہ اور بی بی ریحانہ زید کی بیٹی اور بی بی ریحانہ شمعون کی بیٹی اور بی بی ماریہ قبطیہ وغیرہ حضرت کی بیبیاں اور فاطمہ زہرا اور رقیہ اور ام کلثوم حضرت کی بیٹیاں اور علی مرتضیٰ اور حضرت عثمان باحیا حضرت کے داماد اور ام کلثوم وغیرہ حضرت کی نواسیاں اور حسن کو بیٹا کر کے پالا تھا حضرت نے، اور اسامہ اور ان کا بیٹا وغیرہ اور ان کی اولاد یہ سب رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت کے اہل بیت اور عترت میں داخل ہیں۔ ان کی محبت رکھنا اور ان کے راہ اور رویے کو اختیار نہ کرنا اسلام اور ایمان کے نقصان میں ہے۔ اس واسطے کہ ان کی تعریف اور مدح خصوصاً اور عموماً قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔

جو شخص معاذ اللہ ان کو برا جانے اس نے گویا قرآن و حدیث کا انکار کیا۔ پھر اس کا سوائے دوزخ کے کہاں ٹھکانہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کا مالک خالق ہے اس کی محبت رکھنا اور اس کے حکم پر چلنا فرض ہے اور اس کا حکم ہے کہ میرے محبوب رسول مقبول کی محبت رکھو اور اس کے

کہنے پر چلو تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت فرض عین ہوئی۔

سو قطع نظر اور دلیلوں سے جس کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ہوگی تو وہی شخص اُن سے بھی محبت کریگا جن سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت رکھی تھی اور یہ بے شک وشبہ یقینی بات ہے کہ جو مسلمان حضرت کے ساتھ رہتے تھے اور صلاح ومشوروں میں شریک ہوتے تھے، دین مسلمانی کا انہیں کی کوششوں سے جاری ہوا حضرت کے وقت میں اور بعد حضرت کے گویا وہ لوگ پیغمبری کے کام میں مددگار تھے۔

اور جو شخص حضرت کے گھر کے تھے، بیبیاں اور اولاد اور نواسے وغیرہ جن کا ذکر اوپر مذکور ہوا ان سب سے حضرت کو محبت تھی۔ بلکہ سارے مکہ اور مدینہ کے مسلمانوں سے بلکہ بالکل ملک عرب سے محبت تھی تو جس کو حضرت سے محبت ہوگی وہ ان سب کی بھی محبت رکھے گا پھر ان اصحاب اور اہلبیت کی تعظیم کرے گا اور راہ اور رویہ ان کا اختیار کرے گا پھر جس قدر اس کو حضرت سے زیادہ محبت ہوگی اسی قدر ان سب سے بھی اس کو محبت زیادہ ہوگی۔

اور جاننا چاہیئے کہ حضرت کے اصحاب یا اہل بیت اگر برے ٹھہریں تو مسلمانی کا دین بھی جھوٹا ٹھہرے اس واسطے کہ قرآن اور حدیث مسلمانی کی بنیاد، انہیں کے واسطہ سے پچھلے لوگوں کو پہنچا۔ پھر اگر وہ برے تھے تو ان کی بتائی ہوئی قرآن وحدیث کا کیا اعتبار ـــ اور جب قرآن وحدیث بے اعتبار ہو گیا تو دین مسلمانی سب جھوٹ ٹھہرا۔ تو جو شخص ان کو برا جانے وہ گویا اپنے آپ کو مسلمان نہیں جانتا اور اپنے ایمان ہی سے انکار کرتا ہے بلکہ دین اسلام کا انکار کرتا ہے۔

اصحاب اور اہل بیت کی خوبیاں اور بزرگیاں قرآن وحدیث میں بہت مذکور ہیں۔ اس مقام پر کئی آیتیں اور حدیثیں مذکور ہوئی ہیں۔ سچے مسلمان کا عقیدہ درست کرنے کے واسطے اس قدر بھی کافی ہے ـــ سننا چاہیئے۔

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِيْنَ

(ترجمہ) فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ اعراف میں کہ میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو سو وہ لکھ دوں گا ان کو جو ڈر رکھتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور جو ہماری باتیں یقین کرتے ہیں جو تابع ہوتے ہیں

يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ۔

اس رسول کے جو نبی ہے امی جس کو پاتے ہیں اپنے پاس لکھا ہوا توراۃ اور انجیل میں بتاتا ہے ان کو نیک کام اور منع کرتا ہے بُرے کاموں سے اور حلال کرتا ہے۔

ف : یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چند میری رحمت سب چیز کو شامل ہے مگر خاص کر کے ان لوگوں کے واسطے وہ رحمت لکھ دوں گا۔ جو لوگ امی نبی پر یقین لائے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور انکی رفاقت کی کہ ہجرت میں ان کا ساتھ دیا کہ مکہ سے گھر چھوڑ کر حضرت کے ساتھ مدینے کو گئے اور وہ لوگ جنہوں نے مدینہ میں پیغمبر کو جگہ دی اور مدد کی اور قرآن نورانی جو پیغمبر کے ساتھ نازل ہوا، اس کے تابع ہوئے اور اللہ سے ڈرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خدا کے حکم پر یقین کرتے ہیں اور اپنے نبی کا حال توریت اور انجیل میں دیکھ کر نبی پر ایمان لائے، کہ وہ نبی ان کو نیک کام بتاتا ہے اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہے۔ اور پاک چیزیں حلال بتاتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام کہتا ہے اور گناہوں کے بوجھ ان پر لدے ہوئے تھے اور باپ دادا کے رسوم کو پھانسیاں جو ان کے گلے میں تھیں، سو اتارتا ہے۔ سو وہ لوگ مراد کو پہنچے کہ جنتی ہوئے ..... پھر اب جو کوئی ان کو بُرا کہے اور ان پر طعن کرے تو گویا اللہ کی رحمت پر طعن کرتا ہے اور اس آیت کا منکر ہے۔

قصرِ دین کے ستون

مجید لاہوری مرحوم

مدح کی ہے جن کی خود اللہ نے قرآن میں
ہیں ثنا خواں سرورِ عالمؐ بھی جن کی شان میں
عزم میں جن کے نہاں تھا رازِ توقیرِ اُمم
جن کی تدبیریں بنیں تعمیرِ تقدیرِ اُمم
موت تھی اک کھیل جن مردانِ غازی کے لئے
سر بکف تھے دین حق کی سرفرازی کے لئے
جن کا شیوہ تھا حیا اور صدق تھا جن کا شعار
حال کو جن کے تھی شامل رحمتِ پروردگار
جن کو میدانِ وغا میں تھی نہ فکرِ بیش وکم
ہر قدم پر فتح و نصرت بڑھ کے لیتی تھی قدم
جن کی ہمت نے بنایا مفلسوں کو شہریار
جن کی جرأت نے بڑھایا دینِ قیمّ کا وقار
بے نوائی کو دیا دونوں جہانوں کا خراج
پاؤں میں روندے سلاطین جہاں کے تخت و تاج
دینِ محبوبِ خدا ہے قصر کی مانند اگر
تو ستوں ہیں حیدرؓ و صدیقؓ، عثمانؓ و عمرؓ

کمالاتِ نبوّت کے آئینہ دار

از حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ وَبَعْدُ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو پہچاننے کے لئے حضرات صحابہؓ ہی کی زندگی معیار ہو سکتی ہے کیونکہ یہی وہ مقدس طبقہ ہے جس نے براہِ راست فیضانِ نبوت سے نور حاصل کیا اور اسی پر آفتابِ نبوت کی کرنیں بلا کسی حائل و حجاب کے بلا واسطہ پڑیں۔ اس لئے قدرتی طور پر جو ایمانی حرارت اور نورانی کیفیت ان میں آ سکتی تھی وہ بعد والوں کو میسّر آنی طبعاً ناممکن تھی۔ اس لئے قرآن حکیم نے من حیث الطبقہ اگر کسی پورے کے پورے طبقہ کی تقدیس کی ہے تو وہ صحابہ کرامؓ ہی کا طبقہ ہے۔ اس نے انہیں مجموعی طور پر رَاضی و مَرضی اور رَاشِد و مُرشَد فرمایا، ان کے قلوب کو تقویٰ و طہارت سے جانچا پرکھا، بتلایا اور انہیں کے رکوع و سجود کے نورانی آثار کو جو ان کی پیشانیوں پر بطور گواہ نمایاں تھے ان کی عبودیت اور ہمہ وقت سرِ نیاز خم کئے رہنے کی شہادت کے طور پر پیش فرمایا۔ اس لئے امت کا یہ اجماعی عقیدہ مسلسل اور متواتر چلا آ رہا ہے کہ صحابہؓ کل کے کل عدول و متقی ہیں، ان کے قلوب و نیّات کھوٹ سے بری ہیں اور ان کا اجماع شرعی حجت ہے جس کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اس لئے بہرحال صحابہؓ ہی کے مقدس طبقہ کو بلا جھجک کہا جا سکتا ہے کہ وہ کمالاتِ نبوت کے آئینہ دار اور جمالاتِ رسالت کا مظہر اتم ہے۔ حضورؐ کے عاداتِ کریمہ، خصائلِ حمیدہ، شمائلِ فاضلہ، اخلاقِ عظیمہ اور شریعت کے تمام مسائل و دلائل اور حقائق و آداب کا علماً و عملاً سچا ترجمان ہے اور اس لئے ان کی راہ کا اتباع ایک بے غل و غش اور مطمئن راستہ ہے جو امت کو ہر گمراہی سے بچا سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

من کان مستنا فلیستن بمن قدمات فان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ اولٰئک

اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ھٰذہ الامۃ ابرھا قلوبا و اعمقھا علما و اقلھا تکلفا اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوھم علیٰ اثرھم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم وسیرھم فانھم کانوا علی الھدیٰ المستقیم۔ (رواہ رزین، مشکوٰۃ ص۳۲)

(ترجمہ) "جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے وُہ ان کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں اور وُہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہیں جو اس اُمت کا سب سے افضل ترین طبقہ ہے قلوب ان کے پاک تھے علم ان کا گہرا تھا تکلف و تصنع ان میں کالعدم تھا اللہ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کے برپا کرنے کے لئے چن لیا تھا اس لئے ان کی فضیلت و برگزیدگی کو پہچانو ان کے نقشِ قدم پر چلو اور طاقت بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو مضبوط پکڑو اس لئے کہ وہی ہدایت کے سیدھے راستے پر تھے"۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس زندگی کے ہر شعبے کے ہر پہلو کی خیر کی جامع تھی اور ذات بابرکات کو حق تعالیٰ نے سارے ہی علمی و عملی کمالات کا منتہا اور آخری نقطہ فیض بنایا تھا ممکن نہ تھا کہ اُمت کا ہر ہر طبقہ جس کی قابلیتیں اور علمی و عملی صلاحیتیں کم و بیش اور متفاوت اور ذہنی پروازیں الگ الگ تھیں کسی طبقہ پر علم کا غلبہ کسی پر زہد کا کسی پر تقویٰ و طہارت کا غلبہ کسی پر افادہ و ارشاد کا کسی پر خلوت کا تو کسی پر جلوت کی جلوہ آرائی کا پھر معاشرتی لائنوں میں کسی میں تجارت کا ذوق اور کسی میں صنعت و حرفت کا، کسی میں ملازمت کا شوق اور کسی میں دوسرے کاروبار کا۔ ضروری نہ تھا کہ ہر ہر طبقہ نبوت کے ہر ہر رُخ کو پورے پورے غلبہ اور یکسانیت کے ساتھ اپنی اپنی مخصوص زندگیوں کا جوہر بنا سکے اور براہِ راست اس تک پہنچ سکے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے ان مظاہرِ نبوت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہر ہر طبقہ کے افراد جمع فرما دیئے تھے ان میں امیر بھی تھے اور غریب بھی، تاجر بھی تھے اور کاشتکار بھی، صناع بھی تھے اور اہل حرفہ بھی، مزدور بھی تھے اور سرمایہ دار بھی، قاضی و مفتی بھی تھے اور معلم و مدرس بھی، داعی بھی تھے اور مُبلغ بھی، مجاہد بھی تھے اور غازی بھی، حکام بھی تھے اور محکوم بھی، ملازمت پیشہ بھی تھے اور یکسو بھی، خلوت پسند بھی تھے اور جلوت دوست بھی، اربابِ اقتدار

بھی تھے اور پبلک مین بھی، صف شکن بھی تھے اور نفس کش، خواص بھی تھے اور عوام بھی غرض ہر درجہ اور ہر لائن کے لوگ اس مقدس طبقہ میں منجانب اللہ مہیا تھے مگر قدر مشترک ان سب میں کمال دین کمال اخلاص، کمال تقوی، کمال اتباع سنت اور کمال محبت خدا و رسول تھا جو روح کی طرح ان کے تمام عادات و افعال اور سارے ہی اخلاق و شمائل میں دوڑا ہوا تھا جس سے وہ ہر وقت سرشار اور اس کے عرفانی نشہ میں مست و مستغرق تھے۔ ان کی تجارت و ملازمت، صنعت و حرفت دولت و شوکت، امارت و عزیمت، عبادت و ریاضت، جہاد و دعوت، دین و دیانت کے معیاری مقام سے ذرہ بھر بھی گری ہوئی یا ہٹی ہوئی نہ تھی اور بالفاظ دیگر اتباع و اخلاص کی وجہ سے سرتا پا دین ہی دین تھی۔ اس لئے دین کے اتباع کے ساتھ دنیا کے جس طبقہ پر دین کا جو رنگ بھی غالب ہو اور وہ دیانت کے جس رنگ میں بھی اپنی زندگی گزارنا چاہے اُسے صحابہؓ کی زندگی میں وہ نمونہ مل جائے گا جو اس دائرہ کی سنت نبوی سے مستنیر ہو گا اور اس کی پیروی کر کے ایک انسان جس شعبۂ زندگی میں بھی بڑھنا چاہے اتباع سنت کے دائرے سے باہر نہ ہو گا۔ پس حق تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا فضل ہے کہ اس جامع دین کے دریا کے جو مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا ہے، گھاٹ ہزاروں بنا دیئے جو ہر سمت اور ہر گوشہ میں ہیں ان کی سمتیں مختلف ہیں، رُخ الگ الگ ہیں لیکن پانی ایک' اس کا ذائقہ ایک اور اس کی خوشبو واحد ہے۔ اگر اس عالمی دریا کا ایک ہی گھاٹ اور ایک ہی مشرب (جائے آبِ نوش) ہوتا اور مشرق و مغرب کے لوگ پابند کئے جاتے کہ وہ اسی ایک گھاٹ پر پہنچ کر پانی پئیں اور جمع کریں تو اس عالمی اُمت کے لئے زندگی دوبھر اور وبال جان ہو جاتی۔ اس لئے حق تعالیٰ نے صحابہؓ کی زندگی کے اتنے ہی نمونے بنا دیئے جتنے زندگی کے گوشے اور اللہ تک پہنچنے کے رُخ ہو سکتے ہیں تاکہ اپنے اپنے ذوق کے مطابق ہر ہر اُمتی ان مختلف الجہات مشربوں اور رخوں سے اسلام کا آبِ حیات پیتا ہے اور اپنی روح کو سیراب کرتا ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ کی زندگیوں پر چلیں اور ان زندگیوں کو پیش کر کے دنیا کو اس پر چلائیں، کہ یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زریں نصیحت کی بھی پیروی اور کتاب و سنت کا صحیح اتباع ہے۔

صحابہ کرامؓ

نبیؐ کے صحابہؓ ہیں مثلِ نجوم
ہوئے زیرِ حکم ان کے ایران و روم

تھے راحم وہ آپس میں بیشک سبھی
تھے باطل پہ غالب صحابِ نبیؐ

وہ دینِ متیں کے تھے بیشک ستوں
ملا ان کے دم سے جہاں کو سکوں

علَم چار سُو دیں کا لہرا دیا
جہاں نورِ حق سے منوّر کیا

یہ ارشادِ باری ہے قرآن میں
کہ بیشک بڑے ہیں سبھی شان میں

رہِ حق میں کردی فدا سب نے جاں
کیا دہر سے کذب کا گم نشاں

ابوبکرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ و عمرؓ
تھے کفّار کے واسطے شیرِ نر

بلالؓ و زبیرؓ و صہیبؓ و حسنؓ
رہے خدمتِ دیں میں با جان و تن

ہوئی ان سے کھیتی ہری دین کی
مساعی سے ان کی جہالت مٹی

منوّر تھے دل نورِ ایمان سے
فدا دین پر تھے دل و جان سے

پتنگے تھے شمعِ رسالت کے وہ
تھے حق دار اس کی نیابت کے وہ

رہے ان سے راضی خدا و نبیؐ
ہے نام ان کا جنت میں لکھا جلی

کرے کیوں نہ انورؔ اب ان کی ثنا
جو کرتے رہے دیں پہ جانیں فدا

حافظ نور محمد انورؔ

دینِ الٰہی کے پاسبان

از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین الذین شادوا الدین ونقلوا السنن والکتاب المبین الیٰ کافۃ المسلمین ۔

امابعد :۔ اللہ جل شانہٗ نے نبی اکرم رسول معظم فخر بنی آدم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے انس وجن کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپ نے تعلیم وتزکیہ کا فریضہ پوری طرح انجام دیا۔ اللہ کی کتاب کے الفاظ کی تعلیم دی۔ اس کے معانی اور احکام بتائے اور عملی طور پر بھی خود کرکے دکھایا اور بہت سے وہ احکام بتلائے جو وحی جلی یعنی قرآن میں منصوص نہ تھے ۔ آپ کی دعوت اور تعلیم وتبلیغ کا کام انجام دینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے صحابہ کو منتخب فرمایا۔ ان حضرات نے بہت ہی تکلیفیں اٹھائیں اور اسلام کے عقائد اور اصول وفروع کے پھیلانے اور پہنچانے میں جانوں کی بازی لگا دی ، جو دین ان کو ملا تھا اس کو محفوظ رکھا اور آگے بڑھایا اور عالم میں پھیلایا۔ ساری اُمت پر ان حضرات کا احسان ہے کہ اُمت تک پورا دین پہنچادیا ۔ یہ حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح نائب بنے۔ علم بھی سکھایا اور عمل کرکے بھی دکھایا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کے اخلاص کی قدردانی فرمائی ان کی محنتوں کو قبول فرمایا۔ قرآن مجید میں ان کی تعریف فرمائی اور ان سے راضی ہوجانے کی خوشخبری دی اور ان کے بلند درجات سے آگاہ فرمایا۔

اہلسنت والجماعت کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ ہے کہ بنی آدم میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد فضیلت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کا درجہ ہے ۔ حضرات صحابہ کرام اگرچہ معصوم نہیں ہیں لیکن ان کے گناہ مغفور ہیں۔ ان سے گناہ سرزد ہونے میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں اور ان خطاؤں کا صادر ہونا ان کے بلند مرتبہ کے منافی نہیں ہے۔ اور حضرات صحابہؓ کا ذکر صرف خیر ہی کے ساتھ کرنا درست ہے۔ ان میں

سے کسی کو بُرا کہنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے جو عقائد اہل سنت والجماعت کی ترجمان ہے کہ

ویکف عن ذکر الصحابۃ الّا بخیر لما ورد من الاحادیث الصحیحۃ فی مناقبھم ووجوب الکف عن الطعن فیھم۔

اور حضرات صحابہؓ کا ذکر صرف خیر کے ساتھ کرے کیونکہ ان کے مناقب ہیں اور ان پر طعن نہ کرنے کے واجب ہونے کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں۔

آج کل جوشِ تحقیق میں مجتہد اور مجدد ہونے کے دعویدار جو تھوڑی بہت شگفتہ اُردو لکھ لیتے ہیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کرنے کو اپنی امارت اور تجدید کا قابلِ فخر کارنامہ سمجھتے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کے اکابر نے تو یہ ارشاد فرمایا کہ حضرات صحابہ کا ذکر صرف خیر ہی کے ساتھ کیا جائے اور ان سے جو کوئی عملی خطا سرزد ہوگئی ہے اس کے بارے میں نہ صرف یہ کہ سکوت کیا جائے بلکہ اس کا اچھا محمل تلاش کر لیں اور اچھی طرح تاویل کر لیں۔ ان سے نہ خود بدگمان ہوں نہ دوسروں کو بدگمان ہونے دیں۔ لیکن ذوقِ تنقید کے خوگر حضرات صحابہؓ کو مطعون کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے۔ ہداہم اللہ تعالیٰ۔ دورِ حاضر کے بہت سے محقق تو اہلسنت والجماعت کے مسلک سے خارج ہونے کو کوئی بُری بات ہی نہیں سمجھتے اور بعض لوگ اہلسنت والجماعت سے اپنی نسبت کا ٹلنے کو پسند نہیں کرتے لیکن پھر بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف کتابیں لکھتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے محققین میں کوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کیچڑ اچھال رہا ہے اور کوئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدفِ ملامت بنا رہا ہے اور بعض لوگ اہل تشیع کے جواب میں ایسا انداز اختیار کرتے ہیں جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مطعون ہوتے ہیں۔ یہ لوگ تاریخ کے حوالوں سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی کچھ لغزشیں اور کوتاہیاں جمع کرکے اور کچھ ان کے آپس کے اختلاف اور جنگ کے واقعات کو سامنے رکھ کر اپنے ذوقِ تنقید کی تسکین کرتے ہیں۔ ہداہم اللہ تعالیٰ۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلافات اور باہمی جنگوں کے واقعات کو مشاجرات صحابہؓ کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے ان واقعات کے بارے میں حضرات سلف نے خاموشی اور کفِ لسان ہی کو واجب بتایا اور ان کا یہ بتانا اور فرمانا کتاب وسنت کے عین مطابق ہے۔

غور کرنے سے مجھے مشاجرات صحابہ کے متعلق اللہ جل شانہ نے بعض ایسے محامل القاء فرما دیئے جن کی وجہ سے ان کے بارے میں کوئی اشکال نہیں رہا اور نہ صرف یہ کہ اشکال باقی نہ رہا بلکہ دل میں یہ آیا کہ

اُمّت کی تعلیم کے لئے ان مشاجرات کا وجود میں آنا ضروری تھا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو اللہ جل شانہ نے بہت بڑی فضیلت بخشی ہے ان کو برائی سے یاد کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے جب کہ عام مسلمانوں کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، لاتسبّوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا یعنی مُردوں کو برائی سے یاد نہ کرو کیونکہ وُہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنی اپنی جگہ کو پہنچ چکے ہیں۔ (رواہ البخاری)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ مفتاح الجنۃ فی الاحتجاج بالسنۃ کے نام سے تحریر فرمایا ہے اس میں انہوں نے علامہ دینوری کی کتاب المجالسہ سے نقل کیا ہے کہ رافضیوں کے مذہب کی ابتداء اس طرح سے ہوئی کہ چند زندیقوں نے (اسلام کو لوگوں کی نظروں سے گرانے اور بدنام کرنے کے لئے) مشورہ کیا کہ اس بارے میں کیا کرنا چاہیئے۔ ان میں سے بعض نے رائے دی کہ مسلمانوں کے نبی کو (صلی اللہ علیہ وسلم) بُرا بھلا کہیں جب ان کی عظمت اور عقیدت گھٹے گی تو اس کا دین آگے بڑھنے میں بھی رکاوٹ ہو گی۔ اس پر ان کے سردار نے کہا کہ ایسا کریں گے تو ہم سب قتل کر دیئے جائیں گے (کیونکہ مسلمان اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے) پھر آپس میں مشورہ ہوا کہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کو بُرا بھلا کہنا چاہیئے اور ان سے علیحدگی اختیار کی جائے اور ان کو کافر کہا جائے۔ جب آپس میں یہ رائے پاس ہو گئی تو انہوں نے کہا کہ علی کے علاوہ سب صحابہ دوزخ میں ہیں۔ پھر کہنے لگے کہ علی ہی نبی تھے، جبرائیل سے وحی لانے میں خطا ہو گئی۔ (مفتاح الجنۃ ص۲۷)

یہ بات اس زمانہ کے زندیقوں نے پھیلائی اور اس کے قبول کرنے والے کچھ لوگ ہو گئے پھر سلسلہ آگے بڑھتے بڑھتے شیعت اور رافضیت ایک مذہب بن گیا ان کے نزدیک صحابہؓ سے بغض رکھنا اور ان کو گالیاں دینا اور ان سے بیزاری کا اعلان کرنا ہی سب سے بڑا دین ہے۔ زندیقوں نے جو یہ بات چلائی تھی درحقیقت اس میں بہت بڑا راز پوشیدہ ہے اور وُہ یہ کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کتاب اللہ کے نقل کرنے والے ہیں اور انہوں نے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نقل کی ہیں، کتاب اللہ اور سُنت رسول اللہ پر ہی سارے دین کی بنیاد ہے ان دونوں چیزوں کے نقل کرنے والوں پر اگر بالفرض اعتماد نہ ہو اور ان کو کافر مان لیا جائے (جیسا کہ روافض کہتے ہیں)، تو ان کی نقل کی ہوئی کتاب اور سُنت پر کیا بھروسہ ہو گا۔ جب کتاب و سُنت ہی

محفوظ نہ رہی تو دین کہاں رہا۔ دین حقیقی سے ہٹانے کے لئے اور اسلام کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کے لئے درحقیقت یہ بڑا حربہ ہے جو دشمنوں نے اختیار کیا۔

آج کل کے جو مصنفین اپنی تحقیق کے جوہر اس میں دکھاتے ہیں کہ حضرات صحابہ کو مطعون کریں اور ان کی لغزشوں کو جمع کریں۔ یہ لوگ اگرچہ یوں نہیں کہتے کہ ہم دشمنانِ اسلام ہیں لیکن دشمنوں کے ہاتھ میں تاریخ کی کتابوں سے مواد تلاش کر کے ہتھیار دے رہے ہیں اور دین کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے میں مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں نے دین اور علم دین اسلامی ذہن رکھنے والے اساتذہ سے حاصل نہیں کیا صرف مطالعہ کا علم رکھتے ہیں اور قرآن و حدیث کی نصوص سے بے خبر ہیں یا قصداً قرآن و حدیث کی تصریحات کو دیکھنے سے گریز کرتے ہیں تاکہ اس کے محقق اور ناقد ہونے پر اثر نہ پڑے اس لئے آزادی کے ساتھ جو چاہتے ہیں لکھ دیتے ہیں۔ جب ان کو احساس دلایا جاتا ہے کہ یہ طریقہ درست نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تاریخ کی کتابوں میں دیکھ لیا ہے حالانکہ تاریخ کی کتابیں ہر قسم کے رطب یابس سچی جھوٹی باتوں اور روافض و خوارج کی روایتوں سے بھرپور ہیں ان پر اعتماد کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ پھر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا کہ اس دنیا سے رخصت ہو جانے والوں کو برا مت کہو تو اس ارشاد کی خلاف ورزی کرنا کونسی دینداری اور سمجھداری ہے۔ یہ لوگ تو کتابیں لکھ کر دنیا سے چلے جائیں گے تحقیق اور تصنیف کے نام سے ان کی شہرت بھی ہو جائے گی اور اس طرح سے پیسے بھی بہت کچھ کما لیں گے لیکن دشمنانِ دین ان ہی کی کتابوں کے حوالے دیتے رہیں گے اور بے پڑھے مسلمانوں کو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بدظن کر کے ان کے دلوں میں اسلام کے عقائد اور اعمال اور ارکان و احکام میں تذبذب اور شک پیدا کرتے رہیں گے۔ بے پڑھے لوگ صرف ہل بیل چلانے والے ان پڑھ ہی نہیں پڑھے لکھے لوگ بھی بے پڑھوں میں شامل ہیں جو قرآن و حدیث سے بے بہرہ ہیں مگر ڈگریاں بڑی بڑی لئے پھرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس طرح کا ذوق تنقید رکھنے والے اپنے کو خادم اسلام اور اقامت دین کا داعی بھی کہتے ہیں لیکن اپنی تحریرات سے اسلام کو جو نقصان پہنچا رہے ہیں اس سے غافل یا متغافل ہیں۔ یہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ ایک مسلمان مؤرخ ہونے کے وقت بھی مسلمان ہی ہے تاریخ لکھتے وقت اس کو قرآن و حدیث کی نصوص کو سامنے رکھنا لازم ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو بات کسی کی شخصیت کے متعلق ہو اس کے راویوں کو جرح و تعدیل کے اصول پر پرکھ لیں۔ مجروح رواۃ کی روایت تو

رد کی ہی جاتی ہے ثقہ راویوں کی کوئی روایت اگر نصوص قرآن و احادیث مشہورہ اور اجماع امت کے خلاف پڑتی ہو تو اس کو بھی رد کیا جاتا ہے۔ یہ اصولی بات ہے جس سے یہ محققین آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان لوگوں کے ہم نوا یہ بات اٹھائیں کہ پرانے مورخین جنہوں نے عربی میں کتابیں لکھیں انہوں نے ایسی باتیں کیوں جمع کیں جن سے حضرات صحابہ کرام میں سے کسی کی شخصیت پر حرف آتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جن حضرات صحابہ نے تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں انہوں نے ان حضرات کی بہت زیادہ صحیح تعریف لکھ کر ایک آدھ بات ایسی بھی لکھ دی ہے جس سے کوئی نقص کا پہلو نکلتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ تاریخی روایات معتبر نہیں یعنی جو چیز جرح تعدیل کے بغیر لکھی گئی ہو وہ لائق اعتبار نہیں۔ پھر ان حضرات نے یہ کتابیں عربی میں لکھی تھیں دور حاضر کے محقق اول تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی لغزشیں ہی تلاش کرتے ہیں اور انہیں کو چھانٹ کر ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور لکھنے کے بعد یہ نہیں لکھتے کہ یہ چیزیں بے سند ہیں یا غیر معتبر راویوں سے مروی ہیں، بلکہ (حد تو یہ ہے کہ) ان کو یاد کرانے کے لئے پورا زور قلم خرچ کرتے ہیں جس سے امت میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بے اعتقادی بلکہ بد اعتقادی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

سیدنا حضرت حذیفہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

تم اگلوں (صحابہ کرامؓ) کے نقش قدم پر چلو، میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگلوں کی پیروی کرو گے تو ہدایت میں بازی لے جاؤ گے۔ اور اگر ان کے راستے سے ہٹ کر دائیں بائیں چلنے لگو گے تو بڑی گمراہی کا شکار ہو جاؤ گے۔ (العلم والعلماء ص۱۹۱)

مدحِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

میرے سینے میں جو سوزِ نہاں ہے — صحابہؓ کی محبت کا نشاں ہے
دلوں میں چار یاروں کی محبت — نویدِ لطف و عیشِ جاوداں ہے
ہمارا کاروانِ دین و ملت — انہی کی رہنمائی میں رواں ہے
صحابہؓ پر تصدق جاں ہماری — صحابہؓ کی محبت حرزِ جاں ہے
ملی منزل انہی کی روشنی سے — وجود ان کا مثالِ کہکشاں ہے
سلامت کس طرح منزل پہ پہنچے — رواں بے بدرقہ جو کارواں ہے
صحابہؓ مقتدیٰ، ہم مقتدی ہیں — یہی اپنی سعادت کا نشاں ہے
شریعت ہے اگر جسمِ مقدس — صحابہؓ کا عمل روح و رواں ہے
عقیدت چار یارانِؓ نبیؐ سے — صلہ اس کا بہشتِ جاوداں ہے
نہ ہو شامل جو کردارِ صحابہؓ — شریعت ناتواں و نیم جاں ہے
صحابہؓ کی ہے سیرت جزوِ ایماں — اسی پر ختم اپنی داستاں ہے

خدا کا شکر ہے سرورؔ کہ تیرا
قلم مدحِ صحابہؓ میں رواں ہے

جناب سرور میواتی - لاہور

مقامِ صحابہؓ تاریخ کے آئینہ میں

ازحضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے صحابہؓ کی تاریخ کا نقشہ کس ایجاز سے کھینچا ہے، اسے دیکھئے۔

"محبتِ ایمان کی اس آزمائش میں صحابہؓ کرامؓ جس طرح پورے اترے اس کی شہادت تاریخ نے محفوظ کر لی اور وہ محتاجِ بیان نہیں، بلا شائبہ و مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں انسانوں کے کسی گروہ نے کسی انسان کے ساتھ اپنے سارے دل اور اپنی ساری روح سے ایسا عشق نہیں کیا ہوگا جیسا صحابہؓ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے راہِ حق میں کیا، انہوں نے اس محبت کی راہ میں وہ سب کچھ قربان کر دیا جو انسان کر سکتا ہے اور پھر اسی کی راہ سے سب کچھ پایا جو انسانوں کی کوئی جماعت پا سکتی ہے۔"

شرح مقام — وَرَضُوا عَنْہُ

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوا عَنْہُ "اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے" اس مقام کا ایک پہلو قابلِ غور ہے جس پر لوگوں کی نظریں نہیں پڑیں یعنی وَرَضُوا عَنْہُ پر کیوں زور دیا گیا؟ اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ اللہ ان سے خوشنود ہوا کیونکہ ان کے اعمال اللہ کی خوشنودی ہی کے لیے تھے۔ یہ بات خصوصیت کے ساتھ کیوں کہی گئی کہ وہ بھی اللہ سے خوشنود ہوئے۔

اس واسطے کہ ایمانی و اخلاص کا اصلی مقام بغیر اس کے نمایاں نہیں تھا۔

انسان جب کبھی کسی مقصد کی راہ میں قدم اٹھاتا ہے اور مصیبتوں سے دوچار ہوتا ہے تو دو طرح کی حالتیں پیش آتی ہیں، کچھ لوگ جوانمرد اور باہمت ہوتے ہیں وہ بلا تامل ہر طرح کی مصیبتیں جھیلتے ہیں لیکن ان کو جھیلنا جھیل لینا ہی ہوتا ہے، یہ بات نہیں ہوتی کہ مصیبتیں نہ رہی ہوں عیش و راحت ہو گئی ہوں کیونکہ مصیبت پھر مصیبت ہے، باہمت آدمی کڑوا گھونٹ بغیر کسی جھجک کے پی لے گا لیکن اس کی کڑواہٹ کی بدمزگی محسوس کرے گا لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں صرف

باہمت ہی نہیں کہنا چاہیے بلکہ اس سے بھی زیادہ کچھ کہنا چاہیے۔ ان میں صرف ہمت و جوانمردی ہی نہیں بلکہ عشق و شیفتگی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے وہ مصیبتوں کو مصیبتوں کی طرح نہیں جھیلتے بلکہ عیش و راحت کی طرح ان سے لذت و سرور حاصل کرتے ہیں۔ راہِ محبت کی ہر مصیبت ان کی عیش و راحت کی ایک نئی لذت بن جاتی ہے۔ اگر اس راہ پر کانٹوں پر لوٹنا پڑے تو کانٹوں کی چبھن میں انہیں ایسی راحت ملتی ہے جو کسی کو پھولوں کی سیج پر لوٹ کر نہیں مل سکتی حتی کہ اس راہ کی مصیبتیں جس قدر بڑھتی جاتی ہیں اتنی ہی زیادہ ان کے دل کی خوشحالیاں بھی بڑھتی جاتی ہیں۔ ان کے لئے صرف اس بات کا تصور کہ یہ سب کچھ کسی کی راہ میں پیش آرہا ہے اور اس کی نگاہیں ہمارے حال سے بے خبر نہیں عیش و سرور کا ایک ایسا بے پایاں جذبہ پیدا کر دیتا ہے کہ اس سرشاری میں جسم کی کوئی کلفت اور ذہن کی کوئی اذیت محسوس ہی نہیں ہوتی۔

یہ بات سننے میں عجیب معلوم ہوتی ہوگی لیکن فی الحقیقت اتنی عجیب حالت نہیں بلکہ انسانی زندگی کے معمولی واردات میں سے ہے اور عشق و محبت کا مقام تو بہت بلند ہے۔ بوالہوسی کا عالم بھی ان واردات سے خالی نہیں۔

ع حریف کاوش مژگان خونریزش نہ ناصح ❊ بہ دست آور رگِ جان و نشتر را تماشا کن

سابقون الاولون کی محبت ایمانی کا یہی حال تھا۔ ہر شخص جو ان کی زندگی کے سوانح کا مطالعہ کرے گا بے اختیار تصدیق کرے گا کہ انہوں نے راہِ حق کی مصیبتیں صرف جھیلی ہی نہیں بلکہ دل کی پوری خوشحالی اور روح کے کامل سرور کے ساتھ اپنی پوری زندگیاں ان میں بسر کر ڈالیں۔ ان میں سے جو لوگ اول دعوت میں ایمان لائے تھے ان پر شب و روز کی جانگاہیوں اور قربانیوں کے پورے ۲۳ برس گزر گئے لیکن اس تمام مدت میں کہیں سے بھی یہ بات دکھائی نہیں دیتی کہ مصیبتوں کی کڑواہٹ ان کے چہروں پر کبھی کھلی ہو۔ انہوں نے مال و علائق کی ہر قربانی اس جوش و مسرت کے ساتھ کی گویا دنیا جہان کی خوشیاں اور راحتیں ان کے لئے فراہم ہو گئی ہیں اور جان کی قربانیوں کا وقت آیا تو اس طرح خوشی خوشی گردنیں کٹوا دیں گویا زندگی کی سب سے بڑی خوشی زندگی میں نہیں موت میں تھی۔

(ترجمان القرآن حصہ دوم صـ۱۴۳)

مشاجراتِ صحابہؓ میں

مستشرقین کے اعتراضات کا جواب

مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

اس زمانے میں جن اہلِ قلم نے مصر اور پاک و ہند میں مشاجرات صحابہ کے مسئلہ کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا اور اس پر کتابیں لکھی ہیں۔ ان کے پیش نظر دراصل آج کل کے مستشرقین اور ملحدین کا دفاع اور جواب دہی ہے جس کو انہوں نے اسلام کی خدمت سمجھ کر اختیار کیا ہے۔

اس وقت جب کہ عام مسلمانوں میں اپنی تعلیم کے فقدان اور نئی ملحدانہ تعلیم کے رواج نے خود مسلمانوں کے بہت بڑے طبقے کو اسلام اور عقائد اسلام اور احکام اسلام سے بیگانہ کر رکھا ہے۔ اسلاف کا ادب و احترام ان کے ذہنوں میں ایک بے معنی لفظ ہو کر رہ گیا ہے اسی کا نام آزادیٔ خیال رکھا گیا ہے۔ مستشرقین اور ملحدین جو ہمیشہ سے اسلام پر مختلف جہات سے حملے کرنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

انہوں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر اسلام پر اس رُخ سے حملہ شروع کیا کہ عوام میں صحابہ کرامؓ کے متعلق ایسی باتیں پھیلائی جائیں جن سے صحابہ کرامؓ کا اعتماد و اعتقاد جو مسلمانوں کے دلوں میں ہے وہ نہ رہے اور جب اس مقدس گروہ سے اعتماد اٹھ گیا تو پھر ہر بے دینی کے لئے راستہ ہموار ہو گیا اس مقصد کے لئے انہوں نے مسلمانوں ہی کی کتب تاریخ پر ریسرچ اور تحقیق کے نام سے شروع کیا۔ اور کتب تواریخ جو صحیح و سقیم ہر طرح کی روایات پر مشتمل ہیں اور جن میں روافض و خوارج کی روایتیں بھی شامل ہیں ان میں سے چن چن کر وہ حکایات و روایات منظر عام پر لائے جن سے اس مقدس گروہ کی حیثیت اقتدار پسند لیڈروں سے کچھ زائد نہیں رہتی اور ان میں بھی ان کی زندگی کو ایک گھناؤنی تصویر میں پیش کرنے لگے۔

ہمارا نو تعلیم یافتہ طبقہ جو اپنے گھر کی چیزوں سے بے خبر اور اسلام کے ضروری عقائد و احکام سے ناواقف کر دیا گیا ہے وہ مستشرقین کی کتابیں شوق سے پڑھتا ہے اور بد قسمتی سے ان کی بحثوں کو ہی ایک

علم سمجھ کر پڑھتا ہے وُہ مستشرقین اور ملحدین کے اس دام میں آنے لگے۔

یہ دیکھ کر مسلمانوں میں سے کچھ اہلِ قلم نے ان کے دفاع کے لئے کام شروع کیا۔ اور یہ بلاشبہ اسلام کی ایک خدمت تھی جو زمانہ قدیم سے علم کلام متکلمین اسلام کرتے آئے ہیں۔

لیکن اس کام کا جو طریقہ اختیار کیا وُہ اصولاً غلط تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وُہ خود ان کے دام میں آ گئے۔ اور صحابہ کرامؓ کے تقدس اور پاکبازی کو مجروح اور اس مقدس گروہ کو بدنام کرنے کا جو کام مستشرقین اور ملحدین نہیں کر سکے تھے کہ حقیقت شناس مسلمان بہرحال ان کو دشمن اسلام جان کر ان پر اعتماد نہ کرتے تھے۔ وُہ کام ان مصنفین کی کتابوں نے پورا کر دیا۔

وجہ یہ ہے کہ کسی بھی شخصیت کو مجروح کرنے اور اس پر کوئی الزام ثابت کرنے کے لئے اسلام نے جرح و تعدیل کے خاص اصول مقرر فرمائے ہیں جو عقلی بھی ہیں اور شرعی بھی۔ جب تک الزام کو جرح و تعدیل کے اس کانٹے میں نہ تولا جائے اس وقت تک کسی بھی شخصیت پر کوئی الزام عائد کرنا اسلام میں جرم اور ظلم ہے۔ یہاں تک کہ جو شخصیتیں ظلم و جور میں معروف ہیں ان پر بھی کوئی خاص الزام بغیر ثبوت و تحقیق کے لگا دینے کو اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ بعض اکابر امت کے سامنے کسی نے حجاج بن یوسف ثقفی پر جس کا ظلم و جور دنیا میں معروف و متواتر ہے کوئی تہمت لگائی تو اس بزرگ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اس کا ثبوت شرعی موجود ہے کہ حجاج بن یوسف نے یہ کام کیا ہے۔ ثبوت کوئی تھا نہیں۔ نقل کرنیوالے نے حجاج کے بدنام معروف بالفسق ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھی کہ اس کا ثبوت مہیا کرے۔

اس مقدس بزرگ نے فرمایا کہ خوب سمجھ لو کہ حجاج اگر ظالم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ہزاروں کشتگان ظلم کا انتقام لے گا تو اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ حجاج پر اگر کوئی غلط تہمت لگائے گا تو اس کا بھی انتقام اس سے لیا جائے گا۔ رب کا قانونِ عدل اس کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص گنہگار فاسق بلکہ کافر بھی ہے تو اس پر جو چاہو الزام اور تہمت لگا دو۔

اور جب اسلام کا یہ معاملہ عام افراد انسان یہاں تک کہ کفار و فجار کے ساتھ بھی ہے تو اندازہ لگائیے کہ جس گروہ یا جس فرد نے اللہ و رسول پر ایمان لانے کے بعد اپنا سب کچھ ان کی مرضی کے لئے قربان کیا ہو اور اپنے ایک ایک قدم اور ایک ایک سانس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل کو وظیفہ زندگی بنایا ہو جن کے مقام اخلاق اور عدل و انصاف کی شہادتیں دشمنوں نے

بھی دی ہوں ان کے متعلق اسلام کا عادلانہ قانون اس کو کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ ان کی مقدس ہستیوں کو بدنام کرنے اور ان پر الزامات لگانے کی لوگوں کو کھلی چھٹی دے دے کہ کیسی ہی غلط سلط روایت و حکایات سے بلاتنقید و تحقیق ان کو مجروح قرار دے دیا جائے۔

مستشرقین اور ملحدین تو دشمن اسلام ہیں یہ اگر جان بوجھ کر بھی اسلام کے اس عادلانہ اور حکیمانہ اصول عدل و انصاف کو نظر انداز کریں تو ان سے کچھ مستبعد نہیں۔

مگر افسوس ان حضرات پر ہے جو ان کی مدافعت کے لئے اس خونیں میدان میں اترے تھے۔ انہوں نے بھی اس اسلامی اصول کو نظر انداز کر کے حضرات صحابہؓ کے بارے میں وہی طریقہ اختیار کر لیا جس کو مستشرقین نے اپنی سوچی سمجھی تدبیر سے اسلام اور اسلاف اسلام کے خلاف اختیار کیا تھا کہ صرف تاریخ کے بے سند اور غلط ملط روایات کو موضوع تحقیق اور مدار کار بنا کر انہیں روایات و حکایات کی بنیاد پر حضرات صحابہؓ کی شخصیتوں پر الزامات عائد کر دیئے۔

جب کہ یہ حضرات وہ ہیں کہ ان کی زندگی اور ان کے احوال کا بہت بڑا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ کا جزو ہے۔ اور علم حدیث میں بڑی احتیاط و تنقید کے ساتھ مدون ہو چکا ہے اس طرح بہت بڑا حصہ خود قرآن کریم میں مذکور ہے کیونکہ بہت سی آیات قرآن کا نزول خاص خاص صحابہ کرامؓ کے واقعات میں ہوا ہے پھر قرآن میں جو حکم آیا اگرچہ وہ سب مسلمانوں کے لئے عام قرار پایا مگر یہ صحابی تو خصوصیت سے اس کے مصداق تھے۔ اس طرح غور کیا جائے تو انہیں آیات کے ضمن میں صحابہ کرامؓ کے بہت سے حالات و معاملات آ جاتے ہیں۔ جن حضرات کی زندگی کو سمجھنے اور ان کے حالات کو معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم کی محکم آیات اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انتہائی احتیاط و تنقید و تحقیق کے ساتھ مدون کی ہوئی روایات موجود ہوں۔ اور ان کے بالمقابل فن تاریخ کی حکایات ہوں جن کے متعلق ائمہ تاریخ کا اتفاق ہے کہ ان حکایات و روایات میں نہ صحت سند کا اہتمام ہے نہ راویوں پر جرح و تعدیل کا محدثانہ دستور ہے، بلکہ ایک مؤرخ کا دیانت دارانہ کام ہی اتنا ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق جتنی جس طرح کی روایات اس کو پہنچی ہیں وہ سب کو جمع کر دے خواہ وہ اس کے مسلک و مذہب کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ تاریخ کی صحیح و سقیم روائتیں اگر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستند و معتبر روایات کے خلاف کسی شخصیت کے بارے میں کوئی تاثر

دیں اور ان پر کچھ الزامات عائد کریں تو یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ان مجروح بے سند تاریخی روایات کو قرآن وحدیث کی شہادتوں پر ترجیح دے کر ان حضرات کو ملزم قرار دے دیا جائے۔

یہ صرف اسلامی عقیدت مندی اور صحابہ کی جنبہ داری کا مسئلہ نہیں بلکہ عقل و انصاف کا مسئلہ ہے۔ غیر مسلم مستشرقین اور ان کے ہمنواؤں سے میرا سوال ہے کہ ایک شخص یا جماعت کے متعلق اگر دو طرح کی روایات موجود ہوں، ایک قسم کی روایات میں روایت کی پوری سند محفوظ ہے اس کے راویوں کو جرح و تعدیل کے معیار پر جانچا گیا ہے الفاظ روایت میں مکمل احتیاط برتی گئی ہے۔ اور دوسری قسم ایسی روایات کی ہیں جن میں تمام رطب و یابس صحیح و غلط روایات بلا کسی سند کے آئی ہیں اور کوئی کہیں کوئی سند ہے بھی تو اس کے راویوں کی کوئی جانچ پڑتال نہیں کی گئی نہ روایت کے الفاظ ہی جانچ تول کر لئے گئے۔ ایسے حالات میں وہ ان دونوں قسم کی روایات میں سے کس قسم کو اپنی ریسرچ اور تحقیق میں ترجیح دیں گے۔

اگر عقل و انصاف آج بھی کسی چیز کا نام ہے تو ایک کام کر دیکھئے کہ مشاجرات صحابہؓ اور ان کی باہمی جنگوں میں جو حضرات پیش پیش ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، طلحہؓ و زبیرؓ حضرت عمروؓ بن عاص وغیرہ۔

ان حضرات کے حالات اور ایک دوسرے کے خلاف مقالات کچھ حدیث کی کتابوں میں بھی روایت حدیث کے اصول پر پرکھ کر جمع شدہ موجود ہیں اور انہیں حضرات کے کچھ حالات و مقالات تاریخی روایات میں آئے ہیں۔ ان دونوں قسم کی روایات کو الگ الگ پڑھ کر اپنے دلوں اور دماغوں کا جائزہ لیں کہ علم حدیث میں آئی ہوئی روایات انہی معاملات کے متعلق کیا تاثر دیتی ہیں؟ اور تاریخی روایات ان کے بالمقابل کیا تاثر چھوڑتی ہیں۔ ذرا سا تقابل کر کے دیکھیں تو کوئی شک نہیں رہے گا کہ حدیث میں جمع شدہ روایات سے اگر کسی صحابی کی کوئی زیادتی یا لغزش بھی معلوم ہوتی ہے تو اس کا مجموعی تاثر یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ ان کی شخصیت مجروح ناقابلِ اعتماد ہو جائے۔ بخلاف تاریخی روایات کے کہ ان کو پڑھ کر ایک انسان دونوں فریق کو یا کم از کم ایک فریق کو غلط کار، اقتدار پسند اور اقتدار ہی کے پیچھے جنگ لڑنے والا قرار دیگا۔ مستشرقین کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار و اختلاف پیدا کریں۔ صحابہ کرامؓ کے سب گروہ نہیں تو بعض ہی کو مجروح غیر معتمد بنا دیں۔ انہوں نے اگر قرآن و سنت کی نصوص و روایات سے آنکھیں بند کر کے صرف

تاریخی روایات کی بنا پر حضرات صحابہ کے بارے میں کچھ فیصلے کئے تو کچھ بعید نہیں تھا۔ افسوس ان مسلم اہل قلم پر ہے جنہوں نے اس میدان میں قدم رکھنے کے ساتھ اسلام کے عادلانہ اصول تنقید اور حکیمانہ جرح و تعدیل کے اصول کو نظر انداز کر کے انہیں تاریخی روایات کو مدار بنا لیا۔ قرآن و حدیث کی نصوص صریحہ قطعیہ نے جن بزرگوں کی تعدیل نہایت وزن دار الفاظ میں فرمائی اور دین کے معاملے میں ان کے معتمد و معتبر ہونے کی گواہی دی جن کے بارے میں قرآن و سنت ہی کی نصوص نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان سے کوئی گناہ یا لغزش ہوئی بھی ہے تو وہ اس پر قائم نہیں رہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مغفور و مرحوم اور مقبول ہیں۔ اس کے بعد تاریخی روایات سے ان کو جرح و الزام کا نشانہ بنانا اسلام کے تو خلاف ہے ہی عقل و انصاف کے بھی خلاف ہے۔

اُمت کے اسلاف و اخلاف صحابہ و تابعین اور بعد کے علماء اُمت کا جو اجماع اوپر نقل کیا گیا ہے کہ مشاجرات صحابہ اور باہم ایک دوسرے کے خلاف پیش آنے والے واقعات میں سکوت اور کفِ لسان ہی شیوہ اسلاف ہے۔ اس معاملے میں جو روایات و حکایات منقول چلی آتی ہیں ان کا تذکرہ بھی مناسب نہیں۔

یہ کوئی اندھی عقیدت مندی یا تحقیق سے راہ فرار نہیں بلکہ صحیح تحقیق کا عادلانہ اور محتاط فیصلہ ہے۔

یارانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور

محترم جناب محمد قمر یزدانی صاحب سیالکوٹ

قمر ایمان کا جز ہے اطاعت چار یاروں رض کی
جو ہم تک دین پہنچا ہے عنایت چار یاروں رض کی

متاعِ قیصر و کسریٰ پڑی تھی اُن کے قدموں میں
عظیم الشان ایسی تھی خلافت چار یاروں رض کی

فدائے مصطفیٰ تھے جاں نثارِ شمعِ وحدت تھے
زمانہ دے رہا ہے یوں شہادت چار یاروں رض کی

ملا ہے رہبری کو نقطہ یہ معراج عالم میں
قیادت ایسی عالی ہے امامت چار یاروں رض کی

میں سمجھوں گا مجھے دولت ملی ہے دونوں عالم میں
میسر ہو قیادت میں جو قربت چار یاروں رض کی

صداقت کا، عدالت کا، سخاوت کا، شجاعت کا
سبق شاہوں کو دیتی ہے حکومت چار یاروں رض کی

صدیق رض و عمر رض، عثمان رض و علی رض آپس میں بھائی تھے
مروت کا نمونہ تھی مروت چار یاروں رض کی

خلافت راشدہ تھی ان رسول اللہ کے یاروں کی
بیاں تاریخ کرتی ہے روایت چار یاروں رض کی

وہ دل ویران ہے برباد ہے ایماں سے خالی ہے
بسی جس میں نہیں کچھ بھی محبت چار یاروں رض کی

ستارے منہ چھپاتے ہیں جو دیکھیں ان کی صورت کو
جواں فکر و نظر جس سے وہ سیرت چار یاروں رض کی

جو منکر ہیں حقیقت کے وہی دوزخ کا ایندھن ہیں
جو غالی ہیں وہ کیا جانیں گے عظمت چار یاروں رض کی

بشارت مل گئی دنیا میں جنت میں ٹھکانہ ہے
حدیثوں میں یوں آئی ہے وضاحت چار یاروں رض کی

یہ دنیا گھر کی لونڈی تھی یہ دولت اُن کی نوکر تھی
زمانے میں مسلم تھی شرافت چار یاروں رض کی

فلاطوں سر جھکاتا ہے ارسطو پانی بھرتا ہے
سکندر کو بھی شرمائے سیاست چار یاروں رض کی

ہمیں صبح و مسا اس بات کی تبلیغ کرنا ہے
مسلمانوں پہ لازم ہے حمایت چار یاروں رض کی

خدا کرتا رہا آیات نازل اُن کی منشا پر
قمر روح الامیں سے پوچھ رفعت چار یاروں رض کی

فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا (الآیۃ)

(سورۃ البقرہ)

از
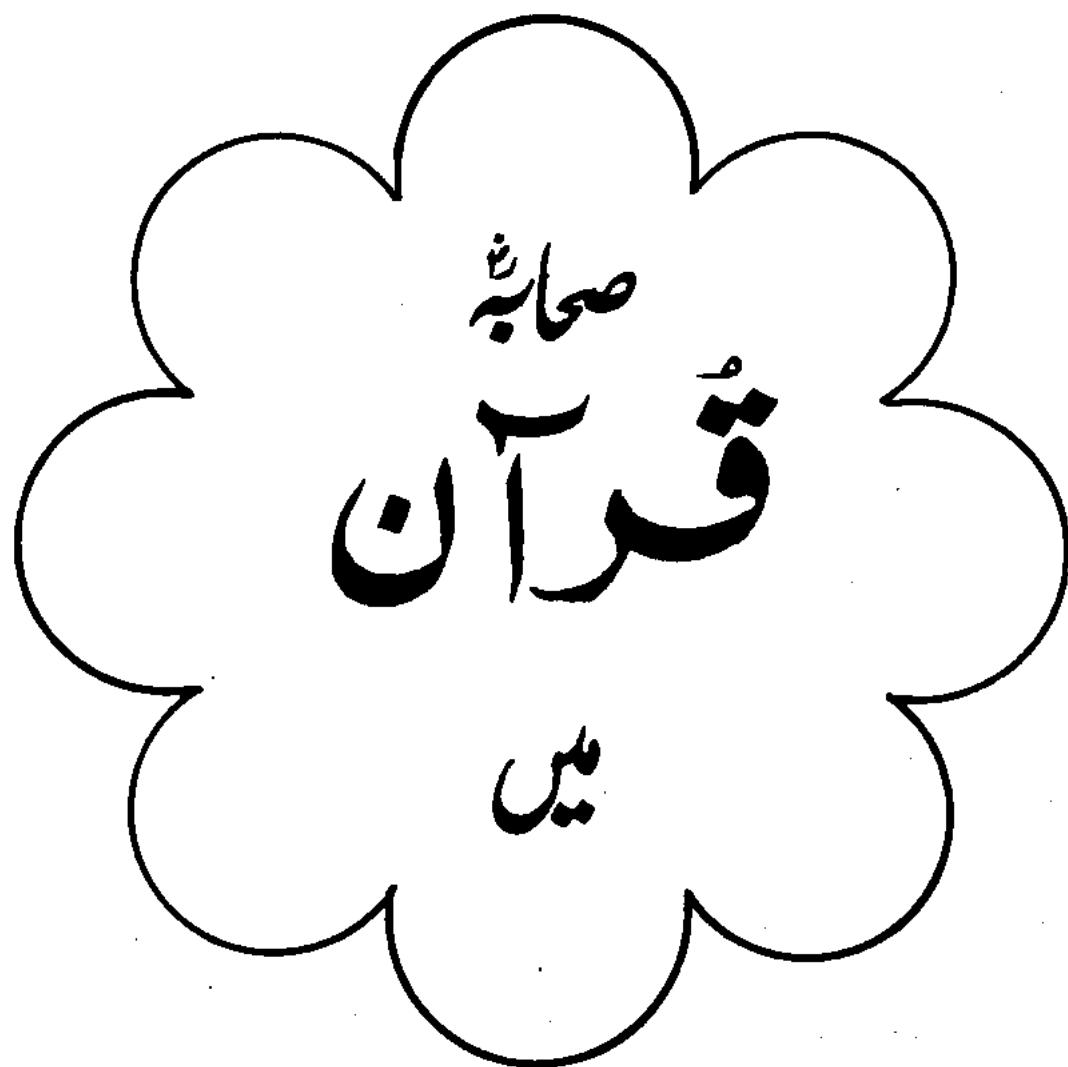
حافظ محمد اقبال رنگونی

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت وہ مقدس ترین جماعت ہے جن کی عزت وعظمت فضیلت ومنقبت خود خالقِ کائنات نے اپنی آخری کتاب "قرآنِ کریم" میں بیان فرما دی ہے۔ اور رہتی دنیا تک کے انسانوں کو یہ بتلادیا ہے کہ "صحابہ کرامؓ" کی جماعت مقتدا ور رہبر اور بہت سی خصوصی صفات کی حامل ہے، اس لیے ان کے نقشِ قدم پر چلنے والا کامیاب اور ان سے اعراض کرنے والا ناکام۔

قرآنِ کریم میں "صحابہ کرامؓ" کے فضائل پر بے شمار آیتیں ہیں، ان سب کا جمع کرنا مقصود نہیں، صرف ۲۶ آیات کا ترجمہ مختصر تشریح کے ساتھ پیش کر دیا ہے، جو سوچنے اور سمجھنے والوں کے لیے بہت ہی کافی ہے۔

ان فی ذٰلک لذکرٰی لمن کان لہٗ قلب او القی السمع وھو شھید

(ترجمہ) "اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے اندر دل ہے یا کان لگائے دل لگا کر۔"

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہماری اس خدمت کو قبول فرماوے۔ آمین

محتاجِ دعا

محمد اقبال رنگونی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) و اذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس قالوا انؤمن کما اٰمن السفھاء الا انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمون ۝ (البقرہ پ ۱ ع ۲)

(ترجمہ)" اور جب کہا جاتا ہے ان کو ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے لوگ تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جس طرح بیوقوف ایمان لائے، جان لو وہی ہیں بیوقوف لیکن نہیں جانتے"

فوائد (۱) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی خرابی کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرام رض کے ایمان کی تعریف اور قبولیت کا اعلان فرمایا کہ جس طرح صحابہ کرام رض کا ایمان و ایقان ہے اگر ایسا ہی ایمان و ایقان ہو گا تو بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو گا۔ صحابہ کرام رض کے ایمان کی قبولیت کا یہ واضح اعلان ہے، اور حقیقی معنوں میں (ناس) انسان کہلانے کے مستحق بھی وہی ہیں کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے انہیں "ناس" فرمایا ہے۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رض کا فرمان ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم اس طرح ایمان لاؤ کما اٰمن ابوبکر و عمر و عثمان و علی۔ (تفسیر درِ منثور ج ۱ ص ۳۰، تفسیر عزیزی پارہ ۱ ص ۸۱) "یعنی جس طرح حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و علی رضوان اللہ علیہم کا ایمان ہے اسی طرح کا ایمان مطلوب ہے۔"

(۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ منافقین نے صحابہ کرام رض کو بے وقوف کہا تو اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اے منافقو! بے وقوف صحابہ نہیں بلکہ تم ہو جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ صحابۂ کرام رض کو بے وقوف یعنی کہنا مسلمانوں کا کام نہیں بلکہ منافقوں کا کام ہے اور یہی لوگ بے وقوف ہیں۔

حاصل یہ کہ صحابۂ کرام رض کا ایمان عند اللہ مقبول اور صحابہ کے ایمان کی طرح ایمان لانے والے کا ایمان بھی مقبول۔

(۲) فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہٖ فقد اھتدوا وان تولوا

فانما ھم فی شقاق فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم۔ (البقرہ پ ۱ ع ۱۶)

(ترجمہ) "سو اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لے آویں جس طرح سے تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی راہ پر لگ جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو وہ لوگ تو برسر مخالف ہیں ہی، تو آپ کی طرف سے عنقریب ہی نمٹ لیں گے ان سے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں۔"

فوائد اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ شانہٗ نے نجات و فلاح کا ایک اصول بیان فرما کر صحابہ کرامؓ کے ایمان کو معیار بتلایا کہ اگر کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ ابدی کامیابی کے مستحق ہو جائیں تو انہیں چاہیئے کہ صحابہ کرامؓ کے ایمان کی طرح ایمان لے آویں تو ہدایت حاصل ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ معیارِ حق ہیں۔

اور اگر کوئی شخص اس معیار کو چھوڑ کر دوسرا معیار اختیار کرے تو سمجھو کہ وہ راستے سے بھٹک گیا ہے اور اس کا انجام نہایت ہی حسرتناک ہوگا۔

سو جس کا ایمان صحابہؓ کی کسوٹی پر پورا اترے گا اس کا ایمان کھرا ہوگا ورنہ کھوٹا رہے گا۔

(نوٹ) شیعہ حضرات کے مشہور مفسر فتح اللہ کاشانی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:-

"فان آمنوا پس اگر ایمان آورند ہمہ اہل کتاب از یہود و نصاریٰ بآں یعنی بہمہ کتب و رسل بمثل ما آمنتم بہ بمانند آنچہ شما ایمان آوردہ اید اے مہاجر و انصار بآں یعنی بہمہ کتب و رسل فقد اھتدوا پس ہر آئینہ راہ راست یافتند" (تفسیر منہج الصادقین جلد ۱ ص ۳۰۷ مطبوعہ تہران)

یعنی پس اگر اہل کتاب سب کے سب تمام کتابوں اور رسولوں پر اے مہاجرین و انصار تمہاری طرح ایمان لے آویں تو وہ صحیح راستہ پالیں گے۔

مُلّا کاشانی کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے ایمان کی مثل ایمان لانے والے کامیاب ورنہ شقاق میں رہیں گے، اور خود امام جعفر صادقؒ نے شقاق

کی تفسیر کفر سے کی ہے۔ (منہج الصادقین جلد ا ص۳۰۷)

۳ وکذالک جعلنٰکم امۃً وسطاً لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ (البقرہ پ۲ رکوع)

(ترجمہ) "اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنا دی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں۔"

فوائد مفسرین نے وسطاً کا مطلب خیاراً (پسندیدہ) اور عدول (عادل ہونا) سے فرمایا ہے۔ اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کی فضیلت اور تعریف فرماتے ہوئے انہیں ایک پسندیدہ جماعت اور عادل گروہ قرار دیا ہے جس سے صحابہ کرامؓ کی منقبت اور عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ جماعت اللہ کے نزدیک کس قدر عظمت کی حامل ہے۔ اسی لیے علماء امت نے صحابہ کرامؓ کی جماعت کو سب سے بہترین طبقہ اور عادل طبقہ فرمایا ہے اور اسی پر تمام علماء امت کا اجماع ہے۔

جب ان کی عدالت مسلّم تو پھر انہیں مقتداء بنانے میں کیا عذر لاحق ہو سکتا ہے؟ جو لوگ صحابہ کرامؓ کو عادل نہیں مانتے انہیں اس آیت پاک میں غور کرنا چاہیئے اور اپنی روش سے باز آجانا چاہیئے۔

۴ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ (آل عمران پ۴ رکوع ۱۱)

(ترجمہ) "تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔"

فوائد اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو خیر امت کا خطاب دیا اور ان کا وظیفہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ایمان باللہ بتلایا۔ یہ آیت شریفہ

صحابہ کرامؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کی یہ صفات کسی دلیل کی محتاج نہیں، ان کی پوری زندگی اس امر کی شاہدِ عدل ہے۔ اگر خدانخواستہ وہ معروفات پر عمل نہ کرتے اور منہیات سے نہ بچتے تو قرآنِ کریم انہیں اس طرح آئینہ عظمت میں کبھی نہ اتارتا اور ان کو خیرِ امت کا لقب نہ دیتا۔ قرآنِ کریم کا ان کو خیرِ امت کے لقب سے ملقب کرنا اُن کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے، اور وہ صحیح معنوں میں خیرِ امت ہی تھے۔

(نوٹ) حضرات شیعہ کی مستند تفسیر مجمع البیان میں اس خطاب کا مصداق چار قسموں کو بتلایا ہے۔

(۱) صرف مہاجرین مراد ہیں (۲) مراد ابن مسعود، ابی بن کعب، سالم مولیٰ حذیفہ، معاذ بن جبل (۳) تمام صحابہ مراد ہیں (۴) خطاب تو صحابہ کرام سے ہے لیکن باقی امت بھی شامل ہے۔ (دیکھئے جلد ا صـ ۴۸۶)

⑤ ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدىٰ ويتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولّى ونصله جهنم وساءت مصيرا۔ (پ۵ النساء رکوع ۱۷)

(ترجمہ) "اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اس کو امرِ حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ ہو لیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔"

فوائد اس آیتِ کریمہ میں صحابہ کرامؓ کا معیارِ حق اور مقتدا ہونا نہایت وضاحت سے معلوم ہوتا ہے۔ دیکھئے یہاں جہنم کی وعید میں صرف مخالفتِ رسول نہیں بلکہ اتباع غیر سبیل المومنین یعنی مومنوں کے راستے کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرنا بھی شامل ہے اور ان کی مخالفت بھی غضبِ الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ چونکہ آیت پاک میں المومنین ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ مومنوں میں سب سے اعلیٰ و افضل صحابہ کرامؓ ہی ہیں، اس لیے ان کا طریقہ بھی حق و ہدایت کا طریقہ اور ان کی اتباع میں کامیابی نصیب ہوگی اور تو دسرورِ عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں آسمانِ ہدایت کے ستارے قرار دے کر ان کی اقتداء کی تلقین فرمائی جس سے کتاب وسنت کے ذریعہ ان کا معیارِ حق ہونا واضح ہوگیا۔ اور صحابہ کرامؓ کی عظمت کا اندازہ ہوگیا کہ یہ بہت ہی باعظمت جماعت ہے۔

(۶) یٰایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم۔ (پ المائدہ رکوع ۸)

(ترجمہ) "اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور اُن کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی، مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر، تیز ہوں گے کافروں پر۔ جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمادیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں، بڑے علم والے ہیں۔"

فوائد اِس آیت کریمہ میں ایک پیشینگوئی کی جارہی ہے جس کا ظہور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد ہوا۔ بات یہ ہوئی کہ کچھ نومسلم قبائل رحلتِ نبوی کی خبر سنکر اسلام سے پھر گئے (وہ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ خدا کے رسولؐ پر موت نہیں آتی) کچھ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، اسی طرح کچھ دوسرے فتنے ظہور پذیر ہوئے سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت تھی، آپ نے جرأتِ ایمانی سے کام لے کر اور دیگر صحابہ کرامؓ کے تعاون سے ان تمام فتنوں کا قلع قمع کیا، بہت سے لوگ پھر سے اسلام لے آئے اور بہت سے اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کی یہ خصوصی شان کہ کافروں پر شدید اور مومنوں کے ساتھ رحیم ہیں، قرآنِ کریم کی دوسری آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح کسی ملامت کرنے والے، برا بھلا کہنے والے کی پرواہ نہ کرنا اور ہر موڑ پر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے

جہاد کرنا صحابہ کرامؓ کی خصوصی شان تھی، صحابہ کرامؓ اللہ کے محبوب بھی تھے اور محب بھی!

اس آیت پاک سے یہ بات بھی کھل گئی کہ حضرات صحابہ کرامؓ جس طرح حیاتِ نبوی میں ان صفاتِ عالیہ سے موصوف تھے اسی طرح آپؐ کی رحلت کے بعد انہی صفاتِ عالیہ سے متصف تھے، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے محبوب و محب تھے جس طرح حیاتِ نبوی میں اللہ کے ولی اور دوست تھے۔

الحاصل یہ آیت کریمہ صحابہ کرامؓ کے مقام رفیع کا بہت وضاحت سے اعلان کر رہی ہے۔

(۷) و اذا جاءك الذين يؤمنون بايتنا فقل سلامٌ عليكم كتب ربكم على نفسه الرحمة۔ (پ، الانعام، رکوع ۱۴)

(ترجمہ) "اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے، تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کر لیا۔"

فوائد سابقہ آیات میں غریب مگر مخلص مسلمانوں پر انتہائی شفقت کرنے کا بیان تھا، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حکم فرمایا کہ جب یہ مخلص آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کو "سلام علیکم" فرمائیں۔

یہاں سلام علیکم کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کو اللہ جل شانہٗ کا سلام پہنچا دیجئے جس میں ان لوگوں (یعنی صحابہ کرامؓ) کا انتہائی اعزاز و اکرام ہے، اس صورت میں ان غریب مسلمانوں کی دل شکنی کا بہترین تدارک ہو گیا جن کے بارے میں رؤساء قریش نے مجلس سے ہٹا دینے کی تجویز پیش کی۔ (دوسری صورت) یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ آپ ان لوگوں کو سلامتی کی خوشخبری سنا دیجئے کہ اگر ان لوگوں سے عمل میں کوئی کوتاہی یا غلطی بھی ہوئی ہے تو وہ معاف کر دی جائے گی اور یہ ہر قسم کی آفات سے سلامت رہیں گے۔ (معارف القرآن جلد ۳ ص ۳۳۸)

سبحان اللہ صحابہ کرامؓ کی شان تو دیکھئے کہ ان پر نہ صرف انتہائی شفقت کا

معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا بلکہ اللہ تعالےٰ نے انہیں سلام بھی بھیجا اور انہیں سلامتی کی خوشخبری سنائی گئی۔

اسی طرح "سورہ کہف" میں بھی اسی کا حکم دیا گیا اور اُن رئیسوں اور امیروں کو تنبیہ کی گئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں اس لیے بیٹھنا نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے پاس یہ غریب اور مفلس صحابہ کرام تشریف رکھتے تھے۔ ان رئیسوں نے یہ تجویز پیش کی کہ انہیں مجلس سے ہٹایا جائے۔ مگر ان بدبختوں کو کیا خبر کہ یہ مفلس اس قدر مخلص ہیں جن کی کوئی نظیر نہیں۔ ان کے پاس فلوس تو نہیں مگر خلوص اس قدر ہے کہ خود رب العزت ان کے خلوص کی تعریف و توصیف فرماتا ہے۔

غور فرمایئے! یہ جماعت اللہ کے نزدیک کتنی بابرکت اور فضیلت کی حامل ہوگی؟

(۸) وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ھو الذی ایدک بنصرہ و بالمؤمنین ۰ (پ۱۰ الانفال ع۸)

(ترجمہ) "اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تعالےٰ آپ کے لیے کافی ہیں وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے قوت دی۔"

فوائد | اس سے پہلی آیات میں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اسلحہ اور سامانِ حرب کی تیاری کے سلسلے میں چند احکام بتلائے گئے، پھر اس کے بعد صلح اور اس کے متعلقات بیان فرمائے۔ چونکہ دشمن کی طرف سے صلح کے سلسلہ میں یہ خطرہ رہتا ہے کہ کہیں وہ بدعہدی نہ کر جائیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی تسلی فرمائی کہ آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں کیونکہ وہ سمیع و علیم ہے۔ پھر اسی مضمون کو اور زیادہ صراحت کے ساتھ بیان فرما کر صحابہ کرامؓ کی دین کے بارے میں نصرت و حمایت کا تذکرہ فرمایا اور بتلایا کہ اگر صلح کرنے کے پردہ میں ان کافروں کی نیت خراب ہو اور آپ کو دھوکہ دینا مقصود ہو تو بھی آپ بالکل فکر نہ کریں، اللہ تعالےٰ ان لوگوں کے لیے کافی ہے، اللہ تعالےٰ تو آپ کی امداد فرمائے گا ہی ــــ لیکن ظاہری طور پر اسباب کی دنیا میں مسلمانوں (یعنی صحابہ کرامؓ)

کی جماعت آپ کی تائید و تعاون کرے گی، اور اگلی آیت میں بھی اس کو بیان فرما کر مزید تسلّی فرمادی۔

اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جن لوگوں کو اپنے دین کی حمایت اور اپنے آخری پیغمبر کی نصرت و اعانت کے لیے منتخب فرمایا، وہ قوم اپنے افعال و اعمال، اخلاق و کردار، ظاہراً و باطناً کس قدر پاک صاف اور ستھرے ہوں گے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کو عام آدمیوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ جماعت خدا کی منتخب شدہ جماعت ہے اور اس کا شاہد خود قرآن کریم ہے۔

(۹) والذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولٰئک ھم المومنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم۔ (پ۱۰، الانفال، ع ۱۰)

(ترجمہ) "اور جو لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں، ان کے لیے بڑی مغفرت اور بڑی معزز روزی ہے"۔

فوائد اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے مہاجرین و انصار کی تعریف و ثنا اور اُن کے سچے پکے مسلمان ہونے کی شہادت دی اور ان سے مغفرت اور باعزت روزی دینے کا وعدہ فرمایا کہ دنیا میں بھی باعزت رہیں گے اور آخرت میں بھی باعزت۔ خدا تعالیٰ کا یہ ابدی اعلان "اولٰئک ھم المؤمنون حقاً" کہ یہی لوگ سچے پکے مومن ہیں کیا صحابہ کرامؓ کی عظمت پر دلیل نہیں ہے؟

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ماضی، حال، مستقبل سب سے آگاہ ہے۔ اس کا یہ ابدی اعلان کہ صحابہ کرامؓ سچے پکے مومن ہیں، ہمیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ کو سچے پکے اور افضل ترین مومن سمجھیں، ان کی عظمت اور ان کی تعریف و ثنا سے اپنے دلوں کو منوّر کریں۔

صحابہ کرامؓ کا کتنا بڑا مقام ہے کہ خود اللہ تعالےٰ ان کے مومن ہونے کی شہادت

دے رہے ہیں۔

(۱۰) الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولٰئک ھم الفائزون ۝ یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان وجنّٰت لھم فیھا نعیم مقیم ۝ خٰلدین فیھا ابدًا ان اللہ عندہٗ اجرٌ عظیم ۝ (پ۱۰، التوبہ، ع۳)

(ترجمہ) "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ترکِ وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے جان ومال سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں، ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغوں کی کہ ان کے لیے ان میں دائمی نعمت ہوگی ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے، بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔"

فوائد اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کی جانی ومالی قربانیوں کا تذکرہ فرماکر ان کا خدا کے نزدیک مقام بتلایا کہ تم ان لوگوں کو معمولی نہ سمجھو۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ نہ تو رسول ہیں نہ ہی معصوم، مگر ان سب کے باوجود "اعظم درجۃ عند اللہ" کے مالک ہیں اور ان کے مقامِ رفیع تک بقیہ امت کبھی رسائی حاصل نہیں کرسکتی، یہی وہ جماعت ہے جو مراد کو پہنچ گئی۔ ان کو ربِّ کائنات کی طرف سے ایسی رحمت، رضوان اور دائمی جنت کی بشارت مل گئی جو ہمیشہ رہے گی اور ایسی نعمت جس سے ہمیشہ ہمیشہ لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔

خدا کی قسم یہ بہت ہی عظیم اور بہت ہی بابرکت جماعت ہے جس کی نظیر چشمِ فلک نے نہ دیکھی تھی اور نہ ان کے بعد کبھی دیکھے گی۔

(نوٹ) شیعوں کے مشہور مفسر علامہ طبرسی رقمطراز ہے کہ:۔

ثم عاد سبحانہٗ الی ذکر المھاجرین والانصار ومدحھم والثناء علیھم فقال والذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ ای صدقوا اللہ ورسولہ وھاجروا من

دیارھم واوطانھم من مکۃ الی المدینۃ وجاھدوا مع
ذٰلک فی اعلاء دین اللہ والذین اووا ونصروا النبی اولٰئک
ھم المؤمنون حقًّا ای حققوا ایمانھم بالھجرۃ
والنصرۃ۔ (مجمع البیان جلد۲ ص۵۶)

(ترجمہ) "پھر اللہ تعالیٰ مہاجرین و انصار کا ذکر اور تعریف و ثناء کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ والذین ...... (الآیۃ) یعنی اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی، اپنے گھروں اور وطنوں سے (یعنی مکہ سے) مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کیا، نیز جنہوں نے ان مہاجرین کو پناہ دی اور نبی کی تائید وحمایت کی (یعنی انصارؓ) یہی لوگ حقیقی مومن ہیں، یعنی خدا کے لیے ہجرت کرکے اور رسول علیہ السلام کی نصرت کرکے اپنے ایمان کو سچ کر دکھایا۔"

شیعہ مفسر کی زبانی "عظمتِ صحابہؓ" دورِ حاضر کے شیعوں کے لیے ایک بڑا سبق ہے، بشرطیکہ بصیرت ساتھ دے سکے۔

(١١) ثمّ انزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المؤمنین وانزل جنودًا لم تروھا وعذب الذین کفروا وذٰلک جزاء الکٰفرین (پ۱۰ التوبہ، ع۴)

(ترجمہ) "پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور دوسرے مؤمنین پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی اور یہ کافروں کی سزا ہے۔"

فوائد اس آیت پاک میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے صحابہ کرامؓ پر اپنی رحمت کی موسلادھار بارش کا تذکرہ فرمایا۔ ہُوا یوں کہ غزوۂ حنین کے موقع پر ابتدائی مراحل میں صحابہ کرامؓ کے پاؤں اُکھڑ گئے تھے، لیکن خدا تعالیٰ نے ان کے قلوب پر اپنی طرف سے تسلی واطمینان نازل فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اکھڑے ہوئے قدم دوبارہ جم گئے، جانے والے واپس آ گئے اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔

یہاں سے صحابۂ کرامؓ کی عظمت اور رفعت کا اندازہ لگائیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنا فضل ان کے شامل حال رکھا، ان پر سکینہ نازل فرمایا، ان کی ہمت بندھائی، بلکہ فرشتوں کے ذریعہ صحابۂ کرامؓ کی امداد فرمائی۔

کتنے مبارک ہیں صحابۂ کرامؓ جن کی تسکین خود رب العزت نے فرمائی اور جن کی تائید و حمایت فرشتوں کی معرفت کی۔ ان مقدس بزرگوں کے خلاف زبان کھولنے والے ذرا غور کریں کہ کن کے خلاف یہ زبان استعمال کی جارہی ہے؟

(۱۲) والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ واعدلھم جنٰت تجری تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ابدًا، ذٰلک الفوز العظیم۔ (پ ۱۱، التوبۃ، رکوع ۱۲)

(ترجمہ) "اور جو مہاجرین و انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔"

فوائد اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار اور انکے متبعین کو جنت کی بشارت سنائی اور رضوانِ الٰہی کا مژدہ سنایا۔

یاد رکھیئے انبیاء کرام تو معصوم ہیں مگر غیر معصوم لوگوں میں صحابۂ کرامؓ ہی کا واحد گروہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جنتی قرار دیا اور رضائے الٰہی کا سرٹیفکیٹ عطا فرمادیا۔ (مزید تفصیل آخر میں آئے گی) ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس آیت کریمہ میں تمام مہاجرین و انصار کے ایمان، ان کے اعمال کی قبولیت اور ان کی عظمت و فضیلت کو صراحۃً بتلا کر رہتی دنیا تک صحابۂ کرامؓ کا مقتدا و رہبر او معیارِ حق

ہونا واضح کر دیا اور بتلا دیا کہ اگر کوئی سچے دل سے ان کی اتباع کرے گا اُسے بھی یہ
نعمت مل سکے گی اور جنہوں نے ان سے اعراض کیا وہ اس نعمت سے محروم ہوں گے۔
اس آیت میں اُن لوگوں کے لیے مقامِ غور و فکر ہے جو صحابۂ کرامؓ کو بُرا کہتے
رہتے ہیں۔ (اللّٰھم احفظنا منھم)

(نوٹ) شیعہ حضرات کی مشہور تفسیر "صافی" میں سیدنا امام جعفر صادقؒ کا
یہ ارشادِ گرامی ملتا ہے کہ:-

فبدأ بالمهاجرين الاولين على درجة سبقهم ثم ثلث
بالتابعين باحسان فوضع كل قوم على قدر درجاتهم
ومنازلهم عنده رضى الله عنهم بقبول طاعتهم وانتصار
اعمالهم ورضوا عنه بما نالوا من نعمة الدينية والدنيوية
(تفسیر صافی ص۱۹۸ مطبوعہ ایران)

(ترجمہ) "پس خدا تعالےٰ نے مہاجرین اولین کے ذکر سے شروع
کیا ہے اور ان کے سبقت فی الاسلام والے درجے کا لحاظ رکھا ہے،
اس کے بعد انصار کو ان سے ملا دیا ہے، پھر تیسرے درجے میں تابعین
باحسان کو بیان فرمایا ہے۔ پس ہر قوم کو اس کے درجات و منازل
کے مطابق جو اس کے نزدیک ہیں، رکھا ہے۔ اور ان کی طاعات اور
پسندیدہ اعمال کو قبول کر کے اپنی رضاء کا اظہار فرمایا ہے، اور وہ
(صحابۂ کرامؓ) بھی ان کے عطا کردہ دینی و دُنیوی نعمتوں سے راضی ہوئے ہیں"....

شیعوں کا دوسرا مشہور مجتہد ملا کاشانی اعتراف کرتا ہے کہ:-

السابقون الاولون یعنی پیشے گزیدگان پیشینان آں آنہا کہ
سبقت گرفتند بر عامۂ مومنان در ایمان من المهاجرين از مہاجرین
اے آنانکہ از مکہ ہجرت کردند و بمدینہ آمدند۔ (خلاصۃ المنہاج ص—)

یعنی سبقت لے جانے والے پہلوں سے ایمان میں مہاجرین میں

سے جنہوں نے مکہ معظمہ کو چھوڑا اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔
افضل ما شہدت بہ الاعداء اسی کا نام ہے۔

(۱۳) لقد تاب الله على النبي والمهاجرين والانصار الذين اتبعوه في ساعة العسرة من بعد ما كاد يزيغ قلوب فريق منهم ثم تاب عليهم انه بهم رءوف رحيم۔ (پ۱۱، التوبة، ع۱۴)

(ترجمہ) "اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا، بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا، پھر اللہ نے ان کے دلوں پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے"۔

فوائد اس آیت پاک میں ایک اہم واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اس بات کو واضح فرمایا کہ جہاں خدا تعالیٰ کی رحمتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار ہیں وہیں آپ کی برکت سے مہاجرین و انصار پر بھی اللہ تعالیٰ کی مخصوص توجہ اور مہربانیاں رہیں ہیں کہ ان کو ایمان و عرفان کی دولت سے مشرف فرمایا اور ان کو دینی امور کے سرانجام دینے کی توفیق بخشی، اس کے ساتھ ہی اس مسئلہ کو بھی بیان کر دیا کہ یہ ٹھیک ہے کہ ان سے اس مسئلہ میں لغزش ہو گئی لیکن یہ بات بھی ہمیشہ کے لیے ذہن نشین کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور مغفرت سے نوازا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور مغفرت کا اعلان بھی فرما دیا تو ہمیں اور آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کے عیوب و نقائص کو تلاش کر کے ان کے خلاف زبان درازی کریں، ایسا کرنا تقاضائے شرافت و اخلاق کے سخت خلاف ہے۔

یاد رکھئے تمام صحابہ کرامؓ مغفور اور نعمتِ خداوندی کے مستحق ہیں، ان پر کیچڑ اچھالنا اپنے آپ کو خدا کی نظر میں مجرم بنانا ہے اور اس کا انجام سوائے ہلاکت و خسران کے اور کچھ نہیں۔

(۱۴) وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم

فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لایشرکون بی شیئا۔ الآیۃ۔ (پ۱۸، النور، ع ۷)

(ترجمہ) اور تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں اُن سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرماوے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لیے پسند کیا ہے اس کو ان کے لیے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بامن کر دے گا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں، میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں۔"

فوائد اس آیت پاک میں حضرات خلفاء راشدین کی خلافت اور ان کی عظمت و فضیلت صراحۃً معلوم ہوتی ہے اور اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات گرامی قدر اللہ کے نزدیک خلافت کے اہل اور بہت بلند و بالا مقام کے حامل تھے۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"یہ خطاب فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے لوگوں کو یعنی جو ان میں اعلیٰ درجہ کے نیک اور رسولؐ کے کامل متبع ہیں، رسول کے بعد ان کو زمین کی حکومت دے گا اور جو دینِ اسلام خدا کو پسند ہے اس کے ہاتھوں سے دنیا میں اس کو قائم کرے گا۔ گویا جیسا کہ لفظ استخلاف میں اشارہ ہے، وہ لوگ محض دُنیوی بادشاہوں کی طرح نہ ہوں گے بلکہ پیغمبر کے جانشین ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے اور دینِ حق کی بنیادیں جمائیں گے اور خشکی و تری میں اس کا سکہ بٹھا دیں گے، اس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کرے گا، وہ کامل امن و اطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہیں گے اور دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہوگا، ان مقبول و معزز بندوں کی ممتاز شان یہ ہوگی کہ وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کریں گے جس میں ذرہ برابر شرک کی آمیزش نہ ہوگی، شرک جلی کا تو وہاں

ذکر ہی کیا شرک خفی کی ہوا بھی ان کو نہ پہنچے گی، صرف ایک خدا کے غلام ہوں گے اسی سے ڈریں گے، اسی سے امید رکھیں گے، اسی پر بھروسہ کریں گے، اسی کی رضا میں ان کا جینا اور مرنا ہوگا، کسی دوسری ہستی کا خوف وہراس ان کے پاس نہ پھٹکے گا، نہ کسی دوسرے کی خوشی ناخوشی کی پرواہ کریں گے۔
الحمدللہ کہ یہ وعدۂ الٰہی چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر پورا ہوا اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشگوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔" (فوائد القرآن ص ۴۶۳)

مفتئ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔
"یہ آیت حضرات خلفاء راشدین کی خلافت کے حق وصحیح اور مقبول عنداللہ ہونے کی بھی دلیل ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اپنے رسول اور اس کی امت سے فرمایا تھا اس کا پورا پورا ظہور انہیں حضرات کے زمانے میں ہوا۔ اگر ان حضرات کی خلافت کو حق وصحیح نہ مانا جائے جیسے روافض کا خیال ہے تو پھر قرآن کا یہ وعدہ ہی کہیں پورا نہیں ہوا۔" (معارف القرآن جلد ۶ ص ۴۴۱)

حضرات خلفاء راشدین کی عظمت وفضیلت پر غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا کیا مقام ودرجہ ہے۔ اور ان کی خلافت کس کی طرف سے ہے۔ اب بھی اگر کوئی ان حضرات گرامی قدر پر طنز وتشنیع کے نشتر چلائے تو انہیں قرآنِ کریم کی اسی آیت کا آخری حصہ بغور دیکھنا چاہیئے جس میں ارشاد ہے:۔

فمن کفر بعد ذٰلك فاولٰئك ھم الفٰسقون ۝
یعنی اتنے بڑے انعام کے بعد ناشکری کرنا کسی شریف کا نہیں بلکہ نافرمان اور باغی کا کام ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:۔
"جو کوئی خلفائے اربعہ کی خلافت (اور ان کے فضل وشرف) سے منکر ہوا ان الفاظ سے اس کا حال سمجھا گیا ہے۔"

(نوٹ) شیعہ کے معتمد مفسر ملا کاشانی رقمطراز ہے کہ:۔

"تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں کے ساتھ یہ وعدہ پورا کر دیا۔ جزیرۃ العرب، ممالک کسریٰ اور روم کے شہران کے حوالے کر دیئے۔"

دوسرے مفسر علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ:۔

"والمعنی لیورثنھم ارض الکفار من العرب والعجم فیجعلھم سکانھا وملکانھا۔ (مجمع البیان بحوالہ تحفہ امامیہ صفحہ ۲۶۷)

معنیٰ یہ ہے کہ ان کو وارث بنائے گا عرب و عجم کے کفار کی زمین کا۔ پس ان کو اس کا حاکم اور باشندہ بنائے گا۔"

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عرب و عجم کی حکمرانی خلفائے راشدین کے ہاتھوں رہی۔

(۱۵) قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ءاللہ خیر اما یشرکون ہ (پ ۱۹، النمل، ع ۴)

(ترجمہ) "آپ کہیئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے سزاوار ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے، اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کو شریک ٹھہراتے ہیں۔"

فوائد حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس سے مراد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور حضرت سفیان ثوریؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (اخرجہ، عبد بن حمید والبزار وابن جریر وغیرہم)

مراد یہ ہے کہ یہ ایک ایسی جماعت ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کی تبلیغ اور اپنے رسول کی حمایت کے لیے منتخب کیا ہے، اور جس کو خود خدا پسند کرے اس کی عظمت کا کیا پوچھنا؟ حدیث پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۱ الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۱)

(۱۶) من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من

فقضیٰ نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ (پ ۲۱ الاحزاب، ع ۳)

(ترجمہ) "ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اُترے پھر بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعضے ان میں مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرا تغیر و تبدّل نہیں کیا۔"

فوائد اس سے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی بدعہدی کا ذکر فرمایا کہ یہ لوگ بات بات پر وعدہ خلافی کرتے اور میدانِ جہاد سے بھاگ جاتے تھے اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ جس بات کا عہد کرتے تھے اسے کر دکھاتے تھے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بڑی بڑی مشکلات میں بھی اللہ اور اس کے رسول کا دامن نہ چھوڑا۔ دینِ الٰہی کی تائید اور پیغمبرِ آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا حق ادا کر دیا، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو جو زبان دی تھی پھر اس پر پہاڑ کی طرح جم جاتے تھے، خواہ مال وجان اور اولاد و وطن سے کیوں نہ ہاتھ دھونا پڑ جاتے مگر ان کے پیروں میں جنبش تک نہ آتی تھی۔ ان مقدس لوگوں میں کچھ تو وہ ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کر دکھا دیا یعنی اللہ کی خاطر اللہ کے راستہ میں جان دے دی اور شہادت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو گئے اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے عہد کیا ہے مگر ابھی موقع نہیں آیا وہ اس انتظار میں ہیں کہ کب وقت آئے اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دوں، اور "فزت برب الکعبہ" کا مژدہ جانفزا سنا جاؤں۔

اللہ اللہ اصحابہ کرامؓ کی کیا شان تھی اور کن کن رفعتوں کے حامل تھے۔ ہم ان کی عظمتوں اور رفعتوں کو کیا جان سکتے ہیں۔ مالک الملک ان کے درجات اور ان کی عظمتوں کو بیان کر رہا ہے۔ کاش کہ ہم ان آیات سے سبق حاصل کریں۔

(۱۷) امن ھو قانت اناء الیل ساجدا وقائما یحذر الاٰخرۃ ویرجوا رحمۃ ربہ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون انما یتذکر اولوالالباب۔ (پ ۲۳، الزمر، ع ۱)

(ترجمہ) "بھلا جو شخص اوقاتِ شب میں سجدہ و قیام کی حالت میں عبادت کر رہا

ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید کر رہا ہو؟ آپ کہیئے کہ کیا علم والے اور جہل والے برابر ہوتے ہیں، وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہلِ عقل ہیں !!

فوائد اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے بالمقابل مومن (صحابۂ کرامؓ) کی صفات کی تعریف اور ان کی عبادت گذاری کا نقشہ پیش فرمایا ہے کہ جو حضرات راتوں میں بھی قیام ورکوع وسجود کے ساتھ اپنے پروردگار کی بندگی کرتا، اس کی رحمت کا امیدوار ہو اور اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ بھلا بتاؤ ایسا پاکیزہ بندہ اور اس کے مخالف یعنی کافر ومشرک کہیں دونوں یکساں ہو سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی تعریف وتوصیف فرمائی اور ان کی عبادت کو اپنے حضور شرفِ قبولیت عطا فرما کر دوسروں کے لیے نمونہ بنایا۔ قرآن کریم کی دوسری آیات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ نے بھی حضرات صحابۂ کرامؓ کی یہ ہی صفات بیان فرمائی ہیں۔ (دیکھئے نہج البلاغۃ ج ۱ ص ۱ و دیکھئے کتاب ہذا کا ص ۔)

حضرت یحییٰ البکاءؒ نے ایک مرتبہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہی آیت پڑھتے سنا آپ نے فرمایا کہ یہ شخص جس کا ذکر قرآنِ کریم نے ان کلمات میں کیا ہے وہ تو حضرت عثمانؓ بن عفان ہیں کیونکہ ان کی شان یہی تھی کہ پوری رات تہجد اور تلاوت میں گذر جاتی تھی۔ (معارف القرآن)

(۱۸) ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم وللہ جنود السمٰوٰت والارض وکان اللہ علیما حکیما ۝ لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ویکفر عنھم سیاٰتھم وکان ذٰلک عند اللہ فوزا عظیما ۝ (پ ۲۶، الفتح، ع ۱)

(ترجمہ) وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو اور آسمان وزمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا حکمت والا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان

مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور تاکہ اُن کے گناہ دور کر دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔

فوائد قرآنِ کریم کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرامؓ کے قلوب پر اللہ تعالیٰ نے سکینہ (تسلی و اطمینان) نازل فرمایا ——— ان کو ایمان و عرفان میں ترقیات سے نوازا۔ انہیں جنت میں ہمیشہ کے لیے رہنے کا وعدہ فرمایا۔ ان کی کمزوریوں اور لغزشوں کو معاف فرمایا اور یہ بہت بڑی دولت ہے جو صحابۂ کرامؓ کو مل گئی۔

کتنے مبارک اور سعادتمند ہیں حضرات صحابۂ کرامؓ! جنہیں اس دنیا ہی میں خدا تعالیٰ کی لازوال دولت و رحمت سے وافر حصہ ملا اور ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی رحمتوں کے سائے میں رہے۔

اسی سورت پاک میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

(۱۹) فانزل سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المومنین والزمھم کلمۃ التقوٰی وکانوا احق بھا واھلھا وکان اللّٰہ بکل شیئٍ علیمًا ۝

(الفتح ع ۳)

(ترجمہ) "سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا اور اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو تقوٰی کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔"

فوائد اِس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرامؓ پر اللہ تعالےٰ کی خصوصی توجہ اور مہربانیاں تھیں اور انہی پر اپنی رحمت و برکت نازل فرماتا رہا اور ان کیلئے کلمۃ التقوٰی (یعنی کلمۂ توحید و رسالت) کو لازم کر دیا، اور اس (کلمۂ توحید و رسالت) کے صحابۂ کرامؓ اِس دنیا میں بھی مستحق تھے اور آخرت میں اس کے ثواب کے اہل ہیں۔

اب اگر کوئی شخص ان کے خلاف زبان درازی کرتا اور انہیں کافر و مرتد (معاذ اللہ) کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ کلمۂ توحید و رسالت اُن کو دیا جو اس کے

مستحق نہ تھے۔ (معاذاللہ) صحابہ کرامؓ کی دشمنی وعناد کا نتیجہ یہ ہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی گستاخی کا ارتکاب کرتا ہے، اس کا انجام ظاہر ہے کہ عذاب علیم کے سوا اور کچھ نہیں۔ (اعاذنا اللہ منہا)

(نوٹ) سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ بھی صحابہ کرامؓ کی شان بیان کرتے ہوئے اس کو فرماتے ہیں کہ:-

"رحمت کے فرشتے ان کو سلام کرتے تھے ان پر سکینہ ورحمت نازل ہوتی تھی" (نہج البلاغۃ حصہ دوم ص۲۳۷، اور دیکھئے کتاب ہذا کا ص ــــ)

(۲۰) لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحًا قریبًا۔ (پ۲۶، الفتح، ع۲)

(ترجمہ) "بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دے دی۔"

فوائد یہ آیت شریفہ ایک اہم واقعہ کے سلسلے میں نازل ہوئی۔ ۶ھ میں صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی افواہ ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرامؓ کو جمع فرمایا اور ایک درخت (کیکر کا درخت تھا) کے نیچے جہاد پر بیعت لی اور اپنے دست مبارک کو سیدنا حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر فرمایا کہ "یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے۔" اس بیعت کو بیعت الرضوان بھی کہتے ہیں ــــ

جن جن حضرات صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت فرمائی تھی اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنی رضا کا پروانہ نصیب فرمایا ــــ تو سوچیئے ان حضرات گرامی قدر کا خدا تعالےٰ کے ہاں کیا درجہ اور مقام ہوگا۔ یہ مقدس جماعت اپنے ظاہر و باطن اور اخلاق و کردار، حسنِ نیت و سیرت، صدق اخلاص اور حبِ اسلام کے اعتبار سے کن بلندیوں پر فائز ہوگی۔

اللہ تعالیٰ جن سے راضی ہو جائے اُن سے پھر کبھی غصہ نہ ہو گا۔ اب بتائیے جو شخص صحابۂ کرامؓ پر سب وشتم کرتا اور لعنت و ملامت کرتا ہے خدا کی بارگاہ میں وہ کس قدر مجرم ہوگا؟ کہ خدا تعالیٰ تو ان سے راضی ہونے کا اعلان فرماتے ہیں اور یہ بدبخت ان کے بارے میں تبرا کرتا ہے۔ ایسے گستاخوں اور مجرموں کے لیے عذاب خداوندی تیار ہے۔ فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اُعدت للکٰفرین۔

(نوٹ) شیعہ حضرات کے ممتاز مفسر و عالم ملا فیض اللہ محسن کاشانی (۱۰۹۲ھ) لکھتے ہیں کہ۔

"آنحضرت فرمودند بدوزخ نرودیک کس از مومناں کہ در زیر شجرہ بیعت الرضوان نام نہادہ اند بجہت آنکہ حق تعالیٰ در حق ایشاں فرمودہ لقد رضی اللہ عن المؤمنین۔ الخ۔ (تفسیر صافی بحوالہ آیات بینات حصہ اول ص۱۳۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن مومنوں سے کوئی ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی کیوں کہ حق تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین۔ الآیۃ"

(۲) اسی طرح اس بیعت کا ذکر شیعہ کی مستند کتاب حدیث "فروع کافی، کتاب الروضہ" ص۱۵۱ مطبوعہ لکھنؤ میں بھی موجود ہے۔

(۲۱) مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيمًا ۝ پ۲۶، الفتح، ع۱۰

(ترجمہ) محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کی صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں، آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب تو ان کو دیکھے

گا کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں اُن کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ انکے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ ان سے کافروں کو جلادے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں، مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے"۔

فوائد | اس آیت شریفہ میں خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اعلان فرما کر صحابہ کرامؓ کے اوصاف، فضائل اور ان کی خاص علامات بیان کی گئیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ پورے قرآنِ کریم میں صحابہ کرامؓ کی کوئی فضیلت نہ ہوتی صرف یہ ایک ہی آیت کریمہ ہوتی تو بھی عظمتِ صحابہ، فضیلتِ صحابہ اور مدح صحابہ پر بہت بڑی دلیل ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت کا شرف ہونا بتلایا۔ پھر ان کی خاص صفات بیان فرمائیں۔ جہاں تک معیت و صحبتِ نبوی کا تعلق ہے کوئی عمل اس کے گردِ راہ کو نہیں پہنچ سکتا ؏

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

صحابہ کرامؓ کی پہلی صفت یہ فرمائی کہ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ۔ یہ صفت کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ تاریخ کے اوراق اس بات کے شاہدِ عدل ہیں کہ انہوں نے ہر ہر موڑ پر اس کا مظاہرہ کیا، حسب نسب، خاندانی رشتے ناتے سب کو اسلام پر قربان کر دیا۔[1]

دوسری صفت یہ بیان فرمائی "رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ"، یہ صفت بھی کسی دلیل کی محتاج نہیں۔

---

[1] تفصیل کے لیے احقر کا رسالہ "صحابہ کرامؓ اور عشقِ رسالت مآب" ملاحظہ فرمائیے۔

(ملنے کا پتہ: اسلامک اکیڈمی مانچسٹر، انگلینڈ)

صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کے محبت و محبوب، ہمدرد و غمگسار، ہمدم و ہمراز تھے اور ہمیشہ مؤدت و اخوت، محبت والفت سے پیش آتے تھے، ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں برابر کے شریک تھے۔ مہاجرین انصار سے محبت کرتے تھے اور انصار مہاجرین سے محبت کرتے تھے۔

جہاں تک خلفاء راشدینؓ کا آپس میں تعلق ہے، وہ بھی نہایت محبّانہ اور دوستانہ تعلق تھا، ایک دوسرے کے رشتہ دار بھی تھے اور ایک دوسرے کے یار بھی۔ ان لوگوں کے بارے میں جو لوگ عداوت و نفرت کے قصے کہانیاں بیان کرتے ہیں وہ قطعاً جھوٹ اور غلط ہے۔ ایسی خبروں پر اعتبار کرنا قرآن و حدیث کی مخالفت کرنا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے کمال ایمان کے ساتھ ساتھ کمالِ عمل کا بھی ذکر فرمایا کہ یہ لوگ نہایت ہی اخلاص کے ساتھ رکوع و سجدہ میں پڑے خدا کی یاد میں مگن رہتے ہیں، اور عبادت و اخلاص کا یہ نور ان کی مبارک پیشانیوں پر صاف نظر آرہا ہے۔ (جس کی آنکھیں ہوں وہ دیکھے)

اور صحابہ کرامؓ کی یہ شان و عظمت صرف قرآنِ کریم کی زبانی نہیں بلکہ پہلی کتب سماوی تورات و انجیل میں بھی ان کی رفعتوں اور عظمتوں کو بیان کیا گیا تھا اور پہلی اُمتوں کے سامنے بھی صحابہ کرامؓ کی عظمت کے ترانے سنائے گئے تھے۔ (سوچو کس قدر مبارک اور مقدس گروہ ہوگا)

دنیا میں بھی ان کی عظمت کا ڈنکا بجا اور آخرت میں بھی ان کے لیے مغفرت و بخشش، اجرِ عظیم اور رحمتِ الٰہی کا سایہ ہوگا۔

بڑا ہی بدبخت و بدنصیب ہے وہ شخص جو صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفاء راشدینؓ سے غیظ و غضب، کینہ و حسد رکھتا ہو۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے، آمین)

(نوٹ) شیعہ حضرات کے مشہور مفسر علامہ طبرسی اپنی تفسیر میں واحدی کا قول

---

[1] تفصیل کیلئے احقر کی تالیف "رشتہ فاروقؓ و علیؓ" دیکھئے۔ (ملنے کا پتہ:۔ اسلامک اکیڈمی مانچسٹر)

نقل کرتے ہیں۔

"کَزَرْعٍ اَخْرَجَ"۔ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ کی دی ہے۔ پس کھیتی تو محمد ہیں اور پودے اس کے اصحاب اور آس پاس رہنے والے مومن ہیں جو انتہائی کمزوری اور قلت میں تھے جیسے شروع میں چری (فصل) کمزور ہوتی ہے، پھر موٹی اور مضبوط ہوکر کونپل مارتی ہے (یعنی ایک سے کئی شاخیں بن جاتی ہیں) تو اسی طرح مؤمنین صحابہ کرام ایک دوسرے سے مل کر مضبوط ہوگئے اور خوب سخت طاقتور بن گئے اور اپنی خلافت پر پورے کھڑے ہوگئے تاکہ اللہ تعالےٰ ان (کی ترقی کی) وجہ سے کفار کو چڑائے۔ یعنی خدا نے ان کو بہت کثیر بنا دیا اور مضبوط کر دیا تاکہ یہ (خدا کی) اطاعت پر اتفاق اور اپنی کثرت کی وجہ سے کافروں کو غصہ دلائیں"۔ (مجمع البیان پ۲۶ ص۲ بحوالہ تحفہ امامیہ ص۲۷۹)

(۲) تورات وانجیل میں صحابہ کرامؓ کی شان بیان فرمائی گئی ہم اس کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ آجکل تورات وانجیل محرف ہے اور اغلاط سے پر ہے[1] ممکن ہے بہت سے مقامات پر اس مثال کو اور عظمت صحابہ کو بیان کیا گیا ہو۔ تاہم تحریفات کے باوجود ایک دو حوالے ملاحظہ فرمایئے۔ عہد نامہ قدیم (OLD TESTAMENT) میں یہ آیت ملتی ہے:۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا، دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کیلئے آتشیں شریعت تھی، وہ اپنے لوگوں سے محبت رکھتا ہے اس کے سب مقدس تیرے ہاتھ ہیں وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے"۔ (تورات۔ استثناء باب ۳۳ آیت ۱ تا ۳)

---

[1] تفصیل کے لیے احقر کی تالیف "الجواب الصحیح لمن حرف کتاب الکلیم والمسیح" (تحریف کے مجرم) ملاحظہ فرمایئے۔ (ملنے کا پتہ:۔ اسلامک اکیڈمی مانچسٹر، انگلینڈ)

جہاں تک انجیل (NEW TESTAMENT) کا تعلق ہے اس میں تمثیل کا اس طرح ذکر ہے :-

"اور کچھ اچھی زمین میں گرے اور پھل لائے، کچھ سو گنا کچھ ساٹھ گنا کچھ تیس گنا، جس کے کان ہو وہ سن لے۔" (انجیل متی ۱۳)

انجیل مرقس میں یہ الفاظ ہیں :-

"اس نے کہا خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے اور رات کو سوئے دن کو جاگے اور وہ بیج اس طرح اُگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے، پہلے پتی پھر بالیں پھر بالوں میں تیار دانے پھر جب اناج پک چکا تو وہ فی الفور درانتی لگاتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا" (باب ۴)

اس کی مزید وضاحت "الفصل ما شهدت به الاعداء" کے آخر میں آئے گی۔ انشاء اللہ

(۲۲) إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ○ (پ ۲۶، الحجرات، ع ۱)

(ترجمہ) "بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسولؐ کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالےٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے، ان لوگوں کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔"

فوائد اس آیت کریمہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابۂ کرامؓ کے قلوب کو جانچا اور کامیاب پایا تو خالص تقویٰ و طہارت للّٰہیت و خشیت کے لیے تیار کر دیا۔

غور فرمائیے! صحابۂ کرامؓ کے دلوں کو پرکھنے والا خدا ہو اور ان کے دلوں میں تقویٰ و للّٰہیت کو خالص کرنے والا بھی مقلب القلوب ہو تو کیا صحابۂ کرامؓ پھر بھی ناپاک رہیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں، وہ پاک اور صاف ستھرے تھے اور کمال تقویٰ کے ساتھ

ہی متصف تھے۔

تقویٰ کے معنی کفر و شرک، فسق و بدعت جیسے افعالِ شنیعہ سے مکمل اجتناب اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جانا ہے۔ تقویٰ کے بالمقابل فسق آتا ہے۔ فاسق اصطلاحِ شریعت میں اُسے کہا جاتا ہے جس کی عدالت ساقط اور اس کا عادل ہونا تسلیم نہ کیا جائے۔

اس وضاحت سے صاف معلوم ہوا کہ صحابۂ کرامؓ نہ صرف کمالِ تقویٰ کے ساتھ متصف تھے بلکہ عادل بھی تھے اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے کہ الصحابة کلھم عدول۔

(۲۴) واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینه فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولٰئک ھم الراشدون ؕ فضلاً من اللہ ونعمة واللہ علیم حکیم ۝ (پ۲۶، الحجرات، ع۱)

(ترجمہ) "اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کا رسول ہے۔ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دے دی۔ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں اور اللہ تعالےٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

فوائد اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابۂ کرامؓ کے دلوں میں ایمان محبوب تھا اور ان کے دلوں میں ایمان کی زینت موجود تھی، نہ صرف ایمان محبوب تھا بلکہ کفر، فسق اور نافرمانی سے ان کو شدید نفرت تھی، کفر سب سے بڑا گناہ ہے، پھر فسق وہ گناہ جو زبان سے ظاہر ہو اور پھر عصیان جو کفر و فسق سے کمتر اور عملی ہے۔ یعنی صحابۂ کرامؓ کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے جو سب سے کمتر درجہ کا گناہ تھا اس کی بھی نفرت ڈال دی۔

پھر فرمایا کہ حقیقت میں یہی لوگ رشد و ہدایت کی راہ پر ہیں اور یہ فضلِ خداوندی اور عطیہ ربانی ہے۔ اب اس فضلِ خداوندی اور عطیہ ربانی پر تنقید کرنا یا نقص نکالنا اللہ کے

انتخاب کی مخالفت اور اس کے فیصلہ پر اعتراض کرنا ہے جو کسی مومن کا کام نہیں ہو سکتا۔

(۲۴) لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔ وکلا وعد اللہ الحسنیٰ واللہ بما تعملون خبیر۔ (پ۲۷، الحدید، ع۱)

(ترجمہ) "جو لوگ فتح مکہ سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے۔ برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں اُن لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑے، اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔"

فوائد اس آیت کریمہ سے پتہ چلا کہ جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کر کے جانی و مالی قربانی دی ان کا درجہ ان لوگوں سے اعلیٰ ہے جو فتح مکہ کے بعد ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ مگر جہاں تک سب کے سب صحابہ کرامؓ کے عادل، متقی، پاکباز اور جنتی ہونے کا تعلق ہے آیت کریمہ بتلاتی ہے کہ وہ سب کے سب قطعی طور پر جنتی ہیں خواہ وہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے یا فتح مکہ کے بعد، اس سے ان کے مغفور و جنتی اور عادل ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ملاحظہ فرمائیے! قرآن کریم بار بار ان کے جنتی ہونے کی بشارت دے رہا ہے مگر کچھ لوگ ابھی تک اس فرمانِ الٰہی کی مخالفت پر تُلے ہوئے ہیں، معلوم نہیں ان کے دلوں میں خوفِ خدا کیوں نہیں؟ یا پھر ختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ کی زد میں آ گئے ہوں گے۔ (اللہ تعالیٰ بچائے۔ آمین)

(۲۵) للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولٰئک ھم الصٰدقون۝ والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون۝ والذین جاءوا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین

سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (پ ۲۸، الحشر، ع ۱)

(ترجمہ) "ان حاجتمند مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں ۝ اور ان لوگوں کا جو دارالاسلام میں اور ایمان میں ان کے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں، جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اُس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو، اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ۝ اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے، اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔"

فوائد ان آیاتِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے پوری امتِ محمدیہ کے تین طبقے بتلائے (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) اور ان کے بعد بقیہ امت۔

پہلے مہاجرینؓ کے خاص اوصاف بیان کر کے ان کی عظمت کو اُجاگر کیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خدا ہی کی رضا کے لیے وطن سے جلاوطن ہونا منظور کیا اور اس جلاوطن ہونے میں بھی ان کی کوئی ذاتی نیت نہیں تھی بلکہ محض اور محض رضائے الٰہی مطلوب و مقصود تھا، اور ان لوگوں نے اتنی بڑی مشقت اس لیے اٹھائی کہ اللہ کے دین کی حمایت کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں اور اسلام کا علَم چہار دانگ عالم میں لہرائیں اور ان لوگوں نے خدا اور اس کے رسول کے ساتھ جو جو عہد کر رکھے تھے وہ سارے پورے کر دکھائے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ، وہی لوگ سچے ہیں۔ حضرات مہاجرینؓ کی (دینِ اسلام کی خاطر) حیرت انگیز قربانیاں تاریخ عالم میں نہیں ملتیں اور نہ کبھی مل سکیں گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے "انصار" کے اوصاف بیان فرمائے کہ انہوں نے مدینہ منورہ کو اپنا مسکن بنایا اور ایمان میں بھی مخلص و کامل ہوئے اور مہاجرین سے جن کے ساتھ کوئی ذاتی غرض یا خاندانی رشتے نہ تھے مگر محض رضائے الٰہی کی خاطر مودّت واخوت محبت والفت، ایثار و ہمدردی کا وہ عظیم الشان مظاہرہ کیا جس کی مثال نہیں، پھر تقسیم کے وقت جو کچھ اور جتنا کچھ مہاجرین کو دیا گیا اس پر بھی بصدقِ دل راضی رہے، کسی کے دل میں ذرہ بھر کینہ وعداوت نہ تھی، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مہاجرین کی ہر خواہش و حاجت کو مقدم کرتے تھے، چونکہ ان سب کا مقصد رضائے الٰہی تھا اس لیے یہ لوگ کامیاب ہو گئے۔

پھر اس کے بعد مہاجرین وانصار صحابہؓ کے بعد آنے والی امت کو ایک نصیحت کی گئی کہ صحابۂ کرامؓ کی سبقتِ ایمانی کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں اور ہم تک ایمان کو اسلام کو صحیح سالم پہنچانے والے معزز لوگوں کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھ کر ان سب کے لیے دعائے مغفرت کریں کہ یہی وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے ہر مشکل گھڑی میں پیغمبرِ آخر الزمانؐ کا ساتھ دیا، اپنی اور اپنی اولاد کو قربان کیا، اموال و املاک ترک کر دیئے، وطن سے بے وطن ہونا گوارا کیا، اور اللہ کا پیغام پہنچایا۔

یہ بات تو اپنی جگہ مسلّم ہے کہ صحابۂ کرامؓ جنتی ہیں مگر ان کے لیے دعائے مغفرت کرنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ ہم ان سے محبت کرتے ہیں، ان کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں اور ہم ان سب کے تہہ دل سے احسان مند ہیں۔ اور اگر کوئی ان کیلئے دعائے مغفرت نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو نہ تو ان سے محبت ہے نہ ان کے حقوق کا خیال ہے اور نہ ہی احسان مند ہے۔ تو سوچیئے کیا وہ مسلمان کہلانے کے قابل ہو سکتا ہے؟

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ:۔

"صحابۂ کرامؓ کے بعد والے جتنے مسلمان ہیں اُن کا ایمان واسلام قبول ہونے اور نجات پانے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ صحابۂ کرامؓ کی

عظمت و محبت اپنے دلوں میں رکھتے ہوں اور ان کے لیے دُعا کرتے ہوں جن میں یہ شرط نہیں پائی جاتی وہ مسلمان کہلانے کے قابل نہیں۔"

(معارف القرآن جلد ۸ ص۳۸۱)

اللہ اللہ! صحابہ کرامؓ کا کتنا عظیم مقام ہے اور یہ مقدس جماعت کتنی عظمتوں کی مالک ہے۔ اُن لوگوں پر صد افسوس ہے جو صحابہ کرامؓ جیسی مقدس جماعت کو طنز و تشنیع کا نشانہ بناتے اور ان پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔

(نوٹ) سیدنا حضرت حسینؓ سے کسی نے حضرت عثمانِ غنیؓ کے بارے میں سوال کیا (جبکہ ان کی شہادت کا واقعہ پیش آچکا تھا) تو انہوں نے سوال کرنے والے سے پوچھا کہ تم مہاجرین میں سے ہو؟ اس نے انکار کیا! پھر پوچھا کہ انصار میں سے ہو؟ اس نے اس کا بھی انکار کیا، تو فرمایا بس اب تیسری آیت والذین جاءوا من بعدھم رہ گئی ہے، اگر تم حضرت عثمان غنیؓ کی شان میں شک و شبہ پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس درجہ سے بھی نکل جاؤ گے۔ (معارف القرآن جلد ۸ ص۳۸۱)

(۲) حضرت امام محمد باقرؒ کا فیصلہ بھی پیش نظر رکھیئے:-

"حضرت امام محمد باقرؒ نے ایک ایسی جماعت سے جو ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے حق میں بدگوئی کر رہے تھے، فرمایا کہ کیا تم اُن مہاجرین میں سے ہو جو خدا کے لیے اپنے گھروں سے نکالے گئے اور خدا کے لیے ان کا مال لوٹا گیا اور خدا اور رسول کی مدد کی؟ کہنے لگے نہیں، پھر آپ نے پوچھا کیا تم اُن لوگوں سے ہو جنہوں نے مہاجرین کے آنے سے قبل ہی ایمان قبول کر کے ان کے لیے رہائش کا انتظام کر رکھا تھا اور مہاجرین سے محبت رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا نہیں تو امام باقرؒ نے فرمایا کہ تم خود (اپنے اقرار سے) ان دونوں (جماعتوں) سے بیزار ہوئے اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم اُن لوگوں میں سے بھی ہرگز نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے والذین جاءوا من بعدھم" الآیۃ

(آیات بینات جلد ا ص۲۸ ، ھدایۃ الشیعہ ص۱)

لیجئے فیصلہ فرمائیے! جن لوگوں نے صحابہ کرامؓ پر طعن کرنا اپنی زندگی کا مقصد سمجھ رکھا ہے وہ ائمہ اہلبیت کے ارشادات کی روشنی میں ہی سبق حاصل کریں اور اپنی عاقبت سنواریں۔

(۲۶) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ۔ (پ۳۰، البینٰت، ع۱)

(ترجمہ) "بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں، ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے، یہ اُس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے"

فوائد ان آیات میں بتلایا گیا کہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اعمالِ صالح کیے وہ لوگ بہترین مخلوق ہیں۔ چونکہ یہ بات مسلّم ہے کہ صحابہ کرامؓ سب مومنوں سے اعلیٰ و افضل اور اعمالِ صالح کے اعتبار سے بھی سب پر فائق ہیں گویا مومنوں کے سردار ہیں۔

تو خیر البریۃ کا اولین مصداق وہی جماعت ہوگی اسلیئے یہ کہنا برحق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کو بہترین خلائق کا لقب دیا ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں سب سے بہترین فرمایا ہے۔ (دیکھئے بخاری) اور واقعی وہ بہترین ہی ہیں۔

دوسری آیت میں اُن لوگوں کی جزاء کا بھی بیان ہے اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے انعام عظیم کے بھی مستحق ہونے کا صراحۃً ذکر ہے اور یہ بات آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ صحابہ کرامؓ کو اسی دنیا میں رضوانِ الٰہی کا مژدہ سُنا دیا گیا اور قرآنِ کریم نے اسکو بیان کر دیا۔ پھر صرف "رضی اللہ عنہم" نہیں فرمایا بلکہ "ورضوا عنہ" بھی بیان فرما کر اس بات کا اشارہ کر دیا کہ ان کے ایمان وعرفان، تقویٰ وللّٰہیت، خوف وخشیت کا اصلی مقام اس کے بغیر نمایاں نہیں ہوسکتا اس سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہوسکتی ہے؟۔

یہ عظیم نعمت (یعنی رضا خداوندی) عام امت کو جنت میں پہنچنے اور وہاں کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کے بعد حاصل ہوگی جبکہ صحابۂ کرامؓ کو یہ نعمت اسی دنیا میں نصیب ہوگئی۔ حدیث میں ہے کہ:۔

"جب مومن جنت میں پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جنت والو! کیا تم راضی ہو؟ بندے تعجب سے عرض کریں گے کہ اے اللہ کیا وجہ ہے کہ ہم راضی نہ ہوں، تو نے ہم پر بڑے احسان کیے، بیشمار نعمتوں سے نوازا، ہمارے چہرے روشن بنائے ہم کیوں راضی نہ ہوں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا بندو میں تمہیں کچھ اور بھی دینا چاہتا ہوں، لوگ تعجب کریں گے کہ اور کیا چیز ملنے والی ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: احل علیکم رضوانی فلا اسخط علیکم بعدہ ابداً۔ (بخاری جلد۲ ص۱۱۲۱، مسلم جلد۲ ص۳۷۹) دستو! میں تم پر اپنی رضا اتارنا چاہتا ہوں اور آئندہ میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ اس وقت بندے بہت ہی زیادہ خوش ہو جائیں گے۔"

اسی لیے امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ ——— "مقام رضا سے فائق و افضل کوئی مقام نہیں ———"

اللہ اللہ اصحابۂ کرامؓ کی عظمتوں کا اندازہ لگائیے کہ اتنی بڑی دولت اور اتنا اونچا مقام انہیں اسی دنیا میں نصیب ہوگیا۔ اور رہتی دنیا تک یہ اعلان قرآنِ کریم کرتا رہے گا۔

آئیے ہم بھی شہادت دیں کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب پاک، عادل، متقی، عالم، صالح، زاہد، عابد، اللہ کے ولی اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فدائی و عاشق اور دینِ اسلام کے ایک عظیم ستون ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمدٍ وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین۔

برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(آمین)

ایک سوال اور اس کا جواب

ممکن ہے کہ یہ سوال ذہن میں گردش کرے کہ جب اللہ کی آخری کتاب قرآن کریم میں حضرات صحابہ کرامؓ کے اس قدر فضائل و مناقب موجود ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ شیعہ حضرات عظمتِ صحابہؓ کے قائل نہیں؟ کیا یہ لوگ قرآنِ کریم کی ان آیات پر ایمان نہیں رکھتے؟

اس سلسلے میں یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ شیعہ حضرات قرآن کریم کی ان آیات کو اس لیے نہیں مانتے ہیں کہ:۔

(۱) ان کے نزدیک قرآنِ کریم محرّف ہے یعنی اللہ کی آخری کتاب میں تغیر و تبدل، کمی و بیشی واقع ہو چکی ہے اور شیعہ حضرات کے نزدیک اس حرکت کے ذمہ دار خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ ہیں، اس لیے ان کا کہنا ہے کہ قرآنِ کریم کی ان آیات میں جو فضائل و مناقب، عزت و عظمت بیان ہوئی ہے وہ سب صحابہ کرامؓ نے خود ہی اپنی طرف سے وضع کی ہے۔ اور جہاں تک اصل قرآن کا تعلق ہے شیعہ حضرات کے نزدیک وہ امام مہدی کے پاس ہے جو غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان آیات پر ایمان نہیں لاتے۔[۱]

(۲) شیعہ حضرات کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے صحابہ کرام کو اچھا اور صالح قرار دیا مگر بعد میں جب صحابہ مرتد ہو گئے تو یہ فضیلت ان کے لیے باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ کو بہت سی باتوں کا علم پہلے نہیں ہوتا بلکہ بعد میں جب وہ چیز واقع ہو جاتی ہے تو پھر اسے پتہ ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں پہلے سے یہ ساری باتیں معلوم نہ تھیں اس لیے ان کے فضائل و مناقب بیان کر دیئے، مگر بعد میں جب ان لوگوں نے یہ حرکت کی تو وہ تمام عظمتیں ان سے سلب کر لی گئیں۔

اللہ تعالیٰ کو مستقبل سے بے خبر بتلانے کے لیے انھوں نے اپنے دین میں ایک نئے عقیدے کا اضافہ کیا اور اس کے فضائل و اہمیت بیان کی اس نئے

---

[۱] تفصیل کے لیے احقر کا رسالہ "شیعہ اثنا عشری اور تحریفِ قرآن کا عقیدہ" ملاحظہ فرمائیے۔
(ملنے کا پتہ:۔ اسلامک اکیڈمی مانچسٹر)

اور خود زراشیدہ وگستاخانہ عقیدہ کو "بداء" کہتے ہیں۔ پہلے اسکی حقیقت پڑھیے:۔

"ابوحمزہ ثمامی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؒ کو یہ فرماتے سنا
کہ اے ثابت! اللہ نے ۷۰ سال کے اندر اندر امام مہدی کے ظہور کا
وقت مقرر کیا تھا مگر جب حضرت حسین صلوات اللہ علیہ شہید ہوگئے تو اہل زمین
پر خدا کا غضب سخت ہوگیا تو اس کے ظہور کو ۱۴۰ھ تک مؤخر کردیا۔ ہم
نے تم سے یہ بیان کیا تو تم نے اس کو مشہور کر کے راز کا پردہ فاش کردیا۔
اب اس کے بعد ظہورِ مہدی کا وقت اللہ نے ہمیں بھی نہیں بتلایا، اللہ
جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے"

(اصول کافی جلد ۱ ص ۳۶۸ مطبوعہ ایران باب کراہیۃ التوقیت ۔ عدالت صحابہ کرام ص ۱۰۱)

مطلب یہ ہے کہ امام مہدی کے ظہور کا وقت ۷۰ھ تھا مگر چونکہ انہوں نے حضرت حسینؓ کو شہید کردیا تو اللہ تعالےٰ نے ۱۴۰ھ تک مؤخر کردیا کیونکہ خدا کو معلوم نہ تھا کہ یہ حضرت حسینؓ کو قتل کردیں گے، پھر جب ۱۴۰ھ سے پہلے لوگوں نے اس بات کو مشہور کردیا کہ امام مہدی ۱۴۰ھ میں ظاہر ہوں گے تو خدا کو پھر سے اپنے پروگرام میں تبدیلی کرنی پڑی اور اب نہ معلوم کب ظاہر ہوں گے؟

شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ "بداء" بہت ہی اہمیت کا حامل ہے، انہوں نے یہ عقیدہ اس لیے ایجاد کیا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں نازل شدہ آیات میں تاویل کردی جائے اور انہیں ان تمام فضائل سے یکسر محروم کردیا جائے شیعوں کے اکابر کا یہی عقیدہ رہا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے "تحفہ اثناعشریہ" میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"شیعہ کی ایک جماعت کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے عالم
نہیں ہے جیسے زرارۃ بن اعین، بکیر بن اعین، سلیمان جعفری اور
محمد بن مسلم وغیرہ۔ (یہ تمام شیعہ حضرات کے مرکزی محدث اور ائمہ کے
اصحاب میں سے ہیں)"

پھر دوسری جماعت کا عقیدہ رہا ہے کہ :-

"اللہ تعالیٰ کو اشیاء کے وجود میں آنے سے قبل ان کا علم نہیں ہوتا اور اثناء عشریہ میں سے متقدمین و متاخرین کی ایک جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو ان کے وجود میں آنے سے قبل نہیں جانتا "کنز العرفان" کا مصنف مقداد بھی انہی میں سے ہے"۔ (بحوالہ مختصر التحفہ ص۹۸)

اب کچھ "بداء" کے فضائل بھی سن لیجئے!

"زرارۃ بن اعین نے امام باقر اور جعفر صادق میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ جیسی بداء سے اللہ کی عبادت ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہیں ہوتی"۔ (اصول کافی جلد ۱ باب البداء)

اندازہ فرمائیے! عظمتِ صحابہؓ کے انکار نے کیسے کیسے گستاخانہ عقیدے اختیار کرانے پر مجبور کر دیا۔ کاش کہ یہ لوگ "صحابۂ کرام" کی عظمتوں کے قائل ہو جاتے تو نہ انہیں قرآنِ کریم کو محرف ماننے کا عقیدہ بنانا پڑتا اور نہ ہی معاذ اللہ خدا کو بے خبر بتلانے کا عقیدہ ایجاد کرنا پڑتا۔

ہم نے شیعہ تاویلات کی جوابدہی سے اعراض کیا ہے، کیونکہ یہ دونوں عقیدے اس قدر گندے اور واضح ہیں کہ ہر مسلمان اس کی لغویت کا اندازہ کر سکتا ہے، اور اسے قابلِ صد نفرین سمجھتا ہے ـــــ بس اتنا کہہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ ہزار ملمع سازی سے کام لیں حقیقت حقیقت رہے گی بناوٹ بناوٹ! اور تصنع کا پردہ ایک دن ضرور چاک ہوتا ہے۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ہ

نُورِ خُدا ہے کُفر کی حرکت پہ خندہ زن
پُھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

وما علینا الا البلاغ

اصحابِ نبیؐ

سورج ہیں نبیؐ اور سب اصحابؓ ہیں تارے
تارے جو نہ ہوں ناؤ نہ پہنچے گی کنارے

یارانِ نبیؐ پیکرِ اعزاز ہیں سارے
اللہ خوش ان سے ہے خدا کے ہیں وہ پیارے

بینا ہے اگر آنکھ تو دیکھ ان کی فضیلت
قرآن کی آیات میں ہیں صاف اشارے

فیضانِ پیمبرؐ کو کیا عام انہیں نے
آفاق میں روشن ہیں ہدایت کے منارے

ممنون ہیں دل ان کے مسیحا نفسی کے
از ہمتِ شاں در چمنِ زیست بہارے

خالق نے اگر ہستی سرور کو سنوارا
اصحابؓ کے دل ساقیؐ کوثر نے سنوارے

لہرائے علم ملتِ بیضا کے جہاں میں
معدوم انہوں نے کیے باطل کے شرارے

اصحابؓ ہوں ازواجؓ یا آلِؓ نبیؐ ہو
لازم ہے ولا سب سے عقیدے میں ہمارے

شوقی اثرِ ماہِ رسالتؐ ہیں صحابہؓ
ہیں باعثِ تنویر یہ پُر نور نظارے

(شوقی اسعدیؒ انبالوی)

اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اھتدیتم
(الحدیث)

از
حافظ محمد اقبال رنگونی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد

(۱) حضرت ابو بردہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"ستارے آسمان کے امن کا باعث ہیں جب یہ جاتے رہیں گے تو وہ وعدہ موعود (یعنی قیامت) آسمان کو بھی آپہنچے گا جس کا اس سے وعدہ ہے میں اپنے صحابہ کے لیے امن ہوں جب میں رخصت ہو جاؤں گا تو میرے صحابہ کو بھی وعدہ موعود (اختلافات وغیرہ) آپہنچے گا اور میرے صحابہ میری امت کے لیے باعث امن ہیں جب میرے صحابہ نہ رہیں گے تو میری امت کو ان سے وعدہ موعود آپہنچے گا (یعنی فتن و فساد و تفرقہ بازی وغیرہ)" (مسلم شریف جلد ۲ ص۳۰۸)

(بحار الانوار از علامہ مجلسی جلد ۲۲ ص۳۰۹)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کا وجود مسعود دور اسلام اور امت کے لیے امن و امان کا مضبوط قلعہ تھا اور دین اسلام باطل فرقوں کی دست و برد سے محفوظ رہا جب صحابہ کرام نہ ہوں گے تو پھر فتنہ و فساد وغیرہ پیدا ہو جائیں گے۔ اور یہی ہوا۔

(۲) حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے اپنے رب سے میرے بعد میرے صحابہ میں ہونے والے اختلافات کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں۔ بعض بعض سے زیادہ قوی ہیں اور ہر ایک کے لیے ایک نور ہے پس جس کسی نے اس شئی پر عمل کیا جس پر صحابہ کا اختلاف ہے تو ایسا شخص میرے نزدیک ہدایت پر ہے (جمع الفوائد ص۲۷۲ بحار الانوار جلد ۲۲ ص۳۰۶ معانی الاخبار ص۱۵۶، عیون

(اخبار الرضا ج۲ ص۸۵)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں ان حضرات کے درمیان جو مسائل میں اختلافات ہوئے ان سب کا تعلق حق سے ہے اس لیے ان میں سے

کسی کی بھی اتباع باعثِ ہدایت ہے اور ایسا شخص کامیاب ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ نے ارشاد فرمایا۔
"جو حکم کتاب اللہ میں ملے اس پر عمل کرو اگر وہاں نہ ملے تو پھر میری سنت میں تلاش کرو اس میں مل جائے گی) اگر وہاں بھی نہ پاؤ تو پھر میرے صحابہؓ کو دیکھو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ بیشک میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی اقتداء کروگے ہدایت پاجاؤگے اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے"۔ (اثبات النبوۃ ص۲۳ از حضرت مجدد الف ثانیؒ)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام لائق مقتداء ہیں اور یہ مقدس گروہ آسمان ہدایت کے ستارے ہیں ان میں سے جس کی بھی اتباع کی جائے منزل مقصود مل جائے گا۔

می گوید کہ اصحابی نجوم ۔۔۔ للسری قدوۃ وللطاغی رجوم

(نوٹ) جناب نواب محسن الملک صاحب روایت اصحابی کالنجوم (کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں) کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

جس طرح یہ روایت کتب اہل سنت میں ہے انہیں لفظوں میں کتب شیعہ میں بھی مذکور ہے۔ شیخ صدوق شیعی (۳۸۱ھ) نے معانی الاخبار میں علامہ طبرسی نے احتجاج میں ملاباقر مجلسی (۱۱۱۱ھ) نے بحارالانوار میں حیدر آملی اثنا عشری شیعی نے جامع الاسرار میں اس حدیث کی صحت کا اعتراف واقرار کیا ہے۔ نیز عیون اخبار (جو کتب شیعہ میں مستند کتاب ہے) میں ہے کہ امام رضا سے جب اس حدیث کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "ھذا صحیح" "یہ حدیث صحیح ہے۔ (آیات بینات ص۵۵)

(۴) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"اس مسلمان کو آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھ کو دیکھا یا میرے دیکھنے والوں (یعنی صحابہؓ) کو دیکھا"۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۵۴ جمع الفوائد ص۲۶۹ بحارالانوار جلد ۲۲ ص۳۰۵)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جس خوش نصیب مسلمان کو صحابی کا شرف نصیب ہوگیا اسے جہنم کی آگ ہرگز نہ چھوئے گی اور جس کسی نے حضرات صحابہ کرام کی زیارت کرلی اسے بھی یہ مقام مل گیا حضرات صحابہ کرام کی انتہائی درجہ کی بلند مقامی اور رفعت وعزت

(۵) حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے متعلق ... ان کو میرے بعد
(طعن و دشنام کا) نشانہ مت بنانا جوان سے محبت کرے گا وہ میرے
ساتھ محبت کی وجہ سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ
وہ میرے ساتھ بغض کی وجہ سے بغض رکھے گا ، جس نے
نے (زبان یا ہاتھ سے) ان کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذا دی اور جس
نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء دی اور جو اللہ کو ایذاء دیتا ہے
قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑ لے۔" (ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۶، جمع الفوائد صفحہ ۲۷)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا جائز نہیں۔ صحابہ کرامؓ سے محبت رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھنا ہے اور صحابہ کرامؓ سے بغض وعناد رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعناد رکھنا ہے ......

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتا ہے وہ گویا اللہ رب العزت کو ایذاء دیتا ہے پھر اس کا انجام ظاہر ہے کہ خدا اسے عذاب دے گا۔ قرآن کریم نے بھی کہا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان کا انجام لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلھم عذابا مھینا (الاحزاب پ ۲۲)

ہے اس لیے صحابہ کرام سے محبت رکھنی چاہیئے اور ان کی دشمنی سے بچنا چاہیئے۔

(۶) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میری امت میں میرے صحابہ کی مثال ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک کی
کہ کھانا بغیر نمک کے اچھا نہیں ہوتا۔"

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴، المصنف لعبد الرزاق جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۱، الاستیعاب ۱ صفحہ ۸)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حضرات صحابہ کرامؓ کا مقام وہی ہے جو کھانے میں نمک کا ہے جس طرح کھانے میں نمک نہ ہو تو کھانا بے لذت ہوتا ہے اسی طرح امت میں سے حضرات صحابہ کرام کو الگ کر لیا جائے تو امت کا کوئی مقام باقی نہیں رہتا۔ صحابہ کرام کی عظمت کی انتہائی دلیل ہے۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"بنی اسرائیل میں ۷۲ فرقے ہوئے اور میری امت میں ۷۳ فرقے ہوں گے سوائے ایک فرقے کے سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں جانے والا کونسا گروہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اس راستہ پر چمارہا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ناجی فرقہ وہی ہوگا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے نقش پا کا اتباع کیا اور جس نے ان حضرات گرامی قدر کی اطاعت و تابعداری سے سرکشی و انحراف کیا وہ ناجی گروہ میں سے نہ ہوگا اس لیے حضرات صحابہ کرامؓ کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے تاکہ ہم صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں۔ صحابہ کرام کی عظمت کا اندازہ لگایئے۔

(۸) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کے علاوہ باقی سب مخلوق پر میرے صحابہؓ کو فضیلت بخشی ہے اور ان میں سے (بھی) چار کو ممتاز فرمایا۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ علی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور ان کو میرا خصوصی مصاحب بنایا پھر آپ نے فرمایا میرے ہر صحابی میں بھلائی موجود ہے۔" (مجمع الزوائد صفحہ ۱۶ وتفسیر قرطبی جلد ۱۶ صفحہ ۲۹۶)

ف : حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرامؓ کو (انبیاء و مرسلین کے علاوہ) باقی سب پر فضیلت عطا فرمائی۔ پھر ان میں سے بھی خصوصیت سے حضرات خلفاء راشدینؓ کو ایک عظیم و رفیع مقام نصیب فرمایا ہے۔ اس لئے تمام صحابہ کرامؓ کی عزت اور ان کا احترام کرنا چاہیئے۔

(۹) حضرت عرباض بن ساریہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس میں آپ نے وصیت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ :

"بلاشبہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا بہت اختلافات دیکھے گا تم ایسی صورت میں میری اور میرے خلفاء کی سنت اور طریقہ پر عمل کرنا

اور اسی کو لازم پکڑنا۔ اسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور اپنے آپ کو ہر نئے طریقے سے محفوظ رکھنا اس لیے کہ ہر نیا طریقہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" (مشکوٰۃ شریف ص۳۰ جامع صغیر جلد ا ص۱۹۲)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کی سنت اور ان کا طریقہ ہمارے لیے حجت ہے۔ اختلافات کی صورت میں ان کے اقوال وارشادات، افعال و کردار ہمارے لیے بہترین رہنما ہیں۔ ہر وہ قول وعمل جو صحابہ کرام سے ثابت ہے اس میں نور ہی نور ہے اور جو ان سے ثابت نہیں اور اسکو دین کا جزو بنا لیا جائے اس میں ظلمت ہی ظلمت ہے اور اسی کا نام بدعت ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پیاروں کا طریقہ اختیار کریں تاکہ سرخرو ہوں۔ صحابہ کرام کا کتنا بلند مقام ہے کہ انہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتدا قرار دے کر ان کے طریقہ کو بھی لازم پکڑنے کی تلقین فرمائی۔ (دیکھیے شیعہ کتابیں کشف الغمہ جلد ا ص۵۷، ارشاد القلوب ج ا ص۳۷)

(۱۰) حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے صحابہؓ کا اکرام کرو کیونکہ وہ تم سب سے بہتر ہیں پھر ان کے بعد کے لوگوں کا احترام کرو۔" (المصنف جلد ۱۱ ص۳۴۱)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا احترام و اکرام کیا جائے ان کے بارے میں لب کشائی نہ کی جائے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و وصیت ہے جو شخص صحابہ کرام کا اکرام و احترام نہیں کرتا گویا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت سے انحراف کرتا ہے۔ (معاذ اللہ)

(۱۱) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب اللہ تعالیٰ میرے کسی امتی کو بھلائی دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے۔" (جامع صغیر جلد ا ص۲۷)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جس مسلمان کے دل میں صحابہ کرام سے محبت ہے اسے اللہ تعالیٰ نے بھلائی نصیب فرما دی ہے اس لیے صحابہ کرام سے محبت رکھنی چاہیئے تاکہ فضل خداوندی میں روز بروز ترقی و اضافہ ہوتا رہے

(۱۲) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میرے صحابہ میں سے کوئی بھی کسی سرزمین میں انتقال کرے وہ قیامت کے دن اس سرزمین کے لوگوں کے لیے پیشوا اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔"

(مشکوٰۃ شریف ص۵۵۴)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام جس سرزمین میں ہوں وہ وہاں کے قائد ہوں گے اور ان کے لیے نور ہی نور ہے۔ اللہ اللہ! کتنا بڑا مقام ہے صحابہ کرامؓ کا۔

(۱۳) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"لوگوں پر ایک دور آئے گا جب جہاد کے لیے نکلیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی ہے۔ جواب ملے گا کہ ہاں ہے پس انہیں فتح حاصل ہوگی پھر ایک دور آئے گا کہ کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کو دیکھنے والا (یعنی تابعی) ہے۔ جواب ملے گا کہ ہاں ہے پس انہیں فتح حاصل ہوگی پھر ایک دور آئے گا کہ لوگ جہاد کے لیے نکلیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جس نے تابعی کو دیکھا ہے تو جواب ملے گا کہ ہاں ہے۔ پس انہیں بھی فتح ملے گی۔" (بخاری شریف جلد نمبر۱ ص۵۱۵ مسلم شریف جلد ۲ ص۳۰۸)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے وجود مسعود کی برکت سے اللہ تعالیٰ فتح و غلبہ عطا فرمائے گا بلکہ جس نے صحابی کو بھی دیکھا ہے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی برکات صرف اپنی ذات تک محدود نہیں بلکہ تابعین اور تبع تابعین کو بھی ان کے وجود مسعود کی برکات سے حصہ ملتا ہے۔

(۱۴) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرکے فرمایا:

"تم لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین اور کرامت والے ہو۔"

(استیعاب تحت الاصابہ جلد ۱ ص۵)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین قوم

اور بزرگ ترین افراد تھے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کی نظر میں بھی پسندیدہ حضرات تھے اس کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اس سے بڑھ کر اور کونسی شہادت ہو سکتی ہے۔؟

(۱۵) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ میرے ساتھ محبت رکھے اور جو مجھ سے محبت رکھے اسے چاہیئے کہ میرے اصحاب سے محبت رکھے ، اور جو میرے اصحاب سے محبت رکھے اسے لازم ہے کہ قرآن سے محبت رکھے۔" (الحدیث)، (تفسیر قرطبی، نزہۃ المجالس اول ص۲۲۹)

(فائدہ) حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کا دعویٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر باطل ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کا دعویٰ صحابہ کرامؓ کی محبت کے بغیر مردود ہے یعنی جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اسے لازم ہے کہ صحابہ کرام سے بھی محبت رکھے ورنہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہو گا حقیقت نہیں۔

(۱۶) حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"میری امت کا بہترین زمانہ وہ ہے جو میرے ساتھ ہے (یعنی صحابہ کرامؓ) پھر وہ ہے جو ان کے ساتھ ہو گا (یعنی تابعینؒ)"
(الحدیث)، (مسلم شریف جلد ۲ ص۳۰۹)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کا دور نہایت مبارک اور بہترین زمانہ ہے۔ امام نوویؒ (۶۷۶ھ) نے بھی لکھا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ (قرنی سے) مراد صحابہ کرامؓ کا زمانہ ہے اور دوسرے قرن سے تابعین کا زمانہ مراد ہے اور تیسرے سے تبع تابعین مراد ہیں (نووی شرح مسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے صحابہ کرامؓ کے زمانہ کو خیر کا زمانہ قرار دینا صحابہ کرامؓ کے عظمت و مرتبت کی کھلی دلیل ہے۔

(۱۷) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے میرے صحابہ کے متعلق اچھی گفتگو کی تو وہ نفاق سے بری ثابت ہوا (ایک روایت میں ہے کہ) جس نے میرے صحابہ کے بارے میں اچھی بات کہی وہ مومن ہے۔ (ریاض النضرۃ جلد ا صلا)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کو بھلائی سے یاد کرنے والے' ان کا ذکر خیر کرنے والے' ان کی تعریف کرنے والے' ان کے ساتھ محبت کرتے والے مومن اور نفاق سے بری ہیں، صحابہ کرامؓ کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ان کو بھلائی سے یاد کرنے والے کے ایمان کی شہادت دیتے ہیں۔ (سبحان اللہ)

(۱۸) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے میرے صحابہ' میری ازواج مطہرات اور میرے اہل بیت سے محبت رکھی اور ان میں سے کسی کی عیب جوئی اور کسی پر طعن نہیں کیا اور ان کی محبت کے اعتقاد پر ہی اس دنیا سے رخصت ہوا تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔ (نزہتہ المجالس حصہ دوم ص۲۴۳، ریاض النضرۃ)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کرام' آپ کی ازواجِ مطہرات۔ آپ کے اہل وعیالؓ سے محبت کرنا چاہیئے' ان کی عیب جوئی طعن و تشنیع سے بچنا چاہیئے جو شخص ان حضرات کی محبت دل میں لے کر اس دنیا سے رخصت ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا اللہ۔ اللہ! کتنا بڑا مقام ہے صحابہ کرامؓ کا۔

(۱۹) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

"اللہ نے بندوں کے قلوب کو دیکھا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو پسند فرمایا۔ چنانچہ آپؐ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور علم میں ممتاز فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو آپ

کے اصحاب کو آپ کے لیے پسند فرمایا۔ ان کو آپ کے دین کا مددگار اور آپ کا وزیر بنایا۔ پس یہ مومنین (یعنی صحابہ کرامؓ) جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ عنداللہ بھی بہتر ہے اور جسے یہ برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہیں۔"

(موطا امام محمد ص ۱۱۲، البدایہ جلد ۱ ص ۲۲۸، مجالس الابرار ص ۱۳)

(فائدہ) معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا مقام، عظمت، مرتبہ سب مخلوقات سے زیادہ ہے۔ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ کے بعد اگر کسی کا درجہ، مرتبہ، عزت و مقام ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہے۔ آپ کے بعد تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی۔

حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے ہی پسند فرمایا اور اپنے محبوب کی صحبت کے لیے انہیں چن لیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہی یہ بات کہی گئی ہے کہ "ماراٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن وماراٰہ المومنون قبیحاً فھو عند اللہ قبیح"۔ اس سے صحابہ کرامؓ کی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۴۰) حضرت معاویہ بن حیدہ القشیری سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سنا کہ:

"بیشک تم نوّے (وفی روایۃ ستّر) امت کی تعداد پورا کرنے والے ہو اور تم ان سب سے بہتر اور اللہ کے یہاں سب سے معزز ہو"

(جامع بیان العلم جلد ۲ ص ۴۲، استیعاب تحت الاصابہ جلد ۱ ص ۵)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ تمام انبیاء کرام کی امت سے افضل و اعلیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی فضیلت بہت زیادہ ہے اللہ اللہ! صحابہ کرامؓ کا کتنا اونچا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کے بعد انہی مقدس گروہ کو اپنا محبوب فرمایا ہے۔

(۲۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میرا کوئی صحابی بھی دوسرے صحابی کے بارے میں مجھے کچھ بھی (یعنی شکایت وغیرہ) نہ پہنچائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اس حالت میں تمہارے پاس آیا کروں جبکہ میرا دل ہر کسی سے صاف ہو۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۴)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے ناراض ہوتے ہیں کہ کسی صحابی کے بارے میں کوئی نامناسب بات کہی جائے کسی صحابی کی شکایت سن کر آپ کو تکلیف ہوتی ہے اس لیے غور کریں کہ ہم صحابہ کرام کی عیب جوئی کرکے اور پبلک میں اس موضوع کو اچھال اچھال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر رہے ہیں یا ناراض؟ دین کی خدمت کر رہے ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو زخمی کر رہے ہیں؟ یاد رکھیں صحابہ کرامؓ کے بارے میں لب کشائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لب کشائی ہے۔ اس لیے ہمیشہ احتیاط کرنی چاہیئے۔

(۲۲) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا ایک غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت حاطبؓ کی شکایت لے کر آیا اور کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حاطب آگ میں داخل ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو نے جھوٹ کہا۔ وہ (یعنی حضرت حاطب) کبھی آگ میں نہ جائے گا کیونکہ وہ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک رہا ہے۔ (ترمذی جلد ۲ ص۲۲۶)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں جن جن حضرات صحابہ کرامؓ نے شرکت فرمائی وہ سب کے سب قطعی جنتی ہیں اسی طرح قرآن کریم نے یہ بھی بتلا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ سے اللہ تعالیٰ راضی ہیں اس لیے سارے کے سارے قطعی جنتی ہیں ان کے بارے میں ہمیشہ اچھائی کے ساتھ بات کہنی چاہیئے یہی صحیح راستہ ہے۔

(۲۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ میری امت کو (یا یوں فرمایا کہ) محمد کی امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کریگا اور اللہ کا دستِ نصرت جماعت ہی پر ہے اور جو جماعت سے الگ ہوگیا تو جہنم میں گر پڑا (مشکوٰۃ ص۳۰)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی چونکہ امت محمدیہ کی سب سے بہترین جماعت کا اولین مصداق صحابہ کرامؓ کا ہی مقدس گروہ ہے اس لیے ان کے بارے میں یہ عقیدہ بالکل حق ہے کہ یہ مقدس جماعت گمراہی اور بے دینی سے بالکل محفوظ تھی اور ان پر اللہ تعالیٰ کا دست کرم تھا۔ خدا کی مدد ان کے شامل حال تھی اور جس نے اس مقدس گروہ سے انحراف کیا ظاہر ہے کہ اس کا انجام وہی ہے جو حدیث میں گزرا۔ قرآن کریم نے بھی اس کا ذکر فرمایا ہے

(۲۴) حضرت علی المرتضیٰؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

"میں اپنے صحابہ کے بارے میں ہر اس شخص کو جو میری رسالت کی گواہی دیتا ہے اس بات سے روکتا ہوں کہ وہ ان کے حق میں بری بات کہے بیشک اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا اور اپنی کتاب میں ان کی بہتری اور افضلیت بیان کی (اور فرمایا) میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے صحابہ کی (عزت وعظمت وحرمت) کا خیال رکھنا کیونکہ جب لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑا تو انہوں نے مجھے سینہ سے لگایا۔ لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے میری تصدیق کی۔ لوگوں نے میرے ساتھ لڑائی کی تو انہوں نے میری نصرت واعانت کی پھر میں خاص طور پر انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں اللہ ان کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ میرے خاص رازداں دوست تھے۔ عام مصاحب نہ تھے۔"

(کنزالعمال جلد ۶ ص۳۱۱)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی وصیت ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی عزت وعظمت اور حرمت کا خیال رکھے ان کے بارے میں بری بات کہنے سے بچے اس لیے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر وہ کچھ کر دکھایا جس کی مثال چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی تھی۔

صحابہ کرامؓ کی تعظیم کے سلسلے میں حدیث پاک نے بہت واضح اعلان کر دیا اور سیدنا علی المرتضیٰؓ نے روایت فرما کر اس روایت کی تائید مزید فرما دی۔

(۲۵) حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"جس نے درخت کے نیچے (میرے ہاتھ پر) بیعت رضوان کی وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔" (ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)

(۲۶) حضرت جابر ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"جس نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی وہ یقیناً جنت میں جائیں گے۔

(حوالہ بالا)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت فرمائی وہ سب یقیناً جنتی ہیں جن کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار ہے۔ قرآن کریم میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب کرام کی تعریف فرما کر ان کو اپنی رضا کا پروانہ نصیب فرمایا۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو دنیا ہی میں رضاء خداوندی کا پروانہ نصیب ہوگیا۔ اس لیے بجائے اس کے کہ ہم اس کے عیوب تلاش کرتے پھریں! ان کی اقتداء کریں ان کے نقش پا پر چلنے کی کوشش کریں تاکہ ہم بھی خدا کی نظروں میں پیارے بن سکیں۔

نوٹ: حضرات شیعہ کی مستند و معتبر تفسیر صافی" میں علامہ فیض اللہ محسن کاشانی (۱۰۹۳ھ) بھی لکھتے ہیں کہ:

"آنحضرت فرمودند بدوزخ نرودیک کس از مومناں کہ در زیر شجرہ بیعت الرضوان نام نہادہ اند بجہت آنکہ حق تعالیٰ در حق ایشان فرمودہ کہ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ۔۔۔ الخ"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جن مسلمانوں نے درخت کے نیچے
بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا اور
اس بیعت کا نام بیعت رضوان اس لیے رکھا کہ اللہ نے ان کی شان میں
یوں فرمایا ہے کہ اللہ مسلمانوں سے راضی ہوا جنہوں نے آپ سے
درخت کے نیچے بیعت کی ہے (تفسیر صافی بحوالہ آیات بینات حصہ اول ص۳۲)

(۲۷) غزوہ بدر کے موقع پر جتنے اصحاب کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ
تشریف لائے تھے ان سب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
گرامی ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ اصحاب بدر کو باخبر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو چاہو عمل کرو
بلاشبہ میں نے تم سب کو بخش دیا (ایک روایت میں ہے کہ) میں نے تمہارے
لیے جنت واجب کردی۔ (بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۶۷، ۶۱۲، مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۲۷ اردو)

(فائدہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اصحاب بدر سب
کے سب بلاشک وشبہ جنتی اور مغفور ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی معرفت قیامت تک کے لیے یہ اعلان فرما دیا اللہ تعالیٰ ماضی، حال اور مستقبل سب
سے واقف ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ سو ان کی مغفرت کا اعلان ان کیلیے
جنت کے واجب ہونے کا اعلان اس امر کی شاہد عدل ہے کہ پوری امت میں حضرات
صحابہ کرام کو ایک خاص مقام اور مرتبہ دیا گیا ہے ان کے بعد کوئی شخص ہزارہا نوافل
پڑھے۔ روزے رکھے۔ عبادت کرے مگر ان کے ادنیٰ مرتبہ کو نہیں پا سکتا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ٥

نوٹ:۔ حضرات شیعہ کی معتبر تفسیر مجمع البیان میں علامہ طبرسی نے اصحاب بدر کی شان
میں اس ارشاد رسول کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح علامہ کاشانی نے تفسیر خلاصۃ المنہج میں اس
کی صحت کا اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"خدائے تعالیٰ بدریاں را وعدہ مغفرت دادہ وایشان را بہ خطاب مستطاب

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ ۔ نوازش فرمودہ
(تفسیر مظہری ملاحظۃ المنہج بحوالہ آیات بینات حصہ اوّل ص۴۲)

(۲۸) حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میرے صحابہ کو سب وشتم نہ کرو کیونکہ تم میں سے کوئی بھی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (راہ خدا میں) خرچ کرے تو ان کے ایک مُد بلکہ آدھے مد کو بھی نہ پہنچ سکے گا۔ (بخاری جلد ص۱، مسلم شریف جلد ۲ ص۳۱۱، الاستیعاب ص۵، جمع الفوائد ص۲۷)

(فائدہ) مُد عرب کا ایک پیمانہ ہے جو وزن کے لحاظ سے آج کل کے تقریباً تین پاؤ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اور عام امتی کے اعمال میں ثواب اور مرتبہ کے لحاظ سے بڑا فرق ہے کہاں امتی کا احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا اور کہاں صحابہ کرام کا ایک مد بلکہ آدھے مد خرچ کرنا! اللہ تعالیٰ نے جو شان وعظمت صحابہ کرام کو عطا فرمائی ہے بھلا کون اس کا مقابلہ کر سکتا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ ان کو برا نہ کہنا بلکہ ہمیشہ اچھے الفاظ سے ان کو یاد کرنا۔

(۲۹) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو تم ان سے کہو کہ تمہارے اس شر پر اللہ کی لعنت ہو۔"
(ترمذی شریف جلد ۲ ص۲۲۶، جمع الفوائد ص۲۷، جامع صغیر ص۴۲)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو شخص یا جو قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ کرامؓ کی برائی بیان کرتے ہیں ان کی عیب جوئی کرتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اس لیے ایسے لوگوں کی صحبت سے ہمیشہ دور رہنا چاہیئے۔

(۳۰) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"قیامت کے دن میں سب کی شفاعت کروں گا بجز ان کے جو میرے

صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ (جامع صغیر جلد ۲ ص۹۶)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کو برائی سے یاد کرتا ہے قیامت کے دن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم ہو گا۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی بدبختی ہو سکتی ہے کہ شفاعت سے محروم ہو جائیں۔ (العیاذ باللہ)

(۳۱) حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ ''میری امت میں سب سے بڑے لوگ وہ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔ (طبرانی، مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ص مکتوبات امام ربانی جلد ۱ ص۱۱۸)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرامؓ کو برائی سے یاد کرنے والے امت میں سب سے برے لوگ ہیں اس لیے کہ انہوں نے اچھوں کو برائی سے یاد کیا اس لیے ان کی برائی میں کیا شک ہو سکتا ہے!

(۳۲) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی رسالت کے لیے چن لیا اور میرے صحابہ کو (میری مدد و نصرت کے لیے) چن لیا۔ یاد رکھو ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو گالی دے گی ان کے نقائص بیان کرے گی (تمہیں چاہیئے کہ) ان کے پاس نہ بیٹھو نہ کھاؤ نہ پیو نہ ان کے ساتھ نکاح شادی کا معاملہ کرو (مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱۱ ص۲۷۴، غنیۃ الطالبین ص۱۵۸) اگر وہ بیمار پڑ جائے تو ان کی عیادت نہ کرو۔ (شرح الشفاء جلد ۲ ص۵۵۵) نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا، ان پر اللہ کی لعنت ہوا کرے گی۔ (کفایہ ص۴۵)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی بدگوئی کرنے والے سے ہر طرح کا بائیکاٹ کرنا چاہیئے نہ ان کے ساتھ لین دین ہو، نہ شادی بیاہ کا معاملہ نہ عیادت نہ نماز جنازہ، ہر طرح ان سے الگ تھلگ رہے۔ اس لیے کہ انہوں نے ایسے لوگوں کو گالیاں دی ہیں جو خیر امت تھے۔

(۴۲) ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "جس نے مجھے گالی دی اسے قتل کر دو اور جس نے میرے صحابہ کو برا بھلا کہا اسے مارو (شرح الشفاء ص، طبرانی صواعق محرقہ ص۵)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ گستاخِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سزا قتل ہے۔ اس طرح گستاخِ صحابہ کی سزا بھی درّے ہے۔ اس کی اچھی طرح سرزنش ہونی چاہئے تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔

نوٹ :۔ حضرات شیعہ کو بھی اس روایت سے اتفاق ہے۔ امام زین العابدین کے صاحبزادے حضرت امام زید فرماتے ہیں کہ: من سب نبیاً قتل ومن سب صاحب نبی جلد (مسند الامام زید ص۴۹۵ طبع بیروت) اسی طرح شیعہ حضرات کی مستند و معتبر کتاب جامع اخبار میں ہے کہ: قال النبی من سبنی فاقتلوہ ومن سب اصحابی فاجلدوہ

(بحوالہ آیات بنیات حصہ اول ص۱۰۳)

(۴۴) حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب میرے صحابہ پر (بدنیتی سے) کوئی بحث کرنے لگے تو رک جاؤ جب ستاروں (علم نجوم) کا ذکر ہو تو رک جاؤ اور جب تقدیر کا تذکرہ ہو تو رک جانا۔ (جامع صغیر جلد ا ص۱۲)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جس طرح تقدیر کے مسئلہ پر الجھنے والا گمراہ ہو جاتا ہے علم نجوم وغیرہ کے مسائل میں پڑنے والا راہ حق سے ہٹ جاتا ہے اس طرح صحابہ کرام کی بدگوئی کرنے والا بھی جادۂ صواب سے ہٹ جاتا ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ ایسی مجلسوں سے ہی اجتناب کرو جن میں میرے صحابہ کی بدگوئی ہو تاکہ گمراہی سے محفوظ رہو۔

(۴۵) ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بندہ کا خدا سے اس حال میں ملنا کہ وہ تمام انسانوں کے گناہوں کا بوجھ باندھ کر سر پر رکھے ہوئے ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ خدا کے دربار میں

اس حال میں حاضر ہو کر میرے صحابہ میں سے کسی ایک صحابی کی عداوت و بغض دل میں رکھتا ہو کیونکہ ایسے شخص کی قیامت کے دن بخشش نہ ہو گی۔

(ذخیر المجالس اردو ترجمہ نزہتہ المجالس جلد ۲ ص۲۴۳)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا بغض اور ان کی عداوت حد درجہ بری ہے۔ غور فرمادیں کہاں سارے انسانوں کی معصیت کا بوجھ اور کہاں صحابہ کرام کی عداوت و دشمنی، اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صحابہ کرام کی عداوت اور ان کے بغض کا انجام اس سے بھی برا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ بخشش سے ہی محرومی! (العیاذ باللہ)

(۳۶) ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:
جو شخص میرے صحابہ کے بارے میں میری رعایت رکھے گا وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچ سکے گا اور جو ان کے بارے میں میری رعایت نہ کرے گا وہ میرے پاس حوضِ کوثر تک نہیں پہنچ سکے گا۔

(تطہیر الجنان لابن حجر ص۹، صواعق محرقہ اردو ترجمہ ص۴۹)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جس نے حضرات صحابہ کرام کی حرمت کا خیال رکھ ان کی عزت و عظمت کا لحاظ رکھا اسے آبِ کوثر کا جام نصیب ہو گا اور جن جن لوگوں نے ان کی عزت و عظمت کا لحاظ نہ کیا ان کی بدگوئی و عیب جوئی کو مطمعِ زندگی بنائے رکھا تو انہیں آبِ کوثر سے محرومی ہو گی (العیاذ باللہ)

(۳۷) حضرت عویمؓ بن ساعدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے (سب مخلوقات) سے مجھے چن لیا اور (میری صحبت کیلیے) میرے صحابہ کو چن لیا ان میں سے بعضوں کو میرے وزراء، خسر اور داماد بنایا۔ پس جس نے ان کو برا کہا اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت، نہ اس کا فرض مقبول نہ اس کا نفل مقبول۔

(مرقات، جلد ۱۱ ص۲۷، مظاہر حق ۴ ص۵۸۵، مجمع الزوائد ص۱۲)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے بارے میں بدگوئی اور بد کلامی کرنے والے پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت ہوتی ہے۔ نہ اس کے فرائض قابلِ قبول نہ اس کے نوافل کا کوئی اعتبار و اعتماد، کتنا بدنصیب ہے وہ شخص جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرکے اپنے سر لعنت کا بوجھ لیتا ہے۔

(العیاذ باللہ)

(۳۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے میرے صحابہ کے بارے میں اچھی بات کہی تو وہ نفاق سے بری ثابت ہوا اور جس نے میرے صحابہ کی بدگوئی کی وہ میری سنت کا مخالف رہا چنانچہ اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔ جو بہت بری جگہ ہے۔

(ریاض النضرۃ جلد ۱ ص۱۱)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے متعلق اچھی بات کہنا ایمان کی علامت ہے اور ان کی بدگوئی و عیب جوئی منافق ہونے کی نشانی ہے اور منافق کا ٹھکانہ ظاہر ہے کہ آگ ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے آمین۔

(۳۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ایمان کی نشانی انصار سے محبت ہے اور نفاق کی نشانی انصار سے بغض و عناد ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص۵۶۶)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ انصار سے محبت کرنے والا مومن اور ان سے دشمنی رکھنے والا منافق اور خدا کی نظروں میں مبغوض ہے۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ انصار کا نام اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ (دیکھئے استیعاب ا ص۷)

غور فرمادیں کتنا بڑا اعزاز و اکرام ہے۔

نوٹ:۔ نہج البلاغۃ میں ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا خدا کی قسم انہیں لوگوں نے اسلام کو اس طرح پالا جیسے سال بھر گھوڑے کا وہ

بچہ جس کا دودھ چھوٹ گیا ہو پالا جاتا ہے۔ (حصہ سوم صفحہ ۹۵۶)

(۴۰) حضرت معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جب کوئی بدعت نکالے اور میرے صحابہ کو گالی دینے لگے تو ہر عالم کا فرض ہے کہ اس کی روک تھام کرے اگر کسی نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت۔
(مشکوٰۃ شریف ص الاعتصام جلد ا ص ۹۸)

(فائدہ) حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی بدگوئی و عیب جوئی کرنے والے کے خلاف ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ اس کی زبان بند کرے۔ ان سے قطع تعلق ختم کرے، ان کا ہر طرح بائیکاٹ کرے تاکہ اوروں کو عبرت حاصل ہو اور اسے توبہ کی توفیق نصیب ہو، عالم کی ذمہ داری اس سے دوچند ہے ان کو بدرجہ اولیٰ اس کی فکر کرنی چاہیئے۔ اگر ایسے واقعات رونما ہوں اور ہم سب جانتے ہیں کہ آج کل یہ بیماری پورے عروج پر ہے اور خدا نخواستہ عالم اور امتی اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کرے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ابھی گذرا آپ کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے ارشادات میں ذرہ بھر شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس لیے ہم سب کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیئے۔

(نوٹ) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ چالیس ۴۰ ارشادات مبارک سے بآسانی پتہ لگ گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ کے محبوب، اس کے پسند فرمودہ اور اس کے خاص بندے ہیں۔ اس طرح سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نظر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رضوان الٰہی کا مژدہ سنایا جنت کی بشارت سنائی۔ ان کے ادب و احترام کا حکم دیا۔ ان کی اقتداء کی تلقین کی انہیں برا کہنے، ان کے عیب نکالنے، ان کے بغض و عناد اور ان کے ساتھ عداوت و دشمنی کو حرام کہا اور سخت سے سخت ترو عید بیان فرمائی۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ بدقسمتی سے آج کل ایک گروہ حب اہل بیت کی آڑ میں بغض صحابہ کی تاریک راہیں کھولنے کی کوششوں میں مصروف ہے اس لیے سردست چالیس احادیث مبارکہ مع مختصر فوائد کے نقل کی گئی ہیں تاکہ ہم ان دشمنان صحابہؓ کے کے مکر و فریب سے محفوظ رہیں اور دانستہ یا نادانستہ ان کی شان پاک میں بدگوئی و عیب جوئی سے بچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب میں صحابہ کرام کی محبت قائم و دائم رکھے اور شریروں کے شر و رسے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

آئندہ اوراق میں حضرات صحابہ کرامؓ کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے دو صحابی بڑی اندھیری رات میں آپؐ کی مجلس سے فارغ ہوکر اپنے گھروں کو روانہ ہوئے تو یکایک ان کے سامنے دو چراغوں کی طرح مشعلیں روشن ہوگئیں (جو ان کی رہنمائی کرنے لگیں) جب دونوں حضرات کے راستے الگ الگ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ ہوگیا، یہاں تک کہ اپنے گھروں کو آگئے۔

(صحیح بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو مقدس صحابی حضرت اسیدؓ بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

چار یارؓ

گلشنِ اسلام کے سرسبز گل ہیں چار یارؓ
ان کی خوشبو سے معطر ہے یہ ساری کائنات
ان کی سیرت کو جو اپنائیں گے انورؔ دہر میں
وہ یقیناً روزِ محشر پائیں گے راہِ نجات

★

عشقِ اصحابؓ نبیؐ

کہتے اصحابِؓ پیمبرؐ کو ہیں انورؔ جو بُرا
داورِ محشر سے رکھیں وہ نہ بخشش کی امید
حُبِّ اصحابِؓ نبیؐ ہی تو ہے ایماں کی دلیل
عشقِ اصحابِؓ نبیؐ خلدِ بریں کی ہے کلید

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں

میں نے کوئی قوم اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر نہیں دیکھی

(انصاف مع کشاف ص۵)

از

حافظ محمد اقبال رنگونی

شانِ صحابہؓ

حضرات صحابہ کرامؓ کی نظر میں

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد گرامی

○ سیدنا حضرت عمر فاروقؓ آیت کریمہ کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس طرح فرماتا انتم خیر اُمَّۃٍ یعنی تم اے بہتر امت، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کنتم (یعنی تھے) اب یہ آیت خاص ہوگئی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔

(روح المعانی ج ۴ صہ۱۱ کنز العمال جلد ۱ صہ۲۳۸ تفسیر قرطبی جلد ۴ صہ۶۳)

○ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو خبر دی گئی کہ ایک آدمی حضرت مقداد بن اسودؓ کو برا بھلا کہتا ہے تو آپ نے غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھے چھوڑو میں اس نالائق کی زبان کاٹ لوں تاکہ آئندہ یہ اس قابل ہی نہ رہے کہ کسی صحابی کو برا بھلا کہے۔

(دیکھیے شرح الشفاء للخفاجی جلد ۴ صہ۶۱۳)

○ ایک مرتبہ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

آؤ میں تم کو بتلاتا ہوں کہ کلمہ اخلاص کیا ہے؟ جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کے لیے لازم کر دیا تھا (لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟)، آپؓ نے فرمایا وہ تقویٰ ہے

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کا ارشاد گرامی

○ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ:

"خدا کی قسم میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آج کوئی بھی ان کے مشابہ نہیں ہے وہ خالی ہاتھ پراگندہ بال غبار آلودہ چہرے سے صبح کرتے تھے اور وہ رات سجدوں اور قیام کی حالت میں گزارتے تھے کبھی اپنی پیشانیاں زمین پر رکھتے تو کبھی اپنے رخسار، وہ اپنی آخرت کو یاد کرتے تو ایسا لگتا تھا کہ انگاروں پر کھڑے ہوں ان کی آنکھوں کے درمیان طویل سجدوں کے باعث اتنا بڑا نشان تھا جتنا مینڈھے کے گھٹنوں پر ہوتا ہے جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوتی تھیں اور عذاب کے خوف اور ثواب کی امید سے ایسے لرزتے اور کپکپاتے تھے جیسے تیز آندھی میں درخت کی حالت ہوتی ہے۔

(اردو ترجمہ نہج البلاغۃ جلد ۱ ص۱۷۰، البدایہ جلد ۸ ص۶، حلیۃ جلد ۱ ص۷۶)

○ حضرت نزال بن سبرہ ہلالی کہتے ہیں کہ:

ہم نے ایک روز حضرت علی المرتضیٰؓ کو ہشاش بشاش پا کر عرض کیا کہ امیر المومنین اپنے اصحاب کے واقعات بیان فرمائیے! آپؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب میرے بھی اصحاب ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ اپنے مخصوص دوستوں کے واقعات بیان کیجئے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی میرا خصوصی دوست تھا۔ الخ (الموافقۃ بین اھل البیت والصحابہ۔ از علامہ زمخشری ۵۳۸ھ اردو ترجمہ ص۴۷)

○ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ:

حق تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور صحابہ کی محبت کا حکم فرمایا ہے تم اس پر جمے رہنا اور روافض کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا چھوڑ

دینا۔ (الموافقہ ص۲۳)

- اسی خطبہ میں آپؓ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

حب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محفلوں، مجلسوں اور مسجدوں میں لعنت کی جائے گی اور لوگ اس کو اپنا شعار بنائیں گے تو حکمت سینوں سے نکل جائے گی۔ (الموافقہ ص۲۲)

- ایک مرتبہ فرمایا:۔

ہم گروہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنے آباء، بیٹوں بیٹوں، بھائیوں اور چچوں کو بھی قتل کر ڈالتے تھے اور اس سے ہمارے یقین اور راہ راست پر چلنے میں اضافہ ہی ہوتا تھا تکالیف شاقہ پر صبر اور دشمن سے جنگ کا شوق بڑھتا جاتا تھا۔ (نہج البلاغۃ جلد ۱ ص۱۰۱)

- ایک مرتبہ صحابہ کرام کو یاد کرتے ہوئے فرمایا:

کاش میرے وہ بھائی (آج ہوتے) جنہوں نے قرآن پڑھا تو اس پر خوب عمل کیا احکام شرعیہ میں غور کیا اور عمل کیا سنت نبوی کو زندہ کیا اور بدعات کو ختم کیا جب جہاد کی طرف بلائے گئے تو اپنی جانوں کو قربان کیا اور (زندگی میں) اپنے قائد پر اعتماد کرتے ہوئے پوری پوری تائید کی۔ (نہج البلاغۃ جلد ۲ ص۱۳۱)

- صحابہ کرام کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یہ وہ لوگ ہیں جن کے فکر و دماغ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے مناجات کی ہے اور ان کی عقلوں میں ان سے کلام کیا ہے پس ان کے دل آنکھیں اور ان کے کان نور اور ہدایت سے منور ہو گئے وہ گزشتہ ایام میں اللہ کی اپنے اوپر کی ہوئی نعمتوں کو یاد کرتے ہیں اس کے مقام جلالت سے خوف کھاتے ہیں وہ گویا بیابان جنگلوں میں ہدایت کے نصب شدہ نشانات ہیں جو میانہ روی اختیار کرے اس کا طریقہ پسند کرتے ہیں

اور اسے نجات کی بشارت دیتے ہیں اور جو شخص دائیں بائیں (یعنی غلط راستوں پر) چلتا ہے۔ اس کے راستے کی مذمت کرتے ہیں اور ہلاکت سے ڈراتے ہیں اسی طرح وہ ظلمات کے لیے چراغ تھے اور شبہات کو دفع کرنے والے دلائل تھے وہ ذکر اللہ والے تھے کہ دنیا کے بدلے اسے لیا۔ پس کوئی تجارت خرید و فروخت انہیں اس سے غافل نہ کر سکی وہ زندگی کے دن اسی (ذکر) میں کاٹتے تھے اور غافلوں کے کانوں میں اللہ تعالیٰ کی محرمات سے ڈانٹ اور توبیخ سناتے تھے۔ انصاف کا حکم کرتے تھے اور خود بھی اس پر کاربند تھے برائی سے روکتے تھے گویا انہوں نے دنیا کو آخرت کی طرف پھینک دیا کہ دنیا میں بستے ہوئے اس کے بعد کی چیزوں کا مشاہدہ کیا اور اہل برزخ کی اس طویل اقامت کی پوشیدہ چیزوں پر مطلع ہو گئے تھے اور قیامت کا منظر ان کے سامنے تھا اور اس کا پردہ دنیا کے سامنے کھول دیا گویا یہ وہ اشیاء دیکھ رہے ہیں جو اور لوگ نہیں دیکھ سکتے......... میں نے ان کو ہدایت کے واضح جھنڈے اور اندھیروں کے لیے روشن چراغ پایا۔ رحمت کے فرشتے ان کو سلام کرتے تھے، ان پر سکینہ و رحمت نازل ہوتی تھی، ان کیلئے آسمان کے دروازے کھلے تھے۔

بہت عالیشان رہائش گاہیں ان کے لیے تیار کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مرتبہ و مقام پر مطلع تھا ان کی نیکیوں اور قربانیوں کو شرف قبولیت سے نوازا اور ان کے مقام عالی کی تعریف کی۔

(نہج البلاغۃ جز دوم ص ۲۳۷، بحوالہ عدالت صحابہ کرامؓ)

○ سیدنا علی المرتضیٰ نے ایک مرتبہ فرمایا:

لوگو! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اللہ سے ڈرنا کیونکہ آپ نے ان کے بارے میں (حسن سلوک کی) وصیت

فرمائی ہے۔ (صواعق محرقہ اردو ترجمہ ص۵۶) آپ کی وصیت تھی کہ:
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابیؓ کو برا نہ کہنا۔ (الامالی جلد ۲ ص۱۳۶ از شیخ طوسی)

حضرت عبداللہ بن عباس کا ارشاد

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس کا ارشاد ہے کہ:

لوگو! اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برا نہ کہو ان کا ایک ساعت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو جانا تمہارے چالیس سال کے اعمال سے بہتر ہے اور حضرت وکیع کی روایت میں ہے کہ تمہارے عمر بھر کی عبادت سے افضل ہے (شرح فقہ اکبر ص۸۳ شرح عقیدہ طحاویہ ص۳۹۸)

○ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:
میں نے کوئی قوم نہیں دیکھی جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سے بہتر ہو۔ (انصاف مع کشاف ص۸)

آیت الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ (ترجمہ: تمام تعریف اللہ کے لئے ہے اور سلام ہے اس کے بندوں پر جن کو اس نے پسند فرمایا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ منتخب بندے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (الاستیعاب تحت الاصابہ جلد ۱ ص۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد گرامی ہے کہ:

○ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اصحاب ہیں جو دل کی نیکی، علم کی گہرائی تکلف کی کمی میں اس امت کے افضل ترین لوگوں میں ہیں انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے منتخب فرمالیا۔ تم لوگ ان کے فضائل پہچانو۔ ان کے نقش قدم کی پیروی کرو ان کے اخلاق عالیہ اور ان کی سیرت کو جہاں تک ہو سکے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھو یہی لوگ صراط مستقیم پر ہیں۔ (مشکوٰۃ ص۳۲)

○ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:
صحابہ کرام پاک دل علم و اخلاق میں سب سے بہتر اللہ تعالیٰ کے منتخب

بندے ہیں۔ ان کی قدر کرنا اور ان کی تعظیم کرنا لازمی ہے۔ (مسند احمد ج صہ)
آپ کا ارشاد ہے کہ: "جب تک صحابہؓ سے علم سیکھا جاتا ہے خیریت ہی خیریت ہے مگر جب چھوٹوں سے (اور ایک روایت میں ہے کہ بدوں سے) علم لینے لگو تو بربادی ہے۔ (جامع بیان العلم جلد ۱ صہ ۱۵۹)

○ آپؓ کا ارشاد ہے:

تم لوگ نماز، روزہ اور اجتہاد میں تو اگرچہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہو مگر ان سب کے باوجود اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے بہتر ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صہ ۱۳۶)

○ آپؓ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ:

تم لوگ ہمارے (یعنی صحابہ کرام کے) نقش قدم پر چلو اور نئی نئی بدعات نہ نکالو۔ تم سے پہلے عبادات کا تعین ہو چکا ہے (الاعتصام للشاطبی جلد ۱ صہ ۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ:

○ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو سب وشتم نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کی ایک ساعت تمہاری زندگی کے سب اعمال حسنہ سے بہتر ہے۔

(ریاض النضرۃ جلد ۱ صہ بحوالہ عدالت صحابہ کرامؓ)

○ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:

جس میں دس علامات ہوں وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہے ان میں سے ایک علامت یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی کا ذکر برائی کے ساتھ نہ کرے۔ (دیکھئے تکملہ بحر الرائق جلد ۲ صہ ۱۸۳)

○ ایک مرتبہ آپؓ سے پوچھا گیا کہ:

کیا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہنسا بھی کرتے تھے؟ آپؓ نے فرمایا جی ہاں! (مگر یاد رکھو) اور ایمان ان کے قلوب میں پہاڑ سے بھی زیادہ بڑا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صہ ۳۱۱)

حضرت سعید بن زیدؓ کا ارشاد

سیدنا حضرت سعید بن زید جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

خدا کی قسم صحابہ میں سے کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہو جانا جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہو جائے غیر صحابہ کے ہر شخص کے تمام اعمال سے اگرچہ عمر نوح دی جائے بہتر ہے۔

(جمع الفوائد ص ۲۷۳، شرح فقہ اکبر ص ۶۷، مسند احمد جلد ۱ ص ۱۸۷، ابو داؤد شریف اردو ترجمہ جلد ۳ ص ۴۷)

حضرت حذیفہؓ کا ارشاد

سیدنا حضرت حذیفہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

جس طرح صحابہ کرام نے عبادت نہیں کی تم بھی اس کو عبادت نہ سمجھو بلکہ اپنے اسلاف (یعنی صحابہ کرام) کا طریقہ لازم پکڑو۔ (الاعتصام للشاطبی جلد ۱ ص ۳۱)

حضرت براء بن عازبؓ کا ارشاد

حضرت براء بن عازبؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ صحابہ کرامؓ کو گالیاں نہ دینا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی تھوڑی سی صحبت تمہاری سب عمر کے اعمال سے افضل ہے

(کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۱)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا ارشاد

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ ارشاد فرماتی ہیں کہ:۔

مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیلیے استغفار کریں مگر کچھ لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ سب وشتم کرتے ہیں۔ (افسوس صد افسوس) (مدارج النبوۃ اردو ترجمہ جلد ۱ ص ۵۴۵)

○ مسلم شریف (جلد ص) میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ سیدہ حضرت عائشہ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ صحابہ کرامؓ حتیٰ کہ حضرات شیخین کی تنقیص کرتے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ :

اس پر تمہیں کیوں تعجب ہے (ان کے دنیا سے چلے جانے کی وجہ سے) ان کا عمل منقطع ہو گیا تو اللہ نے چاہا کہ ان کا اجر منقطع نہ ہو (یعنی یہ سب و شتم کرکے صحابہ کرام کو تو کچھ نقصان نہیں پہنچاتے البتہ اپنی آخرت برباد کرتے ہیں)۔ (شرح عقیدہ طحاویہ ص۳۹۸)

تمام صحابہ کرامؓ کا عقیدہ

محدث کبیر حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) سیدنا حضرت عمرؓ کے ایک واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

حضرت عمرؓ کے اس طرز عمل میں (اس بات کی) کھلی دلیل ہے کہ صحابہ کرام اس کا یقین رکھتے تھے کہ صحابی رسول ہونے کے برابر کوئی چیز نہیں۔

(الاصابہ لابن حجرؒ جلد ا ص۱۲)

خلاصۂ کلام

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کرام کا اکرام و احترام کرنے ان کا ادب کرنے کی تاکید فرمائی اور ان کی عیب جوئی و بدگوئی سے بچنے کا حکم فرمایا اسی طرح حضرات صحابہ کرام نے بھی صحابہ کرام کی فضیلت و منقبت بیان کیں۔ ان حضرات کی شان میں بدگوئی کو حرام قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی محبت نصیب فرماوے اور ان کے بغض و عناد سے محفوظ فرمائے کیونکہ اس کا انجام بہت ہی خطرناک ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

بغض صحابہؓ کا انجام

حضرت الشیخ محمد رجانیؒ (۸۳۵ھ) اپنی فارسی تصنیف ریاض الناصحین میں شیخ ابو دقاق (ھ) کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ :۔

شیخ ابو علی دقاق گفت ہر آدمی راسی صد و شصت رگ است اگر سی صد و

پنجاہ و نہ رگ بدوستی یاران بود اما در یک رگ از گھائی دے دشمنی
یکی از یاران رسول علیہ السلام بود ملک الموت را فرمان شود تا در
وقتِ نزع جان ویرا ازاں رگ بردا زنا لبشومی آں از دنیا بے ایمان
بیرون رود نعوذ باللہ من ذالک !

حاصل یہ کہ شیخ ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ ہر انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ (۳۶۰) رگیں ہیں۔ اگر تین سو انسٹھ (۳۵۹) میں صحابہ کرام سے (بظاہر) دوستی بھی ہو مگر ایک رگ میں صحابہ کرام کی دشمنی اور عداوت موجود ہو تو اللہ تعالےٰ اس آدمی کی موت کے وقت ملک الموت کو حکم دیتے ہیں کہ اس کی جان اس رگ سے باہر نکالو (جس میں بغض صحابہ موجود ہے) تاکہ (یہ بدقسمت بغض صحابہ کے نتیجے میں) دنیا سے بے ایمان ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ بغض صحابہ سے محفوظ رکھے !

اس کے بعد خود شیخ محمد رجامی فرماتے ہیں کہ :-
پس از عداوت یاران رسول علیہ السلام پُرحذر باید بود !
دریاض الناصحین ص۵۵ مطبوعہ استنبول ۱۳۱۲ھ)
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی عداوت اور ان کے بغض سے بچو بچو

حافظ نور محمد صاحب انور نے بہت خوب فرمایا ہے :-

نہیں ان کا جس قلب میں احترام
اس پہ سمجھو ہوئی بوئے جنت حرام

قال علیؓ

اللہ اللہ فی اصحاب نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فانہٗ اوصیٰ بھم

(الصواعق المحرقہ ص ۵)

اوصیکم باصحاب نبیکم لاتسبوھم (الامالی للشیخ طوسی جلد ۲ ص ۱۳۶)

از
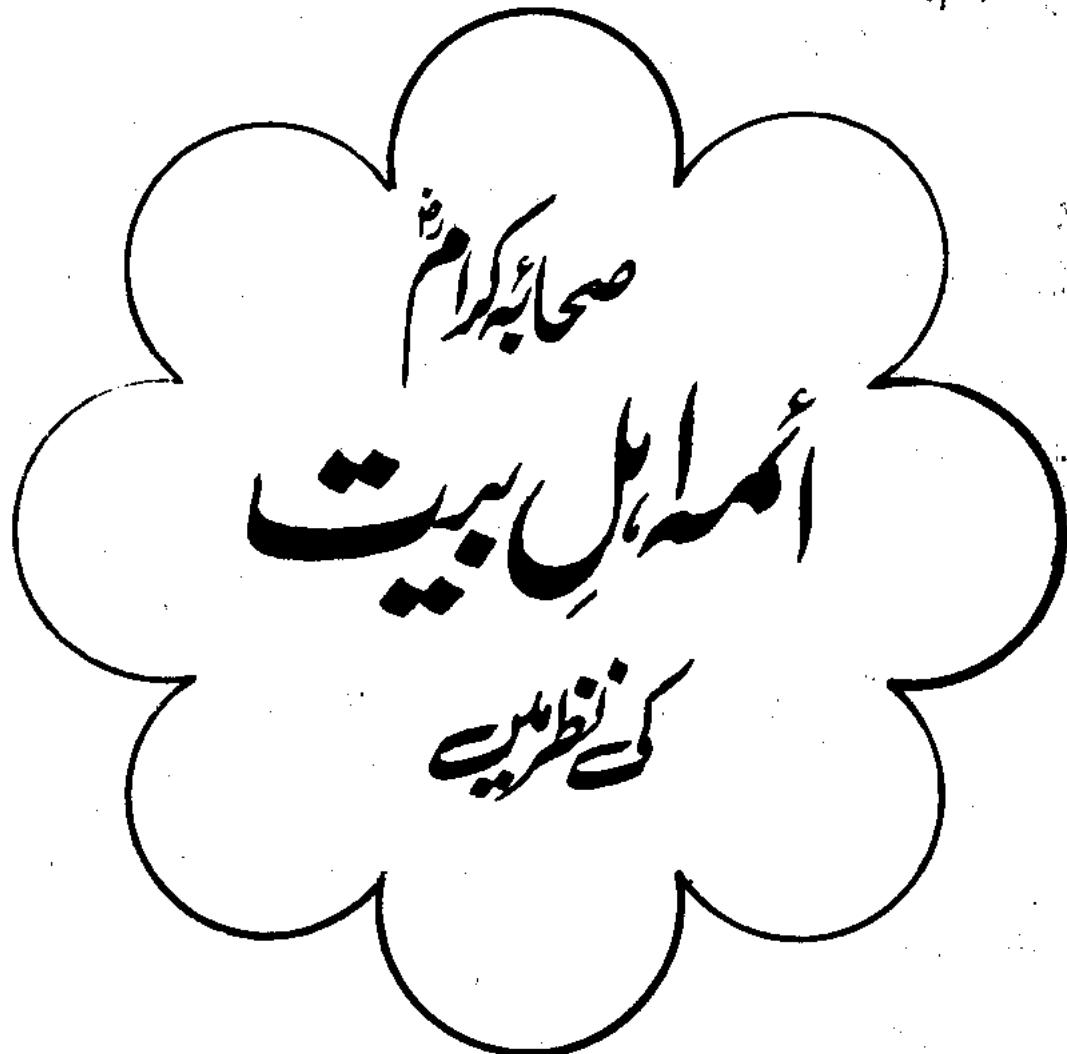
حافظ محمد اقبال رنگونی

اعترافِ عظمت

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رض اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام آپس میں ہمدم و ہمراز، محب و مخلص، دوست اور سچے ساتھی تھے۔ ان کے درمیان کسی قسم کی کوئی مخاصمت و عداوت نہ تھی۔ ہر ہر معاملے میں ایک دوسرے کے ممد و معاون تھے اور آپس میں مشورہ کرتے۔ ہر دونوں کے قلوب میں ایک دوسرے کے لئے بے پناہ محبت عظمت عزت کا جذبہ موجزن تھا۔ یہ تمام حضرات رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ کی صحیح اور سچی تفسیر تھے۔

جن جن لوگوں نے ان حضرات گرامی قدر کے درمیان عداوت و مخاصمت حسد و دشمنی، کینہ و بغض کے جو جو واقعات حالات اور ملفوظات گھڑ رکھے ہیں یا درکھیئے ان میں ذرہ بھر بھی صداقت نہیں۔ اور عقل و نقل کی روشنی میں اس کا باطل اور غلط ہونا واضح ہو چکا ہے۔

یوں تو حضرات اہل بیت کے بے شمار ارشادات خود شیعہ حضرات کی کتابوں میں موجود ہیں جن میں حضراتِ صحابہ کرام رض کی عظمت کا اعتراف کیا گیا ہے۔ یہاں ان سب کو نقل کرنا مقصود نہیں۔ چند ہی ائمہ کے ارشادات سے اس مسئلے کو سمجھا جا سکتا ہے۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رض کا ارشاد

ہم نے پچھلے اوراق میں میں سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رض کے بہت سے ارشادات نقل کیے تھے، انہیں پھر سے ضرور ملاحظہ فرمالیں۔ یہاں صرف ایک ارشاد پیش کیا جاتا ہے۔ اسی سے اندازہ لگالیں کہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رض کے قلبِ اطہر میں صحابہ کرام رض کی کیسی عظمت تھی۔

"خدا کی قسم میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آج کوئی بھی ان کے مشابہ نہیں ہے وہ خالی ہاتھ، پراگندہ بال، غبار آلود چہرے سے صبح کرتے تھے اور وہ رات سجدوں اور قیام کی حالت میں گزارتے تھے۔ کبھی اپنی پیشانیاں زمین پر رکھتے

تو کبھی اپنے رخسار۔ وہ اپنی آخرت کو یاد کرتے تو ایسا لگتا تھا کہ انگاروں پر کھڑے ہوں ان کی آنکھوں کے درمیان طویل سجدوں کے باعث اتنا بڑا نشان تھا جتنا بکری کے گھٹنوں پر ہوتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوتی تھیں اور عذاب کے خوف اور ثواب کی امید سے ایسے لرزتے اور کپکپاتے تھے جیسے تیز آندھی میں درخت کی حالت ہوتی ہے۔"

(نہج البلاغہ جلد ۱ صا ۱۷ ۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ صا ۶ حلیۃ ص ۷۶ ج ۱)

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ:۔

(۱) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جیسی کوئی قوم نہیں۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے اس ارشاد نے صحابہ کرامؓ کے مقام رفیع کو جس طرح بیان کیا ہے شیعانِ علی کو اس سے اتفاق کرنا چاہیئے۔

حضرت امام زین العابدینؒ کا ارشاد

حضرت امام زین العابدینؒ فرماتے ہیں کہ:

"اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر رحمت نازل فرما جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اچھی صحبت رکھی (صحابہ کرام وہ ہیں) جو مصیبتوں میں مبتلا کیئے گئے اور آپؐ کی نصرت میں مشکلات برداشت کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے درمیان لے لیا اور دشمنوں کے شر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کی۔ آپؐ کی جماعت کو مضبوط بنانے میں بھاگ دوڑ کی۔ آپؐ کی دعوت قبول کرنے پر ایک دوسرے سے سبقت کی اور ایسے مقام پر دعوت قبول کی کہ آپؐ نے اپنی رسالت کی واضح دلیل سنائی۔ کلمۂ حق کے اظہار کے لئے اپنی بیویوں اور اولاد کو خیر باد کہہ دیا اور (اسی دین حق کی خاطر) اپنے باپ اور بیٹوں سے لڑائیاں کیں تاکہ آپؐ کی نبوت مستحکم ہو جائے۔ یہ لوگ آپ کی محبت میں سرشار تھے اور آپ کی دوستی میں اس تجارت کے امیدوار تھے کہ اس میں نقصان ہی نہیں اور ان لوگوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیا تو ان کی قوم و قبیلہ نے ان کو نکال دیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلِ عاطفت میں آگئے تو

سب رشتے ناطے ختم ہو گئے ۔

اے اللہ ! آپ کی رضا اور آپ کے تعلق میں انہوں نے جو کچھ چھوڑا اس کے طفیل ان کو مت بھلانا اور اپنی رضا سے ان لوگوں کو راضی رکھنا اور ان کو اس کی جزاء عطا فرما کہ ان لوگوں نے تیرے خلق کو تیرے دین پر جمع کیا اور وہ لوگ تیرے رسول کے ساتھی تھے لوگوں کو تیری اطاعت کی طرف بلاتے تھے۔ اے اللہ ! تیری رضا کے لئے انہوں نے اپنی قوم کے شہروں سے ہجرت کی اس لئے آپ ان کو جزاء عطا فرمائیے اور اس بات کی بھی جزاء دے کہ انہوں نے فراخیٔ معاش سے تنگیٔ معاش کی طرف ہجرت کی۔" (صحیفہ کاملہ آیات بینات ص ۹۹/۱)

فوائد ونتائج

سیدنا حضرت امام زین العابدین کی دعا کا ایک ایک جملہ صحابہ کرامؓ کی عظمت میں ڈوبا ہوا ہے ۔ حضرت الامامؒ کے نزدیک

(۱) صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی طرح صحبت اختیار کی ۔

(۲) صحابہ کرامؓ نے دین حق کی خاطر تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے ہر موڑ پر دین قیم کی حفاظت کی۔

(۳) صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر لبیک کہا آپ کو دشمنوں سے حفاظت میں رکھا۔ آپ سے سب سے زیادہ اور سچی محبت کی اور آپ ہی کی خاطر سب کچھ ترک کر دیا۔ اس لئے حضرت الامامؒ نے بارگاہِ الٰہی میں ان کے لئے رحمت و کرم کی دعائیں مانگیں اور جزائے خیر عطا فرمانے کی دعا کی ۔

حضرت امام جعفر صادقؒ کا ارشاد

شیعہ حضرات کے چھٹے امام ابوعبداللہ جعفر صادق (۱۴۸ھ) سے مدح صحابہ میں بہت سے ارشادات ملتے ہیں جو قابل دید ہیں۔

ابو زبیری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؒ سے پوچھا کہ ایمان کے مختلف منازل اور درجات ہیں ؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ! میں نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے بیان فرمائیے تاکہ میں سمجھوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ۔

"اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں میں ایک دوسرے سے سبقت کا اس طرح جذبہ پیدا کیا ہے

جیسے گھوڑ دوڑ کے دن گھوڑوں میں مقابلہ ہوتا ہے پھر حسب سبقت اللہ تعالیٰ ان کو درجہ دیتے ہیں چنانچہ ہر شخص کو حسب سبقت درجہ ملتا ہے۔ سابق کا درجہ کم نہیں ہوتا اور نہ ہی مسبوق یا مفضول سابق اور فاضل سے مرتبے میں بڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح امت کے پہلے اور پچھلے لوگوں میں درجہ میں فضیلت کا فرق ہے۔ اگر سابق الی الایمان کو بعد میں ایمان لانے والے پر فضیلت نہ ہو تو امت کے پچھلے لوگ پہلوں کے ہم رتبہ ہو جائیں بلکہ تم ان سے لبسا اوقات بڑھ جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ نے سبقت ایمانی کی بناء پر سابقین کو مقدم رکھا اور ایمان سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے پچھلوں کو درجہ میں پیچھے کر دیا۔ اس لئے کہ ہم بعد والے مومنوں میں ایسے لوگ پاتے ہیں جو ظاہری نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ میں پہلوں سے بڑھے ہوئے ہیں اب اگر سبقت ایمانی کا اعتبار نہ ہوتا تو کثرت عمل کی وجہ سے پچھلے پہلوں سے درجہ میں بڑھ جاتے۔ لیکن اللہ نے اس بات کو تسلیم ہی نہیں کیا کہ بعد والے مومن پہلوں کا درجہ حاصل کرلیں یا جن کو اللہ نے مؤخر کر دیا وہ پہلوں سے بڑھ جائیں اور جن کو مقدم کیا وہ پچھلوں سے کم رتبہ ہو جائیں۔

میں نے پوچھا بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سبقت الی الایمان کے بارے میں مومنین کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے تو آپ نے یہ آیات تلاوت کیں

(۱) سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (سورۃ الحدید)	جلد چلو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی چوڑائی کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔
(۲) وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ (سورۃ الواقعہ)	اور جو اعلیٰ درجے کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجے کے ہیں (اور) وہ قرب رکھنے والے ہیں۔
(۳) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ	اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ

اِتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ (سورۃ التوبۃ)	اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس (اللہ) سے راضی ہوئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ایمان میں سبقت کی بدولت مہاجرین کو اولاً ذکر فرمایا پھر ثانیاً انصار کو ثالثاً نیکی میں ان کے فرمانبرداروں کو بیان فرمایا۔ پس ہر گروہ کو اپنے اپنے مرتبے پر رکھا ہے۔ (اصول کافی جلد صہ باب السبق الی الایمان وتفسیر صافی ہند صہ۱۸۷)

شیعوں کی مستند کتاب مفتاح الشریعت اور مفتاح الحقیقت میں ایک حدیث ملتی ہے جسے ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں قاضی نور اللہ شوستری نے امام جعفر صادق سے بیان کیا ہے کہ:۔

"غیبت بہت بڑا گناہ ہے اور بہتان و افترا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ جب عام آدمیوں کے حق میں غیبت اور بہتان گناہِ کبیرہ ہے تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کس قدر بڑا گناہ ہوگا۔ پس ان کے حق میں نیک اعتقاد رکھنا ضروریات دین میں سے ہے۔ ان کے فضائل بیان کرنے میں رطب اللسان رہنا چاہیئے اور ان کے دشمنوں سے نفرت رکھنا چاہیئے کہ اس سے نفاق خفی دل میں پیدا ہوتا ہے۔"

(آیات بینات جلد ۱ صہ۱۰۳)

حضرت امام حسن عسکریؒ کا ارشاد

شیعہ حضرات کے گیارہویں امام حسن عسکری (۲۶۰ھ) کی ایک تفسیر شیعہ حضرات کے ہاں معروف ہے۔ تفسیر حسن عسکری میں آپ کا ارشاد ہے کہ:۔

(۱) تمہیں یہ حکم ہے کہ تم ان لوگوں کے راستے پر چلو جن پر یوں انعام ہوا کہ اللہ و رسول پر ایمان حضرت محمد ان کی پاکیزہ آل اور ان کے صحابہ جو افضل ترین اُمت اور منتخب شدہ تھے سے محبت کی توفیق ہوئی۔ صہ۲۵

چند سطروں کے بعد ارشاد ہے :۔

(۲) جو مرد یا عورت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کی آل اور آپؐ کے صحابہؓ سے محبت رکھے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھے تو اس نے خدا کے عذاب سے بچاؤ کے لئے ایک

مضبوط قلعہ بنا لیا اور محفوظ رکھنے والی ڈھال بنالی۔ (صـ۲۵)

ایک جگہ ارشاد ہے :۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے آپ کی اولاد نکالی جن میں انبیاء و رسل علیہم السلام اور اللہ کے بندوں کے کئی لشکر تھے۔ سب سے بہتر حضرت محمدؐ اور آلِ محمد تھے اور ان میں سے فاضل و بہترین حضرت محمدؐ کے اصحاب اور آپ کی امت کے نیکوکار لوگ تھے۔ (صـ۱۹۲ و صـ۳۴)

ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

(۴) رب تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! اگر آلِ محمد کے نیکو کاروں کا کوئی آدمی تمام انبیاء کی آل کے ساتھ تولا جائے تو ان سے بھاری نکلے اور حضرت محمدؐ کے نیکو کار صحابہؓ کا کوئی آدمی تمام انبیاء کرام کے صحابہ کے ساتھ تولا جائے تو تمام پر بھاری ہو۔

اے آدم! اگر ایک کافر یا سب کفار آلِ محمد یا اصحابِ محمد کے کسی فرد سے محبت رکھیں تو اللہ تعالیٰ اسے یوں بدلہ دے گا کہ اسے توبہ اور قبولِ ایمان کی توفیق دے کر جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت محمدؐ، آپؐ کی آل، آپ کے اصحاب سے محبت رکھنے والے پر اتنی رحمت برساتے ہیں کہ اگر اللہ کی روز اول سے لے کر تا اخیر کفارِ مخلوق پر بھی تقسیم کی جائے تو سب کو کافی ہو اور انہیں انجام خیر تک پہنچا دے جو قبولیت ایمان ہے تاکہ وہ جنت کے مستحق ہو جائیں۔

اور جو شخص آلِ محمدؐ یا اصحاب محمدؐ یا ان کے کسی فرد سے بغض رکھے تو اس کو اللہ تعالیٰ اتنا سخت عذاب دیں گے کہ اگر اس کو اللہ کی تمام مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب ہی کو ہلاک کر ڈالے۔ (تفسیر حسن عسکری صـ۱۹۶ ماخوذ از عدالت صحابہ کرام)

فوائد و نتائج

حضرت حسن عسکریؒ کے ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ :۔

(۱) صحابہ کرامؓ افضل ترین اُمت اور اللہ کی طرف سے منتخب شدہ تھے۔

(۲) صحابہ کرامؓ سے محبت رکھنے والے پر اللہ کی بے پایاں رحمت برستی ہے اور عذاب سے

حفاظت ہوتی ہے۔

(۳) صحابہ کرامؓ پہلے تمام انبیاء کے اصحاب سے بہترین اور افضل تھے۔

(۴) صحابہ کرامؓ سے بغض و عناد رکھنا اللہ کے غضب و غصہ کو دعوت دینا ہے۔

(۵) اگر کوئی کافر صحابہ کرام سے محبت رکھے تو اللہ تعالیٰ اس محبت کی بدولت اسے ایمان کی توفیق نصیب فرما دیتا ہے۔

حضرت امام رضاؒ کا ارشاد

ابو علی حسن بن احمد حاکم کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن یحییٰ صدفی نے کہا ان سے محمد بن موسیٰ نصر رازی نے ان سے ان کے والد نے روایت کی کہ (شیعہ حضرات کے آٹھویں) امام رضا علیہ السلام سے اس حدیث: اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم اور حدیث دعوا الی اصحابی (میرے لئے میرے اصحاب کی بدگوئی چھوڑ دو) کے متعلق پوچھا گیا تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ھٰذا صحیح یہ حدیث صحیح ہے (عیون الاخبار)

فوائد و نتائج

حضرت امام رضا کے حدیثِ پاک کی تائید سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آپؒ:۔

(۱) صحابہ کرامؓ کو آسمانِ ہدایت کے ستارے سمجھتے تھے۔

(۲) صحابہ کرامؓ کی اقتداء ہی میں ہدایت کو مضمر جانتے تھے۔

(۳) صحابہ کرامؓ کے بارے میں اس حدیث پاک کو بالکل صحیح خیال فرماتے تھے۔

(نوٹ) شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں علامہ طبرسی نے احتجاج میں اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور ملا حیدر علی آملی اثنا عشری نے جامع الاسرار میں اس حدیث کے مضمون کی صحت کا اقرار کیا ہے۔ (آیات بینات)

صحابہ کرامؓ کی اکثریت قابلِ مدح ہے

عمدۃ المحدثین حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ کی کتاب مستطاب تحفہ اثنا عشریہ کا جواب دیتے ہوئے صاحب نزہہ اثنا عشریہ اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ:۔

"امامیہ جمیع اصحاب را مقدوح و مجروح نمی دانند بلکہ بسیاری از صحابہ عظام را جلیل القدر

ومدوح بلکہ از اولیاء کرام میدانند ومستحق رحمت و رضوان ملک منان می پندارند در صحیفہ کاملہ کہ فرقہ حقہ آنرا زبور آلِ محمد گویند دعائیکہ از حضرت سید الساجدین علیہ السلام ماثور است شاہد عدل ایں دعوی است ۔ (بحوالہ آیات بینات جلد ۱ صـ۱۰۵)

فرقہ امامیہ کے نزدیک تمام صحابہ ناقابلِ شہادت و کمزور و معیوب نہیں بلکہ اکثر صحابہ کرام جلیل القدر اور لائق مدح اور اولیاء کرام منصور کئے جاتے ہیں انہیں مستحق رحمت و پروردگار سے رضامند کیا جاتا ہے فرقہ حقہ جنہیں زبور آلِ محمد کہتا ہے ان کی بابت صحیفہ کاملہ میں سید الساجدین (امام زین العابدین) کی دُعائے ماثورہ ہمارے اس دعوی کی شاہد عدل ہے"۔

(۱) صاحب نزہتہ اثنا عشریہ نے اس عبارت میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی اکثریت قابلِ مدح ہے یعنی ان کی تعریف کی جائے ۔

(۲) صاحب نزہتہ کے نزدیک صحابہ کرامؓ اولیاء اللہ تھے ۔

(۳) صاحب نزہتہ کے نزدیک صحابہ کرام خدا کی رحمت و رضوان کے مستحق تھے اور خدا بھی ان سے راضی تھا ۔

(۴) صاحب نزہتہ کے نزدیک امام زین العابدین کی دعا ثابت ہے اور امام زین العابدین نے صحابہ کرامؓ کی تعریف فرمائی ہے اور ان کی عظمت کا اعتراف کیا ہے ۔

حضرت امام باقرؒ کا اعتراف

حضرت امام محمد باقر رحمہ اللہ (م سـ۱۱۴ھ) کے بارے میں شیعہ مجتہد صاحب الفصول کہتا ہے کہ :-

آپ کا گذر ایک جماعت پر ہوا جو حضرت ابوبکر و عمر و عثمان (رضی اللہ عنہم) کی عیب جوئی میں مصروف تھے، آپ نے اُن سے پوچھا کہ کیا تم ان مہاجرین میں سے ہو جو خدا کے لیے اپنے گھروں سے نکالے گئے اور خدا کے لیے ان کا مال لوٹا گیا اور خدا اور رسولؐ کی مدد کی؟ کہنے لگے نہیں ــــ پھر آپ نے پوچھا کیا تم ان لوگوں سے ہو جنہوں نے مہاجرین کے آنے سے قبل ہی ایمان قبول کر کے ان کے لیے رہائش کا انتظام کر رکھا تھا اور مہاجرین سے محبت رکھتے تھے؟ انہوں نے

کہا نہیں ۔۔۔ تو امام باقرؒ نے فرمایا کہ تم خود (اپنے اقرار سے) ان دونوں (جماعتوں) سے بیزار ہوئے اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم اُن لوگوں میں سے بھی ہرگز نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ (پ ۲۸ سورۃ الحشر رکوع ۱)

(ترجمہ) "اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے جو دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے، اسے ہمارے رب آپ بڑے شفیق و رحیم ہیں"۔ (بحوالہ آیات بینات جلد ۱ ص ۲۸)

فوائد و نتائج

حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے معلوم ہوا کہ :۔

(۱) حضرات خلفاء ثلاثہؓ کے بارے میں بدگوئی کو آپ مذموم سمجھتے تھے۔
(۲) آپ کے قلب میں حضرات خلفاء ثلاثہؓ کی محبت تھی۔
(۳) آپ کے نزدیک صحابۂ کرامؓ نے خدا کے لیے اپنا گھر چھوڑا اور خدا کیلئے اُن کا مال کام آیا۔
(۴) آپ کے نزدیک صحابۂ کرامؓ نے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت کی۔
(۵) آپ کے نزدیک جو صحابۂ کرامؓ کو بُرا بھلا کہے آپ اُس سے بیزار ہیں۔

کاش کہ شیعانِ علی اور محبانِ اہل بیت ائمہ اہل بیت کے ارشادات کی روشنی میں اپنے عقائد درست کریں اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں بدگمانی اور بدگوئی سے احتیاط کریں۔ یہی صراطِ مستقیم اور ائمہ اہل بیت کی راہ ہے۔ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل ما شہدت بہ الاعداءُ

بیان کر رہا ہوں میں ان کے فضائل　　　ہوئے جن کی عظمت کے اغیار قائل

(حافظ محمد اقبال رنگونی)

سر ولیم میور کا اعتراف

نصرانی مؤرخ اور متعصب عیسائی سر ولیم میور اپنی کتاب ’ لائف آف محمد (LIFE OF MOHAMMAD) کی جلد دوم میں رقم طراز ہے کہ :-

” ہجرت سے تیرہ برس پہلے مکہ ایک ذلیل حالت میں بے جان پڑا تھا مگر ان تیرہ برسوں میں کیا ہی اثرِ عظیم پیدا ہوا کہ سینکڑوں آدمیوں کی جماعت نے بت پرستی چھوڑ کر خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور اپنے اعتقاد کے موافق وحی الٰہی کی ہدایت کے مطیع و منقاد ہو گئے - اسی قادرِ مطلق سے بکثرت و بشدت دعا مانگتے اسی کی رحمت پر مغفرت کی امید رکھتے اور حسنات و خیرات اور پاک دامنی اور انصاف کرنے میں بڑی کوشش کرتے تھے - اب انہیں شب و روز اسی قادرِ مطلق کی قدرت کا خیال تھا اور یہ کہ وہی رزاق ہماری ادنیٰ حوائج کا بھی خبر گیراں ہے ہر ایک قدرتی اور طبعی عطیہ میں ہر ایک متعلقہ زندگانی میں، اپنی جلوت و خلوت کے ہر ایک حادثے اور تغیر میں - اسی کے ید قدرت کو دیکھتے تھے اور اس سے بڑھ کر اس نئی روحانی حالت کو جس میں خوشحالی اور حمد کناں رہتے تھے خدا تعالیٰ کے فضل خاص و رحمت با اختصاص کی علامت سمجھتے تھے اور اپنے کو رباطن اہل شہر کے کفر کو خدا تعالیٰ کے تقدیر کئے ہوئے خذلان کی نشانی جانتے تھے -

محمد کو جو ان کی ساری امیدوں کے ماخذ تھے اپنا جان تازہ بخشنے والا سمجھتے تھے اور ان کی ایسی طور پر اطاعت کرتے تھے جو ان کے رتبہ عالی کے لائق تھی - ایسے تھوڑے ہی زمانہ میں مکہ اس عجیب تاثیر سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا جو بلحاظ قبیلہ و قوم ایک دوسرے کے درپے مخالف و ہلاکت تھے - مسلمانوں نے مصیبتوں کو تحمل سے برداشت کیا اور گویا ایسا

کرنا ان کی مصلحت تھی۔ مگر تو بھی ایسی عالی ہمتی کی بُرد باری سے وہ تعریف کے مستحق ہیں۔ ایک سو مرد اور عورتوں نے اپنا گھر بار چھوڑا لیکن ایمان عزیز سے اپنا منہ نہ موڑا اور جب تک کہ یہ طوفان مصیبت فرو ہوئے حبش کو ہجرت کر گئے۔ پھر اس تعداد سے بھی زیادہ آدمی کہ ان میں نبی بھی شامل تھے اپنے عزیز شہر اور مقدس کعبہ کو جو ان کی نظروں میں تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ مقدس تھا چھوڑ کر مدینہ کو ہجرت کر آئے۔ اور یہاں بھی اس جادو بھری تاثیر نے دو یا تین برس کے قلیل عرصہ میں ایک برادری واسطے ان لوگوں کے جو نبی اور مسلمانوں کی حمایت میں جان دینے کو مستعد ہو گئے تیار کر دی۔

یہی مؤرخ اپنی اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتا ہے:۔

مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تیرہ برس کے موعظہ نے بمقابلہ کل زمانہ زندگی کے ایک ایسا انقلاب پیدا کیا جو ظاہر میں لوگوں کی نظر میں بہت بڑا معلوم ہوتا ہے۔ مسیح (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے تمام پیرو خوف کی آہٹ معلوم ہوتے ہی بھاگ گئے اور ہمارے خداوند کی تعلیم نے ان پانچ سو آدمیوں کے دل پر جنہوں نے ان کو دیکھا تھا ان میں سے کسی نے بھی اپنی خوشی سے اپنا گھر نہیں چھوڑا اور نہ سینکڑوں نے مسلمانوں کی طرح بالاتفاق مہاجرت اختیار کی اور نہ ویسا پرجوش ارادہ ہی کسی سے ظاہر ہوا جیسا کہ غریب شہر (مدینہ منورہ) کے نو مسلموں نے اپنے خون کے عوض اپنے پیغمبر کے بچانے میں کیا ہے۔

مؤرخ گبن کا اعتراف

مشہور و معروف عیسائی مؤرخ مسٹر گبن بیان کرتا ہے کہ:۔ عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مسائل نے اس درجہ نشۂ دینی اس کے پیروؤں میں پیدا کیا کہ جس کو عیسیٰ (علیہ السلام) کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ اور اس کا مذہب اس تیزی کے ساتھ پھیلا جس کی نظیر دین عیسوی میں نہیں۔ چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سے عالیشان اور سرسبز سلطنتوں پر غالب آگیا۔ جب عیسیٰؑ کو سولی پر لے گئے تو اس کے پیرو بھاگ گئے اور مقتدا کو موت کے پنجے میں چھوڑ کر چل دیئے۔ اگر بالفرض اس کی حفاظت کرنے کی ان کو ممانعت تھی تو اس کی تسلی و تشفی کے لئے تو موجود رہتے اور صبر سے اس کے اور اپنے ایذاء رسانوں کو دھمکاتے

برعکس اس کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد وپیش رہے اور اس کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر کل دشمنوں پر اس کو غالب کر دیا۔

گاڈ فری ہیگنس کا اقرار

عیسائی فاضل گاڈ فری ہیگنس اپنی کتاب "اپالوجی فرام محمد" (APOLOGY FROM MOHAMMAD) میں لکھتا ہے کہ:-

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اول مریدوں کے کہ بجز اس کے غلام سب لوگ بڑے ذی وجاہت تھے اور جب وہ خلیفہ اور افسر فوج اسلام ہوئے تو اس زمانہ میں انہوں نے جو کچھ کام کئے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں اول درجہ کی لیاقتیں تھیں اور غالباً ایسے نہ تھے کہ باآسانی دھوکہ کھا جاتے۔ (منقول از آیات بینات جلد ۲ ص ۱۳۱ ص ۱۶)

پروفیسر فلپ، کے، حتی کا اعتراف

پروفیسر فلپ۔ کے۔ حتی اپنی تالیف "دی اربس اے شارٹ ہسٹری" (THE ARABS A SHORT HISTORY) میں رقم طراز ہے کہ:-

"حضرت محمدؐ کی وفات کے بعد ایک صدی کے اندر ہی آپ کے پیرو ایک ایسی وسیع و عریض سلطنت کے مالک بن گئے جو رومیوں کو ان کے انتہائی عروج کے وقت بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس سلطنت کے دامن اگر ایک طرف خلیج بسکے (BISCAY) سے دریائے سندھ اور چین کی سرحدوں تک پھیل گئے تھے تو دوسری طرف بحیرۂ خوارزم اور دریائے نیل کے شمالی آبشاروں کو انہوں نے اپنے اندر سمیٹ لیا تھا۔ ریگ زار عرب کے فرزند رسول کا نام خدائے قدیر اللہ کے نام کے ساتھ دن میں پانچ دفعہ ان سینکڑوں ہزاروں مسجدوں کے بلند میناروں سے پکارا جا رہا تھا جو جنوبی یورپ اور شمالی افریقہ سے لے کر مغربی اور وسطی ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی۔ اپنی اس بے نظیر وسعت پذیری کے دور میں مسلمانوں نے اپنے دینی عقائد طرز کلام حتیٰ کہ اپنے جسمانی خدوخال کے اعتبار سے بھی غیر قوموں کے افراد کی جتنی تعداد کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا اتنی بڑی تعداد میں دنیا کی کوئی قوم آج تک جذب نہ کر سکی، نہ یونانی نہ رومی نہ انگلوسیکسن نہ روسی۔" (اردو ترجمہ موسوم بہ عرب اعلائے اسلام ص ۹ مطبوعہ دہلی)

ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

آپؐ کی بیوی خدیجہؓ، آپ کے چچا زاد بھائی علیؓ اور ابوبکرؓ نے آپ کی رسالت کو تسلیم کیا اور آپ پر ایمان لے آئے۔ (صـ ۳۴)

آگے چل کر رقم طراز ہے کہ :۔

اس کے بعد عمرؓ بن الخطاب طاعتِ الٰہی کے پیمان میں باندھے گئے۔ ان کی قسمت میں اسلامی مملکت کے قیام میں نمایاں حصہ لینے کی سعادت مقدر کی جا چکی تھی۔ (صـ ۳۶)

خلفاء راشدین کے متعلق تحریر کرتا ہے کہ :۔

حضرت ابوبکرؓ کے بعد خلفاء کی فہرست میں علی الترتیب عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ کے نام شریک ہیں یہ چاروں خلفاء رسول اللہ کے قریب ترین صحابی اور رشتہ دار تھے اور ان کی زندگیاں رسول اللہ کی زندگی کے فیضان سے اتنی اثر پذیر ہو چکی تھیں کہ ان کے اعمال اور خیالات میں اسی نور کا اثر اور اس کی جھلک نمایاں رہی۔ (صـ ۴۲)

سیدنا صدیق اکبرؓ کے بارے میں کہتا ہے کہ :۔

عرب کے فاتح اور متحد کرنے والے حضرت ابوبکرؓ نے ایک سردار قبیلہ کی سی سیدھی سادی زندگی بسر کی۔ جب آپ خلیفہ ہوئے اس وقت آپ السنح کے ایک معمولی مکان میں اپنی بیوی حبیبہ کے ساتھ رہتے تھے۔ اپنے مختصر سے دور خلافت کے ابتدائی چھ مہینوں تک آپ فرائض خلافت انجام دینے کے لئے روزانہ السنح سے مدینہ آتے جاتے رہے۔ اس زمانے میں اسلامی مملکت کی آمدنی کا کوئی مستقل ذریعہ نہ تھا اس لئے آپ کو کوئی وظیفہ نہیں ملتا تھا۔

سیدنا عمر فاروقؓ کے بارے میں کہتا ہے کہ :۔

ابوبکرؓ کے جانشین عمرؓ بڑے ذکی بڑے فراس مستعد اور صاحب عمل آدمی تھے آپ کی زندگی سادہ اور بڑی محتاط تھی۔ آپ بہت اونچے اور مضبوط جسم کے آدمی تھے۔ خلیفہ ہونے کے بعد بھی کچھ عرصہ تک آپ تجارت کے ذریعہ اپنی گزر بسر کرتے رہے۔ ایک بدوی شیخ کی زندگی کی طرح آپ کی زندگی بھی نمود و نمائش اور ظاہری طمطراق سے پاک تھی۔ عمرؓ کا نام اسلامی روایات کے اعتبار سے عظمت و شہرت میں حضرت محمدؐ کے نام کے بعد ہی آتا ہے آپ کے زہد و تقویٰ آپ کی انصاف پسندی۔ اور آپ کی جزرگانہ سادگی کی مسلمان مصنفوں نے حد سے زیادہ تعریف کی ہے۔ صـ ۷ صـ ۱

مؤرخ گبن کا اقرار

مشہور انگریز مؤرخ گبن اپنی کتاب "زوال و سقوطِ روما" میں خلفائے راشدین کے متعلق رقمطراز ہے کہ:۔

"پہلے چار خلفاء کے اطوار صاف اور ضرب المثل تھے، ان کی کوششیں اخلاص پر مبنی تھیں، دولت و اختیار کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے اپنی زندگیاں اخلاقی فرض کی ادائیگی اور دینی امور کی انجام دہی میں صرف کیں" ____ (جلد ا صفحہ ۲۹) آیاتِ بینات حصہ سوم صفحہ ۱۴۲

فرانسیسی اسکالر کا اعتراف

ایک مشہور فرانسیسی اسکالر اپنی کتاب "تمدنِ عرب" میں لکھتا ہے کہ:۔

"الحاصل اس نئے دین کو بہت سے مواقع درپیش تھے اور بیشک وہ نبی کے دوستوں کی خوش تدبیری کے باعث ان مواقع پر کامیاب ہوئے۔ انہوں نے خلافت کیلئے ایسے لوگوں کو منتخب کیا جن کی اصل غرض و غایت دینِ محمدی کی اشاعت تھی ____" (ایضاً)

مسٹر گارس کا اعتراف

مشہور مستشرق مسٹر گارس کہتا ہے کہ:۔

"عرب بہت بت پرست تھے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں خدا پرست بنا دیا۔ وہ لڑتے جھگڑتے اور جنگ و جدال کیا کرتے تھے، آپ نے ان کو ایک اعلیٰ سیاسی نظام کے ماتحت متفق کر دیا، وحشت و بربریت کا یہ عالم تھا کہ انسانیت شرماتی تھی، مگر آپ نے ان کو اخلاقِ حسنہ اور بہترین تہذیب و تمدن کے وہ درس دیئے کہ جس نے نہ صرف ان کو بلکہ تمام عالم کو انسان بنا دیا" ____ (نقوش، رسول نمبر جلد ۴ صفحہ ۴۹۳)

مسٹر فرینسیکو ریرولڈ کا اعتراف

مسٹر فرینسیکو ریرولڈ اسی مفہوم کو دہراتا ہے کہ:۔

"عرب جو بالکل مردہ ہو چکے تھے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان میں نئے سرے سے تازہ روح پھونک کر ان کو اشرف ترین قوم بنا دیا جس کے ذریعہ سے وہ بلند سے بلند مراتب پر جاگزیں ہوئے، ایسے بلند کارنامے ان کے ہاتھوں ظاہر ہوئے جس کا دنیا کو اعتراف کرنا پڑا" ____ (نقوش، رسول نمبر جلد ۴ صفحہ ۴۹۳)

مسٹر ڈیلز کا اعتراف

معروف یورپین مؤرخ مسٹر ڈیلز لکھتا ہے کہ:۔

"آپ نے ربع صدی سے بھی قلیل عرصہ میں دنیا کی

تاریخ کو الٹ دیا، وحشی اور بالکل غیر مہذب قوم کو تہذیب و تمدن کے اوج فلک پر آفتاب بنا کر چمکا دیا۔ کیا اب بھی آپؐ کے معجزے کا کوئی انکار کر سکتا ہے کہ وہ خداوند کریم کے عطا کردہ نہیں تھے"۔ (نقوش، رسول نمبر جلد ۴ صفحہ ۴۹۲)

مسٹر سیمیر کا اعتراف

فرانسیسی قلمکار مسٹر سیمیر لکھتا ہے کہ :۔

"جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت اور سچائی کا انکار کیا وہ حقیقت میں جاہل ہے اور آپؐ کی ذات و سیرت سے ناآشنا ہے۔ جبکہ لوگ گمراہی کی تنگ و تاریک گھاٹیوں سے گذر رہے تھے، خالق اور مخلوق کے تعلقات کو بالکل بھلا بیٹھے تھے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو ہدایت کے نور سے منور فرمایا فطری و طبعی اصول و قوانین بنائے اور بجائے تثلیث کے توحید کے پاک عقیدہ کا اعلان فرمایا۔ یہی چیز اسلام کی اصل اصول ہے اور آپؐ کی کامیابی کی کنجی"۔ (نقوش، رسول نمبر جلد ۲ صفحہ ۴۹۲)

پروفیسر ویلز کا اعتراف

پروفیسر ایچ، جی، ویلز اپنی کتاب "آؤٹ لائن آف ہسٹری" میں کہتا ہے کہ :۔

"پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صداقت کا یہی بڑا ثبوت ہے کہ جو آپؐ کو سب سے زیادہ جانتے تھے وہی آپؐ پر سب سے پہلے ایمان لائے، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہرگز جھوٹے مدعی نہ تھے، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام میں بڑی خوبیاں اور باعظمت صفات موجود ہیں، پیغمبر اسلام نے ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ظلم اور سفاکی کا خاتمہ کیا گیا"۔ (نقوش، رسول نمبر جلد ۴ صفحہ ۴۸۸)

مسٹر گاڈس فری میگیس کا اعتراف

مسٹر گاڈس فری میگیس لکھتا ہے کہ :۔

"باوجودیکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی ابتدائی زندگی میں کچھ مشابہت پائی جاتی ہے، لیکن بہت سے امور بالکل مختلف ہیں۔ عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر ایمان لانے والے بارہ حواری ناخواندہ، بے سمجھ اور کم حیثیت کے لوگ تھے۔ اس کے برعکس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے والے سوائے غلام زید اور حبشی بلالؓ کے سب کے سب معزز طبقہ کے لوگ تھے اور بعض ان کے خاندان کے

بزرگ بھی تھے جنہوں نے بحیثیت خلیفہ اور سپہ سالار اسلام کی وسیع سلطنت کا نظم ونسق بہترین طریقے سے انجام دیا"۔۔۔ (نقوش ، رسول نمبر جلد ۴ ص ۴۸۱)

مسٹر لیڈ پول کا اعتراف

مسٹر لیڈ پول لکھتا ہے کہ :-

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام منتشر و پراگندہ قبائل کو اتفاق و اتحاد کے رشتے میں منسلک کر دیا، ان کا اصول دین اور مقصد ایک تھا انہوں نے اپنی حکومت و سلطنت کے بازو تمام اقطار عالم میں پھیلا دیئے اور اپنی تہذیب و تمدن کے جھنڈے کو اس وقت بلند کیا جب کہ یورپ جہالت کے عمیق غاروں میں غلطاں و پیچاں تھا"۔۔۔ (نقوش ، رسول نمبر جلد ۴ ص ۴۹۲)

مسٹر کارلائل کا اعتراف

سردار امر سنگھ اپنے اخبار "شمشیر" میں کارلائل کا مقولہ نقل کرتا ہے کہ اس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا کہ :-

"حضرت محمد نے تمام دنیا سے پس افتادہ عربوں میں کیا روح پھونکی جس سے وہ اس قدر طاقتور بن گئے۔ یہ روح "واہگرو کال پرکھ سرب شکتی مان ( ) کی ہستی و توحید میں ایمان و اعتقاد تھا"۔۔۔ (نقوش ، رسول نمبر جلد ۴ ص ۴۸۴)

غیر مسلم مستشرقین کے اعترافات کے بعد اب ہندوؤں کے چند لیڈروں کے اقرار ملاحظہ فرمائیے :-

بہادر لال شاستری کا اعتراف

اخبار "منشی" بجنور کی یکم جولائی کی اشاعت میں بہادر لال شاستری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے متعلق ایک مفصل مضمون رقم کیا، اسی مضمون میں یہ بھی لکھا کہ :-

"حضرت محمد صاحب نے اپنے ملک کی دھارمک ( ) حالت ہی درست نہیں کی بلکہ اونچ نیچ کا پاکھنڈ (اختلافات) دور کر کے سب کو ایک کر دیا اور بکھری ہوئی لڑاکو عرب قوموں کو ایک مسلک کر کے ان میں ایسا جوش بھر ا کہ خانہ بدوش برائیوں کے بھنڈار ( ) عرب لوگوں نے ملک میں ایسی زبردست حکومت قائم کی جس کا رعب

پاس پڑوس (دور نزدیک) کے تمام بادشاہوں پر جم گیا۔

سو سال کے اندر اندر عرب لوگوں کی حکومت مصر، کابل، افریقہ اور سندھ تک قائم ہو گئی، جاہل سمجھے جانے والے عربوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحب کی بدولت وہ قابلیت حاصل کی کہ یورپ میں تہذیب اور کئی اصلاحوں کے پھیلانے کا انہیں فخر حاصل ہے"۔

(نقوش۔ رسول نمبر، ج ۴ ص ۴۵۶)

پنڈت لالہ رام چند کا اعتراف

لاہور کا مشہور ہندو ایڈووکیٹ پنڈت لالہ رام چند کہتا ہے کہ:۔

"پیغمبر اسلام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے مشن کے رائج کرنے میں جو کامیابی ہوئی وہ سچ مچ حیرت انگیز ہے۔ ناشائستہ، خونخوار، کینہ پرور، جنگجو عربوں کے قبیلوں کو جو بت پرستی اور توہم میں غرقاب تھے۔ آپس کے جھگڑوں اور جوا بازی میں محو تھے، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کی تعلیم کے پاک اثر نے آناً فاناً خدا پرست بنا دیا، تمام قبیلے ایک سردار کے جھنڈے کے نیچے آ گئے اور ایک متحدہ قوم بن گئے"۔ (نقوش رسول نمبر جلد ۴ ص ۴۹۵)

کملا دیوی کا اعتراف

بمبئی کی ہندو قلمکار کملا دیوی کہتی ہے کہ:۔

"اے عرب کے مہاپرش آپ وہ ہیں جن کی شکشا ( ) سے مورتی پوجا مٹ گئی اور ایشور کی بھگتی ( ) کا دھیان پیدا ہوا، بے شک آپ نے دھرم سیوکوں ( ) میں وہ بات پیدا کر دی کہ ایک ہی سمے (وقت) کے اندر وہ جرنیل، کمانڈر اور چیف جسٹس بھی تھے اور آتما ( ) کے سدھار ( ) کا کام بھی کرتے تھے"۔ (بحوالہ "الامان" دہلی ۱۷ جولائی ۱۹۲۳ء)

سردار کرشن سنگھ کا اعتراف

سکھوں کے مشہور راہنما سردار کرشن سنگھ کا قول ہے کہ:۔

"اس بعثت (نبوی) کے بعد صفحہ ارض پر ایک جدید تہذیب اور ترقی کا ظہور ہوا، پھر زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ اس تہذیب کے بانی وہی لوگ تھے جو کچھ دنوں پہلے وحشی تھے اور تہذیب کی ہوا ان کو چھو بھی نہیں گئی تھی، وہ لوگ دن رات شرابیں پیتے تھے اور آپس میں کشت و خون کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا، معمولی بات پر بھی قبیلے

کٹ مرتے تھے، لڑکی کی ولادت اس قدر ننگ خیالی کی جاتی تھی کہ پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیا جاتا تھا، غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی کوئی حد نہ تھی، جہالت کی انتہا یہ تھی کہ دادا پردادا کا بدلہ پوتے پر پوتے لیتے تھے۔

ان حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کسی معمولی تعلیم کا اثر نہ تھا بلکہ حضرت محمد صاحب کو خداوند عالم کی طرف سے خدائی مدد اور ہدایتیں تھیں کہ باوجود ان کے غیر تعلیمیافتہ ہونے اور سوسائٹی میں نشوونما پانے کے ایسی کایا پلٹ کر دکھائی کہ جس سے ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ حضرت محمد صاحب ضرور بندگان خدا کی ہدایت کے لیے خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں"۔

(بحوالہ غازیانِ ہند صفحہ ۱۱)

مہاتما گاندھی کا اعتراف

مہاتما گاندھی لکھتا ہے کہ:۔ "اگر ہمارے کانگریسی وزراء عالی وقار چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں اُن کا سر اونچا رہے تو وہ صدیق و عمر فاروق کا شیوا اختیار کریں جن کے قدموں میں دنیا کے خزانے ڈالے گئے، ملکوں کی دولتیں آئیں مگر اس کے باوجود نہ ان کے پیوند لگے کپڑے چھوٹے اور نہ جو کی روٹی چھوٹی نہ زیتون کا تیل چھوٹا"۔ (بحوالہ خطبات حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب جلد ا ص ۲۲۸)

تورات وانجیل کی شہادت

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی عظمت و منقبت نہ صرف قرآن میں بیان کی گئیں بلکہ پہلی کتابوں میں بھی ان کی عظمتیں بیان کی گئی تھیں، خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ (پ ۲۶ سورۃ الفتح، رکوع ۴)

(ترجمہ) "محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ

میں تیز ہیں، آپس میں مہربان ہیں۔ اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل و رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں، ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ان کے اوصاف تورات میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنا پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ ان سے کافروں کو جلاوے۔"

پہلے یہ بات معلوم کر لیجیے کہ اصل تورات و انجیل اب دنیا میں موجود نہیں، جو کچھ ہے وہ محرفات، تصرفات اور اغلاط کا شکار ہے۔ اس سلسلے میں احقر کی تالیف "الجواب الصحیح لمن حرف کتاب الکلیم والمسیح" المسمّٰی بہ "تحریف کے مجرم" ملاحظہ فرمائیے، جس میں عیسائی مؤرخوں اور عیسائیت کے مستند علماء سے اس مسئلے کو الم نشرح کر دیا گیا ہے، البتہ جو کچھ موجود ہیں اس میں سے بھی چند عبارات درج کی جاتی ہیں جس سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی صفاتِ حمیدہ کا پہلو واضح ہو رہا ہے۔

تورات کے سفر استثناء کا یہ بیان پڑھیے!

—— "خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا، وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا، اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے ایک آتشیں شریعت تھی، وہ اپنے لوگوں سے محبت کرے گا، اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے ——" (باب ۳۳ آیت ۱ تا ۳)

اس بیان میں بعد کی تورات میں تحریف کر دی گئی ہے، ہمارے پاس جو قدیم نسخہ ہے اس میں یہی عبارت ہے۔ اب غور فرمائیے، سینا سے مراد کوہِ طور ہے، وہاں سے خداوند کا آنا سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت کا عطا کرنا ہے۔ شعیر اور کوہِ فاران سے جلوہ گر ہونے سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے۔ اور دس ہزار قدسی یعنی پاکباز موصوف بصفاتِ حمیدہ یہی صحابہ کرامؓ ہیں جو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ فتح مکہ کے وقت موجود تھے۔ تورات کا صحابہ کرامؓ کو قدسی جیسے پُر عظمت الفاظ سے یاد کرنا صحابہ کرامؓ کی عظمت کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

جہاں تک موجودہ انجیل کا تعلق ہے تو انجیل متی کے باب ۱۳ میں کھیتی کی دو جگہ مثال بیان کی گئی ہے :-

"اور کچھ اچھی زمین میں گرے اور پھل لائے کچھ سو گنا کچھ ساٹھ گنا کچھ تیس گنا جس کے کان ہوں وہ سن لے"

اب انجیل کے اس بیان کو قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے ملائیے :-

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ -

علماء کرام نے اس آیت کریمہ سے خلفاء راشدین کا دور خلافت بھی مراد لیا ہے۔ سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

"ان بزرگان کرام کی تعریف تورات و انجیل میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ جس طرح کھیتی اپنا خوشہ نکالتی ہے اس سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس زراعت کو حضرت ابوبکر رضؓ کے ذریعہ سے قوت بخشی حضرت عمرؓ کے طفیل سے پلی، حضرت عثمانؓ کے طفیل سے اپنے تنے اور شاخوں پر قائم ہوئی اور حضرت علیؓ کے طفیل یہ کھیتی خوشنما نظر آتی ہے۔" (غنیۃ الطالبین ص ۱۸۳)

مفسر قرآن حضرت مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :-

"اچھی زمین عرب ہے جہاں تخم ہدایت بویا گیا، صدیق اکبرؓ کے عہد میں اس کا پھل لگا، سو گنا عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں فتوحات کثیرہ کی وجہ سے۔ ساٹھ گنا عثمان رضؓ کے عہد میں تیس گنا علیؓ کے عہد میں۔" (تفسیر حقانی جلد ۷ ص ۲۸)

اسی طرح بعض بزرگوں نے وَالَّذِينَ مَعَهُ - أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ - رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ - تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا کو علی الترتیب خلفاء اربعہ پر تقسیم کر دیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ آیت تمام جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہیات مجموعی مدح و منقبت پر مشتمل ہے۔" (فوائد القرآن از علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

حاصل یہ ہے کہ قرآنِ کریم اور کتب سماویہ میں حضرات صحابۂ کرامؓ کی عظمت ومنقبت کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جو لوگ اس آیت سے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پیشگوئی تو مراد لے لیتے ہیں مگر صحابۂ کرامؓ کی نفیلت کا انکار کرتے ہیں اُنہیں اللہ کا خوف کرنا چاہیئے۔ صحابۂ کرامؓ کی عظمت وفضیلت کی تمام کتب سماویہ شاہدِ عدل ہیں۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

صحابہ کرامؓ اور عشق رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

حضرات صحابہ کرامؓ کے عشقِ رسولؐ کی چند جھلکیاں

تالیف

(حافظ) محمد اقبال رنگونی

مطبوعہ ۱۴۰۴ھ

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصًا علیٰ سید الرّسل وخاتم الانبیاء وعلیٰ آلہم الاتقیاء واصحابہ الاصفیاء۔ اما بعد!

رحمۃ للعالمین خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت ایک مومن کا گراں بہا سرمایہ ہے اورکسی مومن کا دِل اس سے خالی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہی عشق ومحبت معبودِ حقیقی کے قرب اوراس کی ذات وصفات کے صحیح تصوّر کا واحد ذریعہ اوراس کے پیغمبروں کی اطاعت کا صحیح جذبہ پیدا کرتا ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"تم میں سے کوئی مومن ہو نہیں سکتا جب تک کہ میں اسے باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں"

اور حضرات محدثین نے اس حدیث کو کتاب الایمان میں نقل فرما کر اس بات کی تعلیم فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت علامت ایمان ہے، اگر آپ سے محبت نہ ہوگی تو ایمان ہی نہ ہوگا ؎

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

قرآن مجید میں ہے:

قل ان کان آباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون

کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللّٰہ ورسولہٖ
وجہادٍ فی سبیلہٖ فتربصوا حتیٰ یاتی اللّٰہ بامرہٖ واللّٰہ
لا یھدی القوم الفسقین ٥ (پ۱۰ - التوبہ آیت : ۳)

"اے پیغمبرؐ! آپ فرما دیں کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جن کو تم پسند کرتے ہو اگر اللہ اور اس کے رسولؐ یا اس کے راہ میں لڑنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو راستہ نہیں دیتا۔"

اس آیتِ کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تمام مخلوقات سے زیادہ ہو، اگر اسی میں کمی ہے تو سمجھو کہ تمہارا ایمان حقیقت میں نامکمل اور ناقص ہے۔ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تمام مخلوقات پر غالب نہ ہو جائے، آدمی کا ایمان کامل نہیں بن سکتا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب
ان یتخلفوا عن رسول اللّٰہ ولا یرغبوا بانفسھم
عن نفسہٖ - الآیۃ (پ۱۱ التوبہ)

ترجمہ: "نہ چاہیئے مدینے والوں کو اور ان کے گرد کے اعراب (گنوار) کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ رسولؐ کی جان سے زیادہ اپنی جان چاہیں۔"

اس سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان مبارک اپنی اور دیگر لوگوں کی جانوں سے زیادہ پیاری ہونی چاہیئے۔ اور یہ اسی وقت ہو

سکتا ہے۔ جب آپ کی محبت سودائے قلب میں راسخ ہو چکی ہو، اگر دل ہی محبت کے جذبے سے خالی ہو تو جان دینے پر کیسے تیار ہو سکتا ہے؟ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں پائی جاویں تو اس کو حلاوت ایمان اور معرفت وایقان حاصل ہو جاتا ہے۔

۱۔ اللہ اور اس کا رسول، اس کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو،
۲۔ وہ کسی بندے سے اللہ ہی کے لئے محبت رکھے،
۳۔ کفر وشرک اسکو آگ میں ڈالے جانے کے برابر محسوس ہو۔ (بخاری شریف)

ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم ہ

(پ ۳ آلِ عمران ع ۴)

ترجمہ: "اے پیغمبر! آپ فرما دیں کہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ محبت کرے اللہ تم سے اور بخشے تمہارے گناہ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اس لئے مطلوب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آپ سے محبت ہے اور ایسی محبت ہے کہ آپ کا لقب ہی حبیب اللہ ہو گیا۔ جب اللہ تعالیٰ کو آپ سے محبت اور ہم کو اللہ تعالیٰ سے، تو پھر محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ہمیں خدا سے محبت ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت کرنی ضروری ہو گی اور یہی تقاضائے محبت ہے۔ اور ایک مسلمہ اصول ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے اللہ میں ان (اہلِ بیت) سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی

ان سے محبت فرما۔ اور جو ان سے محبت کریں ان سے بھی محبت فرمائے (او کمال قال)

ایک جگہ فرمایا:

"میرے صحابہؓ کے ساتھ محبت رکھو تو میں بھی تمہیں محبوب بناؤں گا۔ ان کے ساتھ بغض نہ رکھو ورنہ میں بھی تم کو مغبوض بنا لوں گا" (او کمال قال)

ایک اور جگہ فرمایا:

"عرب سے محبت رکھو، اس لئے کہ میں بھی عربی ہوں، اور یہ کہ عرب سے بغض رکھو گے تو مجھ سے بغض رکھنے لگو گے" (ترمذی شریف)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ قیامت کب ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ کچھ زیادہ سامان تو نہیں کیا۔ البتہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ ہر شخص قیامت میں اس کے ساتھ ہوگا، جس سے اس کو محبت ہوگی۔

صحابہ کرامؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو عشق و محبت تھی۔ ایسی محبت نہ اس سے قبل کسی امتی نے اپنے نبی کے ساتھ کی ہے نہ چشم فلک اس کے بعد دیکھ سکے گا۔ صحابہ کرامؓ کی محبت لاثانی محبت تھی۔ آپ کی ہر ہر ادا، ہر ہر حال پر مر مٹنا ان کا شیوہ تھا۔ دیکھنے والے ان کو دیوانے کہتے تھے لیکن اس دیوانگی نے انہیں اس مقام پر پہنچایا تھا جہاں بڑے بڑے مدعیان فرزانگی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ جب عروہ بن مسعود بارگاہ نبوت سے ہو کر اپنی قوم کی طرف گئے تو انہیں بتایا کہ میں قیصر و کسریٰ کے محلوں میں گیا ہوں، ان کا جاہ و جلال دیکھا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو محبت و عظمت ان کے اصحاب کے

دلوں میں جاگزیں ہے اس کی نظیر کہیں نظر نہیں آتی۔ آپ اگر تھوکتے ہیں تو صحابہ کرامؓ آبِ دہن ہاتھ میں لے کر منہ پر مل لیتے ہیں، آپ وضو کرتے ہیں تو آپ کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لئے یوں ٹوٹ پڑتے ہیں، جیسے ابھی ان میں لڑائی ہوگی۔ اور آپ جب بات کرتے ہیں تو سب تن بے جان کی طرح ساکت و صامت ہو کر آپ کی بات بغور سنتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فعل مرغوب ہوتا حضرات صحابہ کرامؓ بھی اسی کو مرغوب رکھتے۔ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے صحابہ کرامؓ کے نزدیک بھی وہ فعل ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بہت مرغوب تھا اسی لئے حضرت انس بن مالکؓ بھی کدو نہایت پسند فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ آپؐ کدو کھا رہے تھے تو خود ہی بول اٹھے:

"اے درخت اس بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھ سے محبت تھی تو تو مجھے کس قدر محبوب ہے۔" (ترمذی جلد ۲ صک)

صحابہ کرامؓ کی خواہش تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لایا کریں تو ہم کھڑے ہو کر آپ کا اکرام کریں (جیسے بادشاہوں کو ان کے درباری کرتے ہیں تو آپ اس کے ہزار درجہ بہتر مستحق ہیں) مگر جب صحابہ کرامؓ کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے مکروہ (ناپسندیدہ فعل) جانتے ہیں تو انہوں نے اس عمل کو فوراً ترک کر دیا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ محبوب کو ایسا کرنا پسند نہ تھا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

لم یکن شخص احب الیھم من رسول صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذلک (ترمذی شریف جلد ۲ صنا)

ترجمہ: "ہمیں سب سے زیادہ محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جب آپؐ

تشریف لاتے تو ہم کھڑے نہ ہوتے تھے، اس لئے کہ ہمیں معلوم تھا کہ آپؐ کو ایسا کرنا پسند نہیں۔"

غور فرمادیں اس حدیث پر کہ حضرت انسؓ کے ارشاد کے مطابق تمام صحابہ کرامؓ اس فعل کو ناپسند سمجھتے تھے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے۔ اس سے بڑھ کر عشق و محبت کی دلیل کیا ہوسکتی ہے کہ محبوب کی رضاجوئی کی خاطر اپنی تمام خواہشات ترک کر دیں۔

حضرات صحابہ کرامؓ کی اس محبت کا اندازہ کفار و مشرکین کو بھی تھا کہ ان کو اپنے آقا و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر شدید محبت ہے کہ وہ آپؐ کی محبت میں مصیبتوں کو مصیبتوں کی طرح نہیں جھیلتے بلکہ عیش و راحت سمجھ کر ان سے فرحت و لذت حاصل کرتے ہیں۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک گرتا وہاں یہ حضرات خون گرانے کے لئے تیار ہو جاتے، یہ کون سی محبت ہے جو صحابہ کرامؓ کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکی ہے۔ نہ اسے زبان ادا کر سکتی ہے، نہ دام تحریر متحمل ہے۔ ابوسفیان نے (اس وقت تک آپ اسلام نہ لائے تھے) ایک صحابئ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت زید بن وثنہؓ کی محبتِ رسولؐ دیکھ کر کہا تھا۔

ما رایت احداً من الناس یحب احداً کحب اصحاب محمد محمداً (صلی اللہ علیہ وسلم)

"میں نے کسی کو (دنیا میں اپنی نظروں سے کبھی) نہیں دیکھا کہ وہ کسی سے اس طرح محبت کرتا ہو، جس طرح کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہؓ آپؐ کے ساتھ کرتے ہیں۔"

چنانچہ ذیل میں درج کئے گئے چند واقعات سے پتہ چلے گا کہ ان حضرات کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عقیدت و الفت تھی اور اپنی ساری اطاعتوں اور محبتوں کا محور و مرکز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ہی کو بنایا تھا۔

وہ لوگ جو زاہد خشک تو بن گئے لیکن محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لافانی دولت سے محروم ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ ان واقعات کی تاویل کرنے کے بجائے اس مقام محبوب کو حاصل کرنے کی کوشش کریں تاکہ دین و دنیا کی کامرانی و کامیابی نصیب ہو سے

ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشتی

تو نہ دیدی گہے سلیمان را چہ شناسی زبان مرغاں را

اور

اذا لم تر الهلال فسلم لأناس رأوه بالابصار

احقر الانام

محمد اقبال رنگونی عفاء اللہ عنہ

۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ

① حضرت ابوبکر صدیق رضی کی محبت

(۱) جب سیدنا صدیق اکبر رضی نے اسلام قبول فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا شرف حاصل کیا تو آپ نے سب سے پہلے توحید باری تعالیٰ پر ایک بلیغ خطبہ دیا۔ کفار و مشرکین ان کلماتِ حق سے مانوس نہ تھے اور یہ آواز ان کے باپ دادوں کے عقائد کے بھی خلاف تھی۔ سنتے ہی آپ پر ٹوٹ پڑے اور آپ کو اس قدر زدوکوب کیا کہ دیکھنے والوں کو آپ کی موت کا یقین ہوگیا آپ کے قبیلہ بنی تمیم کے لوگوں نے آپ کو ایک کپڑے میں لپیٹا اور اٹھا کر گھر لے گئے شام کے قریب جب آپ کو ہوش آیا اور حواس بحال ہوئے تو بجائے اس کے کہ اپنی تکالیف بیان کریں آنکھ کھلتے ہی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھا۔ قبیلہ کے لوگوں نے آپ سے قطع تعلق کر لیا۔ بایں ہمہ بس اسی ایک محبوب نام کی رٹ لگی رہی۔ (اسد الغابہ)

آخر کار لوگوں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو بڑی رقت پیدا ہوئی اور آپ کے اوپر گر کر آپ کا بوسہ لیا۔

(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو صدیق اکبر رضی رفیق سفر تھے۔ رات کی تاریکی میں دونوں برابر چلے جا رہے تھے۔ پیچھے سے کفار و مشرکین کے تعاقب کا خطرہ تھا۔ مگر مکہ مکرمہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر کوہ ثور تھا جہاں راستہ بے حد دشوار گزار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک زخمی ہوئے جاتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تکلیف دیکھی نہ گئی۔ آپ نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ آخر ایک غار تک پہنچے۔ حضرت صدیق اکبر رضی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر ٹھہرایا اور خود اندر جا کر غار کو صاف کیا، تن کے کپڑے پھاڑ

پھاڑ کر غار کے سوراخ بند کئے، ایک سوراخ بند نہ ہوسکا۔ اسے اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے بند کر کے بیٹھ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے زانوئے مبارک پر سر رکھ کر محوِ استراحت ہو گئے۔ اتفاق کی بات کہ اس سوراخ میں کوئی سانپ تھا۔ اس نے صدیق اکبرؓ کے انگوٹھے پر ڈس لیا اور آپ درد کے مارے بے تاب ہو گئے مگر اُف تک نہ کی۔ ایک آنسو کا قطرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر گرا۔ جس سے آپؐ کی آنکھ مبارک کھل گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب واقعہ کا علم ہوا تو اپنا لعاب دہن آپ کے زخم پر لگا دیا جس سے زہر کا اثر زائل ہو گیا۔

(۳) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب (صدیق اکبرؓ کے والد) حضرت ابوقحافہؓ نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعتِ اسلام کریں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ رو پڑے۔ آپؐ نے پوچھا کیوں روتے ہو، صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ یقیناً ابوطالب کا اسلام میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک اور روشنی پہنچاتا بہ نسبت (میرے والد) ان کے اسلام کے، اس لئے کہ ابوطالب کے اسلام سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک ہوتی۔

(مدارج النبوۃ۔ اصابہ)

قربِ نبویؐ کا شرف حاصل ہے جس کو آج بھی ۔۔۔ گنبدِ خضریٰ شہادت دے رہا ہے آج بھی

ارفع و اعلیٰ ہے انسانوں میں بعد از انبیاء

مرحبا صد مرحبا صدیق اکبرؓ باصفا

(۲) حضرت عمر فاروقؓ کی محبت

سیدنا عمر بن الخطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمِ محترم حضرت عباسؓ سے فرماتے ہیں کہ تمہارا اسلام لانا مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ

محبوب ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے اسلام لانے سے جس قدر خوشی ہوئی ہے بس میرے لئے وہ خوشی ہے۔ میں اپنی خوشی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان کر دیتا ہوں۔ (مدارج النبوۃ)

ایک روایت میں ہے کہ آپؓ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ یہ اس لئے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ کو یہ بات پسند ہے کہ تم اسلام میں سبقت کرو۔

تاریخ بتلاتی ہے کہ حضرت عمرؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت بڑھی کہ آپؐ کی وفات کے بعد جب حضرت عمر فاروقؓ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آجاتا تو آپ رونے لگتے اور روتے روتے بے ہوش ہو جاتے۔ ایک مرتبہ آپ رات کو حفاظتی گشت فرما رہے تھے ایک گھر میں چراغ کی روشنی محسوس ہوئی اور ایک بڑھیا کی آواز کان میں پڑی جو اُون کو دھنتی ہوئی چند اشعار پڑھ رہی تھی، جن کا ترجمہ یہ ہے کہ:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیکوں کا درود پہنچے اور پاک وصاف لوگوں کی طرف سے جو برگزیدہ ہوں، ان کا درود پہنچے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو عبادت کرنے والے تھے اور آخیر راتوں کو رونے والے تھے۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میں اور میرا محبوب کبھی اکٹھے ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اس لئے کہ موت مختلف حالتوں میں آتی ہے، نہ معلوم میری موت کس حالت میں آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرنے کے بعد ملنا ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ حضرت عمرؓ ان اشعار کو سن کر رونے بیٹھ گئے۔

حضرت عمرؓ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کی ایک ادنیٰ جھلک یہ بھی دیکھئے کہ اپنی اس بہادری کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کی حالت کا تحمل نہ فرما سکے۔ سخت حیرانی و پریشانی کے عالم میں تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے

تو اس کی گردن اڑا دوں گا اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی جھوٹی خبر اڑا رہے ہیں۔ جب صدیق اکبرؓ نے اس وقت نہایت ہی استقلال کا ثبوت دیتے ہوئے بات واضح فرمائی تو حضرت عمرؓ لرز گئے اور آنکھوں میں آنسو بھر لاتے ہیں، اور آپ کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے بے ہوشی کی حالت ہوتی ہے اور گو یا یوں فرمایا ؎

نَعَمْ سَرٰی طَیْفُ مَنْ اَھْوٰی فَاَرَّقَنِیْ
وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ

ہاں مجھے محبوب کا آیا خیال آنکھیں ہیں تر
عشق لذت پر اَلَم کا ڈال دیتا ہے اثر

(۳) حضرت عثمانؓ غنی کی محبت

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے پاس کسی کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ غزوہ تبوک میں جانے والوں کی امداد کریں۔ حضرت عثمانؓ نے آپ کی خدمت میں اسی وقت دس ہزار اشرفیاں بھیج دیں۔ قاصد نے لاکر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیں۔ آپ اپنے دست مبارک سے انہیں اوپر نیچے کرتے رہے اور حضرت عثمانؓ کے حق میں یہ دعا کرتے رہے۔ اے عثمانؓ! اللہ تیری مغفرت فرمائے۔ اللہ تیرے ان گناہوں کو جو تو نے چھپ کر کئے یا علانیہ کئے یا جن کو تو نے مخفی رکھا اور وہ گناہ جو آئندہ تجھ سے قیامت تک سرزد ہوں، سب کو معاف فرمائے۔

(۲) ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ کون شخص ہے جو مسلمانوں کے لئے بیئر رومہ خرید کر عام مسلمانوں کو اس سے نفع حاصل کرنے کی اجازت دے دے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ قیامت میں اس کو سیراب فرمائیں گے۔ یہ سن کر حضرت عثمانؓ بن عفان نے اس کو ۳۵ ہزار درہم میں خرید لیا اور عام مسلمانوں پر

وقف فرمالیا۔

یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب محبوب کی محبت سویدائے قلب میں راسخ ہو حضرت عثمانؓ کے قلب انور میں چونکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رچی بسی تھی اس لئے آپ نے اپنے محبوب کی محبت میں اس کو خرید لیا اور درہم و دینار آپ کی خدمت میں پیش کر کے محبوب کی رضا حاصل کی۔

کیا بیرِ معونہ وقف تو نے ساری ملت پر
یہ تھی اسلام کی خاطر عظیم الشان قربانی

(۴) حضرت عثمانؓ بن عفان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت پر صحابہ کرامؓ کو اتنا شدید رنج ہوا کہ بعض صحابہؓ کا تو یہ حال تھا کہ جیسے وسوسہ اور جنون ہو گیا ہو۔ میں بھی انہی لوگوں میں سے تھا۔ ایک روز میں مدینہ منورہ کے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلہ پر بیٹھا ہوا تھا اور حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ سے لوگ بیعت کر رہے تھے۔ میرے پاس سے حضرت عمرؓ گزرے اور سلام کیا۔ مجھے اس بات کی قطعاً خبر نہ ہوئی اس لئے کہ مجھے آپؐ کی رحلت کا انتہائی رنج تھا۔ (کنز العمال جلد ۴ صـ۴۸)

ایک روایت میں ہے کہ آپ رحلت نبویؐ پر بالکل گم سُم تھے کہ دوسرے دن تک بالکل آواز نہیں نکلی۔ چلتے پھرتے تھے مگر بولا نہیں جاتا تھا (حکایاتِ صحابہؓ)

یہ محبت شدید ہی کا اثر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت پر اتنے مدہوش ہو گئے کہ حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرنے کی بھی خبر نہ رہی۔ ساری توجہ اور سارا دھیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی رہ گیا تھا۔

سلام اے فخرِ محبوبہ پیمبرؐ شانِ رحمانی
سلام اے صہرِ احمدؐ آشنائے رمزِ سبحانی

(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت شدید ملاحظہ کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الینا من

اموالنا واولادنا وآباءنا وامہاتنا ومن الماء البارد
علی الظماء (مدارج النبوۃ فتح الملہم جلد ا ص۲۲۱)
"یعنی جب آپؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے کتنی محبت ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے پاک کی قسم،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے نزدیک اپنے اور اپنی اولاد
سے اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے
پانی سے زیادہ محبوب تھے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا سانحہ پیش آیا تو آپ
ایسے چپ چاپ بیٹھے رہ گئے کہ حرکت بھی بدن کو نہ ہوتی تھی۔ بس ایک حالت
تھی جو آپ پر گزر رہی تھی، اور کیوں نہ ہوتی، اس لئے کہ یہ حضرات کامل
الایمان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشۂ عشق میں مخمور تھے۔ آپ ہی کی
ذاتِ گرامی محور و مرکز، عقیدت و الفت تھی۔

⑤ حضرت بلال حبشیؓ کی محبت

پروانۂ رسولؐ سیدنا حضرت بلالؓ حبشی کا واقعہ تو بہت ہی مشہور ہے
کہ جب آپ کو کفر پر مجبور کرنے کے لئے گرم پتھر پر لٹا کر سخت سے سخت تکلیف
دی گئی تو آپ اس وقت بھی احد احد ہی کہتے رہے۔

ایک مرتبہ امیہ بن خلف نے آپ کو دھمکی دی کہ اگر تم باز نہ آئے تو ذلت
کے ساتھ مارے جاؤ گے۔ اس کے جواب میں حضرت بلال حبشیؓ نے ارشاد
فرمایا کہ:

"میرے جسم پر تمہارا زور چل سکتا ہے لیکن میں اپنا دل اور اپنی جان
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور محمدؐ کے خدا کے پاس رہن رکھ چکا ہوں۔
یہ سننا تھا کہ اس ظالم نے حضرت بلالؓ پر جور و ستم کا ایک لاتناہی سلسلہ

شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ کو رات دن بھوکا پیاسا رکھا جاتا اور ہر طرح ظلم وستم کی چکی میں پیسا جاتا رہا، مگر آپ ہر ظلم وستم کو برداشت کرتے رہے۔ کیونکہ ان مصیبتوں کی تلخیاں حلاوتِ ایمان اور محبتِ رسولؐ کے سامنے ہیچ ہو گئیں تھیں۔ آپ حلاوۃ الایمان اور محبتِ رسولؐ کی چاشنی میں ایسے مست تھے کہ مصائب و شدائد کی تلخی محسوس ہی نہ ہوئی۔

(۲) سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جب بیت المقدس کی تسخیر ہو گئی تو آپ نے مسلمانوں کے سامنے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا، اس کے بعد حضرت بلالؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج اس مبارک موقع پر آپؓ اذان دیں۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا امیر المومنین، میں نے عہد کر لیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دوں گا۔ لیکن آج آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اذان دیتا ہوں۔

چنانچہ آپ نے اذان دی۔ جب آپ کے منہ سے اللہ اکبر اللہ اکبر کے الفاظ نکلے تو صحابہؓ کرام پر رقت طاری ہو گئی، انہیں وہ دَور یاد آگیا جب حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان دیا کرتے تھے۔ جب آپ اشہد ان محمداً رسول اللہ پر پہنچے تو صحابہ کرام روتے روتے نڈھال ہو گئے۔ حضرت بلالؓ کے ساتھ ساتھ سیدنا عمر فاروقؓ اور دیگر صحابہؓ بھی رو رہے تھے ان سب کو فراقِ رسولؐ نے تڑپا ہی دیا تھا۔

اسی طرح جب آپ کے انتقال کا وقت آیا تو آپ کی اہلیہ محترمہ اور دیگر عزیز و اقارب گریہ وزاری کرنے لگے اور واکو باہ (ہائے مصیبت) کہنے لگے۔ اس پر حضرت بلال حبشیؓ فرماتے ہیں۔ واطربا ہ (ہائے کیا خوشی کا مقام ہے) اور فرما رہے ہیں کہ کتنی خوشی اور مسرت کا مقام ہے کہ میں کل اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں گا اور آپ کی جماعت سے ملاقات کروں گا (بہجۃ النفوس)

دیکھئے موت کی شدت اور تلخی بھی حلاوت لقاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہوگئی۔ اس لئے آپ موت کے وقت بھی خوش تھے کہ کل اپنے محبوب کے پاس پہنچ جاؤں گا ؎

در غربت مرگ بسیم تنہائی نیست
یاران عزیزاں طرب بیشتر اند

(۳) اسی طرح حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کبھی اذان نہ دی تھی کیونکہ کلماتِ اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ کہتے ہی آقا و مولا کی یاد سے دل بھر آتا تھا اور ہچکی بندھ جاتی تھی، ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے اصرار سے مجبور ہوگئے اور اذان دینی شروع کی۔ آپ کی آواز سن کر مدینہ منورہ کی گلیوں میں کہرام مچ گیا، اور سامعین پر رقت طاری ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا، دل بے چین ہوگئے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر جیسی ہستی کی بھی ہچکی بندھ گئی۔

زندگی بھر تو رہا پروانۂ شمع رسول ﷺ　　تیرے دم سے دین قیم کے ہوئے زندہ اصول
پا گئے جب سرورِ کونین ﷺ دنیا سے وصال
تیرے دل کو اس قدر اس کا ہوا حزن و ملال

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن نضر کی محبت

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو جب بظاہر شکست ہو رہی تھی تو کسی نے یہ خبر اڑا دی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہوگئے۔ اس وحشت ناک خبر سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جو اثر ہونا تھا وہ ظاہر ہے، اس وجہ سے اور بھی زیادہ غمگین اور پریشان ہوگئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بن نضر چلے جا رہے تھے کہ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی کہ سب کے سب

پریشان حال تھے۔ حضرت انسؓ نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ مسلمان پریشان سے نظر آ رہے ہیں۔ ان حضرات نے کہا کہ افسوس حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے یہ سنتے ہی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر تم زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ تلوار ہاتھ میں لو اور چل کر شہید ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے یہ کہہ کر تلوار ہاتھ میں لی اور کفار کے نرغے میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش فرما کر حیاتِ جاودانی حاصل کر لی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۴ صـ۳۴)

حضرت انسؓ کی محبت اور آپ کے ساتھ تعلق پر غور فرماویں کہ جس ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لئے جینا تھا جب وہ ہی نہیں رہے تو اس فانی زندگی میں کیا دھرا ہے، اس سے بہتر تو یہ ہے کہ شہادت کا درجہ حاصل کر کے فوراً محبوب کے قدموں میں چلے جاؤ تاکہ محبوب کی زیارت تو ہوا کرے۔ واقعی یہ وہ مقدس حضرات تھے جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدے نبھائے اور اپنی جان آفریں کے سپرد کر کے کامیاب ہو گئے۔

(۷) حضرت ثوبانؓ کی محبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان جنہیں اپنے محبوب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کو اپنے گھر میں بھی جا کر سکون نہ ملتا تھا۔ یہاں تک کہ واپس الٹے پاؤں بارگاہِ نبوت میں آ کر جمال مبارک کی زیارت نہ کر لیتے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں آئے کہ آپ کا رنگ روپ اڑا ہوا تھا۔ حالت شکستہ و پراگندہ تھی، چہرے سے غم و اندوہ نمایاں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ ثوبان تم نے یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے، کس لئے تمہارا رنگ فق ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہ تو کوئی مرض ہے اور

نہ کسی قسم کا جنون بجز اس کے کہ میں جب جمال جہاں آرا کو نہیں دیکھتا تو متوحش اور پریشان ہو جاتا ہوں اور شدید وحشت طاری ہو جاتی ہے۔ جب تک کہ میں بارگاہ میں حاضر ہو کر جمال مبارک کی زیارت سے فیض یاب نہیں ہو جاتا سکون نہیں پاتا۔ میں آخرت کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ آخرت میں آپؐ کو تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سب سے اعلیٰ مقام پر لے جایا جائے گا، میں وہاں آپؐ کی زیارت کیسے کر سکوں گا، ظاہر ہے کہ میں آپؐ کا درجہ تو نہیں پا سکتا، پھر میں اپنی آنکھوں کو کیسے منور کر سکوں گا ۰۰۰۰ الخ

(کتبِ تفاسیر)

ملاحظہ فرمایئے کہ دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے لذت حاصل کرنے کے باوجود آخرت کا غم لگا ہوا ہے کہ کائنات کی یہ عظیم، اور بابرکت ہستی صرف اس قابل نہیں کہ دنیا میں ہی ان سے محبت کی جائے اور ان کے دیدار سے سکونِ دل حاصل کیا جائے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی مبارک تو اتنی عظیم ہے کہ دنیا و آخرت دونوں میں آپؐ کے دیدار سے لذت حاصل کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے دونوں جہان میں اپنی آنکھوں کو منور کیا کریں اور اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچائیں۔

(۸) حضرت ابو طلحہؓ کی محبت

غزوۂ اُحد میں ابتلاء الٰہی نے حضرات صحابہ کرامؓ کو منہزم کر دیا تھا۔ اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ وہ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوتے تھے جس طرح دیگر غزوات و مجاہدات میں فدا ہوتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے جب ایک موقع پر گردن مبارک اُٹھا کر کفار کی جمعیت کو دیکھنا چاہا تو حضرت ابو طلحہ جوشِ محبت میں بے اختیار پکار اٹھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سر اٹھا کر نہ دیکھئے

کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی تیر لگ جائے۔ ابھی تو میرا سینہ آپؐ کے سینہ کے لئے سپر ہے۔ (بخاری شریف جلد ۲ صہ۵۸۱)

آپ کی زبان پر اس وقت یہ شعر تھا ؎

نفسی لنفسک الفداء	ووجھی لوجھک الوقاء
میری جان آپؐ کی جان پر قربان	میرا چہرہ آپؐ کے چہرہ کی ڈھال ہو

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرماتے آپ کا ایک ہاتھ شل ہو گیا مگر آپ نے اُف تک نہ کی" (بخاری جلد ۲ صہ۵۸۱)

(**ف**) یاد رکھئے ایسے الفاظ اس وقت زبان سے ادا ہوتے ہیں جب قلب محبتِ رسولؐ کے جذبے سے سرشار ہو۔ اگر قلب ہی محبت سے خالی ہو تو پھر ہرگز ہرگز زبان سے ایسے الفاظ نہیں ادا ہوتے۔ حضرت ابوطلحہؓ کے قلب میں چونکہ محبتِ رسولؐ اپنے عروج پر تھی۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ ابھی تو میرا سینہ خالی ہے ۔ عشقِ رسولؐ کی اس سے بڑھ کر اور کون سی دلیل چاہیئے حضرت ابوطلحہؓ قرآن کریم کی آیتِ کریمہ "ولا یرغبوا بانفسھم من نفسہٖ" ترجمہ: (اپنی جان کو رسولؐ کی جان سے زیادہ نہ چاہیں) پر عمل کر کے مسلمانوں کے لئے ایک ابدی پیغام چھوڑ گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلے میں قیمتی سے قیمتی چیز بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

⑨ حضرت زیادؓ کی محبت

جنگِ اُحد ہی کا واقعہ ہے کہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے دیکھا کہ کچھ فاصلہ پر ایک شخص زخموں سے چور ہو کر کراہ رہا ہے، آپ اس کے پاس پہنچیں، پانی پلایا، سانس اُکھڑ رہی تھی لیکن اُم المومنین نے دیکھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ان پر خدا کی

رحمتیں ہوں۔ کاش ان کو یہ پیغام پہنچا دیا جائے کہ ان کا غلام زیاد دنیا سے
رخصت ہو رہا ہے۔

اُم المومنین رضؓ بارگاہِ رسالتؐ میں پہنچیں۔ حضرت زیادؓ کا پیغام دیا۔ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم بے قرار ہو کر تشریف لائے۔ آتے ہی فرمایا زیاد آنکھیں
کھولو۔ دیکھو میں آ گیا ہوں۔ حضرت زیادؓ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا زیادؓ کوئی آخری تمنا! حضرت زیادؓ نے
عرض کی۔ حضورؐ صرف ایک تمنا ہے۔ اور انہوں نے اپنے جسم کو آگے گھسیٹ
کر اپنا سر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھ دیا اور ان کے ہونٹ
آہستہ آہستہ ہل رہے تھے اور یہ آواز آ رہی تھی:

رضیت باللہ ربًا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا۔

"اللہ تعالیٰ سے رب ہونے کے باعث اور اسلام سے دین ہونے
کے طور پر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبی ہونے کی
حیثیت سے راضی ہوں"۔ پھر آپ نے آخری ہچکی لی، اور
خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

⑩ حضرت عمارہؓ کی محبت

اسی طرح کا واقعہ حضرت عمارہؓ کے ساتھ بھی پیش آیا کہ آپ زخموں سے
چور جان کنی کی حالت میں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرہانے پہنچ گئے
فرمایا کوئی آرزو ہو تو کہہ دو۔ حضرت عمارہؓ نے اپنا زخمی جسم گھسیٹ کر اور
زیادہ قریب کر لیا اور سر آپؐ کے قدموں پر رکھ دیا کہ اگر کوئی آرزو ہو
سکتی ہے تو یہی ہے، اسی طرح ان کا انتقال ہو گیا۔

منم و ہمیں تمنا کہ بوقتِ جاں سپردم
بہ رُخ تو دیدہ باشم تو درون دیدہ باشی

(۱۱) حضرت خبیبؓ کی محبت

قریشِ مکہ نے حضرت خبیبؓ کو چند روز قید و بند میں بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کر دیا اور پوچھا کوئی آخری آرزو ہو تو بتاؤ۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ آپ کو مہلت دی گئی، آپ نے دوگانہ نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد پوچھا کہ اب بھی اسلام سے دستبردار ہو جاؤ تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر اسلام کی دولت پاس نہ رہی تو جان بچا کر کیا کروں گا چنانچہ ایک شقی القلب نے آپ کو نیزہ مارا اور پوچھا کہ اب تو تم بھی پسند کرو گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری جگہ قتل کر دیں اور تم کو چھوڑ دیں، حضرت خبیبؓ نے پُر جوش لہجے میں کہا۔ واللہ العظیم، خدا تعالیٰ کو یہ معلوم ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے اور آپ نے دعا فرمائی:

اللھم بلغنا رسالۃ رسولک فبلغہ ما یصنع بی

"اے اللہ! ہماری اس حالت کی خبر اپنے رسولؐ کو پہنچا دے اور آپؐ کو اس حالت سے بھی باخبر فرما دے کہ جو کچھ میرے ساتھ ہو رہا ہے"

اس دعا کے بعد قبلہ رُخ کھڑے ہو گئے اور کفار و مشرکین نے تیروں کی بارش سے حضرت خبیبؓ کے جسم اطہر کو چھلنی کر دیا اور زمین اس پروانۂ رسولؐ کے خون سے لالہ زار ہو گئی۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ عاشقانہ ترانہ جاری تھا کہ ؎

فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا — عَلٰی اَیِّ شَقٍّ کَانَ لِلّٰہِ مَصْرَعِیْ
وَذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَاْ — یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٖ

ترجمہ: ”سو میں پروا نہیں کرتا جبکہ میں اسلام کی حالت میں مارا جاؤں اور
جس کروٹ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے گرتا ہوں۔ اور یہ سب
کچھ محض اللہ کی رضا کے لئے ہے اور اگر وہ چاہے تو کٹے
ہوئے جسم کے اعضا پر بھی برکت کر دے“

اور حضرت خبیبؓ بزبان حال گویا یوں کہہ رہے تھے ؎

تو نے کی اچھی نصیحت کب مگر سنتا ہوں میں
ناصحوں سے جیسے عاشق ہوتے ہیں بہرا ہوں میں

⑫ حضرت ابوایوبؓ انصاری کی محبت

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں ہر ایک کی دلی تمنا تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمانی کا شرف مجھے حاصل ہو۔ بالآخر یہ شرف حضرت ابوایوب انصاریؓ کے حصے میں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان کے نچلے حصے میں قیام کرنا پسند فرمایا۔ ایک دن اتفاقاً چھت پر پانی سے بھرا ہوا گھڑا لوٹ گیا چھت چونکہ پختہ نہ تھی، حضرت ابوایوبؓ انصاری کو خیال آیا کہ مبادا چھت ٹپکے اور پانی نیچے پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو! آپ کے پاس ایک ہی لحاف تھا جس سے میاں بیوی گزارہ کرتے تھے) آپ نے فوراً اس لحاف کو بہتے ہوئے پانی پر ڈال دیا تاکہ پانی اس میں جذب ہو جائے۔ اس کے بعد آپ نے گھر کے ایک کونے میں ڈبک کر ساری رات بسر کی، صبح حضرت ابوایوب انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور رات کا سارا واقعہ بیان کیا اور درخواست کی کہ آپؐ اوپر کے حصہ میں تشریف لے آئیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔ اور اوپر ٹھہرنا منظور فرمالیا۔

۲۔ حضرت ابوایوب رضی انصاری کی محبت کا یہ عالم تھا کہ کھانے میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک کے نشانات ہوتے تھے تبرک اور اتباع کے پیشِ نظر انہی پر اپنی انگلیاں رکھ کر کھانا تناول فرماتے۔

۳۔ اسی طرح ایک مرتبہ کھانا جوں کا توں واپس آ گیا، حضرت ابوایوب انصاری پریشان ہو گئے، حاضر خدمت ہو کر وجہ پوچھی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج کھانے میں لہسن تھا اور مجھے لہسن مرغوب نہیں۔ حضرت ابوایوب نے یہ سن کر عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کو پسند نہیں اسے میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔

یاد رہے کہ لہسن شریعت میں حرام نہیں۔ مگر عشق رسول دیکھئے کہ ہر اس چیز سے کراہت ہو جاتی ہے جسے محبوب بھی پسند نہ فرماویں۔

(۱۳) حضرت سعدؓ بن عبادہ کی محبت

ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ ابوسفیانؓ نے بدر کی طرف پیشقدمی کی ہے تو آپ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ انصار میں سے حضرت سعدؓ بن عبادہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے؟

والذی نفسی بیدہ لو امرتنا ان نخیضھا البحر لاخضناھا
ولو امرتنا ان نضرب اکبادھا الی برک الغماد لفعلنا

(مسلم شریف جلد ۲ صہ ۱۰۲)

خدائے پاک کی قسم، اگر آپ کا فرمان ہو جائے تو ہم دریا میں اسی طرح گھس پڑیں اور اگر آپ کا حکم ہو تو ہم اپنے سینوں کو تلواروں کی میان سے ٹکرا دیں۔

سبحان اللہ! جان دینا اسی وقت گوارا ہوتا ہے جب محبوب کی خوشی

معلوم ہو جائے محبوب کی خاطر ہر شخص وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جو تقاضائے عشق ہے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے بھی یہی عرض کیا کہ اگر آپ فرما دیں تو ہمیں نہ اہل و عیال سے غرض، نہ کوئی مقصود، نہ عزیز و وطن کی پرواہ، نہ جان کی فکر، ہمیں تو آپؐ کی خوشی مطلوب ہے۔ اگر آپؐ ہم سے خوش ہو جائیں تو ہمارے لئے اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں۔ ایک جان کیا ہزاروں جانیں بھی آپؐ کی ذاتِ گرامی پر قربان ہو جائیں، پھر بھی یہ کہا جائے گا ع حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(۱۴) حضرت زیدؓ بن حارثہ کی محبت

حضرت زیدؓ بن حارثہ جو عالمِ طفولیت میں ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آ گئے تھے اور آپؐ کی محبت کا اثر یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ ایک مرتبہ ان کے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر فرمایا کہ یہ تمہارے والد ہیں اور میرے حال سے بھی تم واقف ہو، تمہیں اختیار ہے، میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو اور اگر ان کے ساتھ جانا چاہو تو میری طرف سے پوری اجازت ہے۔

عاشقِ رسولؐ کا جواب سنیئے اور ان حضرات کی محبت کا اندازہ فرمائیے زیدؓ بن حارثہ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے مقابلہ میں بھلا میں کس کو محبوب رکھ سکتا ہوں۔ آپ میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔

باپ اور چچا نے کہا کہ زیدؓ تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو اور باپ اور چچا اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلامی کو پسند کرتے ہو۔ زیدؓ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے ان میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ایسی بات

دیکھی ہے، جس کے مقابلے میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کرتا ؎

تھام کر دامن سرکارؐ کو آخر یہ کہا
لاکھ آزادیاں اک تیری غلامی میں نثار

اندازہ فرماویں یہ کیسی محبت ہے جو حضرت زیدؓ کے قلب میں اپنا گھر بنا چکی ہے۔ کیا محبت کے ایسے عجیب و غریب مناظر کوئی دکھلا سکتا ہے حضرت زیدؓ کے اس جواب نے یہ بھی واضح کر دیا کہ تمام لوگوں کی محبتیں دیکھ لی ہیں اب تو میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ہی دیوانہ رہوں گا چاہے اس کے لئے فقر و فاقہ ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے ؎

ما اگر قلاش و گر دیوانہ ایم مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

ترجمہ: اگر ہم مفلس اور دیوانہ ہیں تو کیا غم ہے۔ محبوبِ حقیقی اور اس کی محبت ہی کے تو متوالے ہیں۔

(۱۵) حضرت ابو خیثمہؓ کی محبت

غزوۂ تبوک کے زمانہ میں سخت گرمی کا موسم تھا۔ حضرت ابو خیثمہؓ کسی وجہ سے اس غزوہ میں شرکت نہ فرما سکے۔ ایک دن آپ گھر میں آئے تو دیکھا کہ ان کے لئے اہلیہ نے ٹھنڈا پانی تیار کر رکھا ہے اور کھانا بھی عمدہ بنایا ہوا ہے اور بالاخانے پر چھڑکاؤ کے آثار بھی نظر آرہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے؟ عرض کیا کہ آپ کی راحت و آرام کے لئے میں نے ایسا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو اس لو اور شدت کی گرمی میں کھلے میدان میں ہوں اور میں سرد پانی اور عمدہ غذا سے لطف اندوز ہوں، خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا۔ میں ہرگز بالاخانے پر نہ جاؤں گا۔ چنانچہ اسی وقت زادِ راہ لیا اور تبوک کی طرف روانہ ہو گئے۔

(اسد الغابہ جلد ۴ ص۲۹۱)

⑯ حضرت سعدؓ بن الربیع کی محبّت

جنگ اُحد میں حضرت سعدؓ بن الربیع کو لوگوں نے دیکھا کہ زخمیوں میں پڑے ہوئے ہیں اور انتقال فرما رہے ہیں۔ پوچھا گیا کوئی وصیت کرنی ہو تو کردو۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو گر پڑے اور فرمایا: میری طرف سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام پہنچا دینا اور کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور قوم سے سلام کہہ دینا اور کہنا کہ اگر تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ رہا اور تمہاری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک میں کانٹا بھی لگا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا کچھ عذر مسموع نہ ہوگا۔ ہم نے لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہونے کا حلف اٹھایا تھا۔ اس کے بعد کہا کہ میرے عیش میں تم زیادہ خلل انداز مت ہو، میرا سلام لو اور یہ کہہ کر آنکھ بند کرلی، رضی اللہ عنہ (موطا امام مالک ص۱۸۴، سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص۹۵)

حضرت سعدؓ کے اس پیغام کو شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے:

پیغام قوم کو یہی بالاختصار ہے
باقی ہے روح جسم میں قائم ہے گر جسد
دشمن نہ آنے پائے رسولِ خدا کے پاس
روزِ حساب ہوگا ہر ایک عذر در نہ رد

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کا یہ پیغام سُنا تو ارشاد فرمایا کہ:

"اللہ سعدؓ کو اپنے دامنِ رحمت میں جگہ دے، زندگی اور موت دونوں میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے بہی خواہ رہے۔"

ملاحظہ کریں ان حضرات کی محبت کہ دشمنوں کی تیغ دستان سے چُور میدان میں دم توڑ رہے ہیں لیکن دل کس قدر شادمانیوں سے بھرا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کس قدر قلب میں داخل ہو چکی تھی اور اسی عشق میں ان حضرات نے میدانِ جنگ میں اپنی جانیں اس اطمینان سے اور سکون کے ساتھ دی ہیں کہ جو کسی نے عیش و نشاط کے بستروں پر بھی نہ دی ہوں گی۔

(۱۷) حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کی محبت

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو جب تختہ دار پر چڑھایا گیا تو آپ سے ابوسفیان نے سوال کیا کہ اے زید! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ:

اتحب ان محمداً عندنا الآن فی مکانک نضرب عنقہ وانک فی اھلک

ترجمہ: "کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ اس وقت ہمارے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور ہم ان کی گردن تلوار سے اُڑا دیں اور تم اپنے اہل وعیال میں ہی رہو"

حضرت زید بن دثنہ نے جو فرمایا — عشق ومحبت اور عزیمت و استقلال کی دنیا میں اُن کا یہ جواب ہمیشہ ثبت رہے گا۔

آپ نے فرمایا:

واللہ ما احب ان محمداً الآن فی مکانہ الذی ھو فیہ تصیبہ شوکۃ توذیہ وانی جالس فی اھلی

(فتح الملہم جلد ۱ صفحہ ۲۲۱)

ترجمہ: "خدا کی قسم! میں یہ بات کبھی گوارا نہیں کر سکتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ جہاں آپ اس وقت ہیں، اذیت وتکلیف کا ایک کانٹا بھی چبھے۔"

اللہ اکبر! تاریخ اقوام کو اٹھایئے اور بتلایئے کہ ہے کوئی ماں کا لال جو حضرت زید بن دثنہ کی اس بے مثال محبت اور لاجواب جرأت پیش کر سکے اور اپنے آقا کے ساتھ اس قسم کی محبت کی نظیر دکھلا سکے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

یہ سب کچھ ہے گوارا پر یہ ہرگز ہو نہیں سکتا — کہ اسکے پاؤں کے تلوے میں کانٹا بھی چبھ جائے

اسی عشق و محبت کو دیکھ کر ابوسفیان بے اختیار پکار اٹھے تھے:

ما رأیت احداً من الناس یحب احداً کحب اصحاب محمداً صلی اللہ علیہ وسلم (فتح الملہم جلد ۱ صہ ۲۲۱)

ترجمہ: "میں نے (دنیا میں ایسا شخص اپنی نظروں سے کبھی) نہیں دیکھا کہ وہ کسی سے اس طرح محبت کرتا ہو جس طرح کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ آپ سے محبت کرتے ہیں۔"

(۱۸) حضرت ابوذر غفاریؓ کی محبت

ایک مرتبہ سیدنا ابوذر غفاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی بعض ہستیوں سے محبت رکھتا ہے مگر ان کے اعمال کو اپنانے کی طاقت نہیں رکھتا، اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے!

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جن کے ساتھ محبت رکھتا ہے انہی کے ساتھ ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر غفاری نے عرض کی:

یا رسول اللہ! میں صرف آپؐ سے اور اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یقیناً اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رحلت فرما جانے کے بعد جب کبھی آپؐ کا ذکر آجاتا تو سیدنا حضرت ابوذر غفاریؓ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔ اور شدت جذبات کی بنا پر آواز بھی برابر نہ نکلتی تھی۔

محبتِ رسول تو وہ چیز ہے کہ واللہ العظیم، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت آمیز عتاب کا بھی ذکر ہو تو صحابہ کرامؓ اسے مزے لے لے کر ذکر فرمایا کرتے تھے اس لئے کہ صحابہ کرامؓ نازِ محبت اور رمزِ عشق سے آشنا تھے۔ اور محبت کی یہ اعلیٰ ترین دولت ان حضرات کو نصیب ہوئی تھی۔ صحابیٔ رسولؐ

حضرت ابوذر غفاری ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار بیان فرمانے پر (بطور تعجب کے) ایک ہی سوال عرض کرتے ہیں۔ آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وان رغم علی انف ابی ذر (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: "اے ابوذرؓ! تیرا جی چاہے یا نہ چاہے ایسا ہو کر رہے گا۔"

حضرت ابوذر غفاری جب اس حدیثِ پاک کی روایت فرماتے تو ساتھ ہی وہ مبارک الفاظ بھی دہراتے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے تھے۔

یاد رکھیئے حضرت ابوذرؓ کی اس عرض بیان کو ملامت کا نشانہ نہیں بنایا جا سکتا، یہ تو ایک عاشقانہ ادا ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

گفتگوئے عاشقاں در کار رب
جوشش عشق است نے ترک ادب

رموزِ محبت اور ادائے عاشقی کو سمجھے بغیر طعن و تشنیع کے گولے نہ برسائیں یہ تو ایک عشق کا جوش ہے، بے ادبی ہرگز نہیں۔

(۱۹) ایک صحابی کی عجیب محبت

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں کسی مقام پر تشریف لے گئے وہاں جاکر دیکھا کہ ایک مکان قبہ دار اور ذرا جدید طرز کا تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کس کا مکان ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی، فلاں (صحابی) کا۔ آپ سن کر خاموش رہے۔ دوسرے وقت جب صاحبِ مکان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ آخر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے وجہ دریافت کی کہ آج میرا محبوب مجھ سے کیوں ناراض ہے؟ آخر کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا اور وجہ

تو ہمیں معلوم نہیں، البتہ اتنا معلوم ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے مکان کو دیکھا تھا۔ بس اس گمان کے جگہ پانے پر فوراً جا کر تمام مکان گرا دیا اور گویا بزبانِ حال یہ کہہ رہے تھے ؎

ہر چہ از دوست وا مانی چہ کفر آں حرف و چہ ایمان
ہر چہ از یار دُور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا

یعنی جو چیز مجھے محبوب سے دُور کرنے والی ہے، اسے میں کیسے پسند کر سکتا ہوں۔

سبحان اللہ! یہ ہے عشق اور محبت، کہ جب صحابہ کرام کو معلوم ہو جاتا کہ میرے آقا اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں کام پسند نہیں تو اس فعل سے کوسوں دُور بھاگتے تھے، نہ اس بات کی تحقیق و تفتیش کرتے کہ یہ زیادہ ناپسند ہے یا کم؟ عاشقوں کا اتنا جان لینا کسی کام سے رُکنے کے لئے کافی ہے کہ بس یہ چیز میرے محبوب کو پسند نہیں، وہ کبھی یہ تفتیش نہ کرتا کہ کیوں ناپسند ہے، کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ؟ مکروہ ہے یا مباح، وغیرہ وغیرہ۔ دیکھئے اس صحابی کی محبت کو کہ نہ آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا آپ کو میرا مکان دیکھنے سے تکلیف ہوئی ہے؟ یا یہ کہ مکان کتنا بڑا جائز ہے؟ اس بحث میں نہ پڑے۔ بس اتنا معلوم ہو گیا کہ میرے محبوبؐ کو ایسا کرنا پسند نہیں تو اس پر اپنی بھی ناپسندیدگی کا اظہار عملاً پیش کر دیا۔

(۲۰) حضرت اُسَید بن حُضیر کی محبت

حضرت اسید بن حضیرؓ بڑے خوش طبع اور شگفتہ مزاج صحابی تھے۔ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہلو میں چھڑی چبھوئی انہوں نے آپؐ سے اس کا بدلہ چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی مساوات کے پیش نظر اس کے لئے راضی ہو گئے لیکن انہوں نے کہا کہ جس طرح چھڑی

چھوتے وقت میرا جسم برہنہ تھا آپ کے جسم پر بھی قمیص نہیں ہونی چاہیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص اوپر اٹھا دی۔ قمیص کا اٹھنا تھا کہ وہ بیتابانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے۔ پہلوؤں کو بوسہ دیا اور عرض کی یارسول اللہ میرا مقصود اصلی یہی تھا، ورنہ میں اور آپ سے انتقام لینے کی جرأت؟

(ابوداؤد جلد ۳ صـ ۶۶۶ ترجمہ)

اس طرح ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جوشِ محبت سے بے تاب ہو گئے۔ آگے بڑھے اور آپ کی قمیص کو جو آپ نے زیب تن کر رکھی تھی ہاتھ سے الٹ دیا اور خود اس کے اندر گھس گئے۔ اور جسم اطہر کو خوب چوما (ابوداؤد جلد ا صـ ۶۲۴ ترجمہ)

(۲۱) حضرت زاہرؓ کی محبت

حضرت زاہرؓ کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر ہدایا بھیجا کرتے تھے۔ ایک دن وہ بیٹھے سودا بیچ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ شفقت پیچھے سے آکر گود میں لے لیا۔ انہوں نے کہا کون؟ مجھے چھوڑ دو۔ جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اپنی پشت کو بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے لپٹاتے تھے اور پھر بھی سیرابی نہیں ہوتی تھی۔ (شمائل نبوی صـ ۲۲۶)

(۲۲) حضرت ابوہریرہؓ کی محبت

حضرت ابوہریرہؓ کو تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت ایک پل کے لئے بھی گوارا نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھنا ہی آپ کا سکون ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں احادیث سن سن کر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائیں اور اس سلسلے میں بھوک پیاس کی شدت بھی برداشت

فرمائی، اور آستانۂ نبوت سے وابستگی کے لئے مال ومتاع کی بڑی بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا، دشمنوں کی طرف سے خطرات کے پیشِ نظر آپؐ تھوڑی دیر کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل ہوجاتے تو آپ کو بے حد پریشانی ہوتی تھی چنانچہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپؐ کسی ضرورت سے اُٹھے، پلٹنے میں زیادہ دیر ہوگئی تو صحابہ کرامؓ گھبرا گئے حضرت ابوہریرہؓ کو آپؐ کی سب سے زیادہ فکر تھی، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ آپؐ کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے۔ انصار کے باغ میں پہنچے، اندر جانے کا کوئی راستہ نہ ملا، دیوار میں ایک سوراخ نظر آیا اس میں سے آپؓ گھس کر اندر پہنچے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اطمینان ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ کی پریشانی اور اضطراب کا حال بیان کیا (آپؐ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ حضرت ابوہریرہؓ نے جواب دیا کہ ایسی بات ہوئی اور میں وہ پہلا آدمی ہوں جس نے یہ گھبراہٹ محسوس کی اور میں باغ تک آیا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر اس میں داخل ہوا)“ (مسلم شریف)

مزید تفصیلات کے لئے احقر کی تالیف ”سیرۃ ابوہریرہؓ“ ملاحظہ فرمائیے:

(۲۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی محبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک دن حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیٹھے بیٹھے بول اُٹھے، جمعرات کا دن، جمعرات کا دن۔ اس کے بعد اس قدر روئے کہ زمین کی کنکریاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا جمعرات کے دن کا کیا مطلب؟ کہنے لگے کہ اس دن تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت نے شدت اختیار کی تھی۔

(مسلم شریف جلد ۲ صہ ۴۲)

(۴۴) قوم موسیٰ علیہ السلام اور اصحاب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ میں بُزدلی اور پست ہمتی نہ دکھاؤ بلکہ جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں فاتحانہ حیثیت سے اس شہر میں داخل کرے گا، تو آپ کو آپ کی قوم نے یہ جواب دیا:

یا موسیٰ انا لن ندخلها ابدًا ما داموا فیها فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون (پ المائدہ ع ۴)

ترجمہ: "اے موسیٰ! ہم ہرگز ساری عمر اس میں نہ جائیں گے۔ سو تو اور تیرا رب (دونوں) جاؤ اور تم دونوں لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔"

لیکن جب رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک آتا ہے اور آپؐ ایک غزوہ کے لئے اپنے صحابہ کرام سے مشورہ کرتے ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپؐ کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر وہ جواب دیتے ہیں جو شائد اس سے پہلے نہ فلک نے سُنے تھے اور نہ آئندہ سُن سکے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

لا نقول کما قال قوم موسیٰ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا۔ ولکنا نقاتل عن یمینك وعن شمالك و بین یدیك وخلفك (بخاری شریف جلد ۲ ص ۵۶۴)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم آپ کو ہرگز وہ جواب نہ دیں گے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے آپ کو دیا تھا کہ تم خدا کے ساتھ جاؤ اور لڑو۔ بلکہ ہم تو آپؐ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے، غرضیکہ ہر طرف سے جمع ہو کر قدم بہ قدم لڑیں گے (آپؐ پر ذرہ بھر آنچ

نہ آنے دیں گے اور ہم اپنی جانوں کو آپ پر قربان کر دیں گے"

۲۵ رضینا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ اسلام میں جنگ حنین پہلی جنگ ہے جس میں بکثرت مال غنیمت ہاتھ آیا جو بیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی کا ذکر روایات میں ملتا ہے۔ یہ وقت تھا کہ سابقون الاولون کو مال ودولت سے حصہ وافر ملتا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باشندگان مکہ کو ترجیح دی جو فتح مکہ کے بعد نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور انصار مدینہ کے حصہ میں کچھ نہ آیا۔ یہ حالت دیکھ کر بعض کو خیال ہوا کہ ہم کیوں محروم ہیں۔ آج انہیں مال غنیمت کا حصہ مل رہا ہے۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا:

الا ترضون ان یذھب الناس بالشاۃ والبعیر و

ترجعون بالنبی الی رحالکم ؟

"کیا تمہاری خوشنودی کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ لوگ یہاں سے مال غنیمت کے حصے لے کر جائیں اور تم اللہ کے نبی کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔"

انصار بے اختیار پکار اٹھے۔ رضینا یا رسول اللہؐ رضینا۔ ہم خوش ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم خوش ہیں۔ (صحیحین)

۲۶ حضرت حبیبؓ بن زید کی محبت

حضرت حبیب بن زیدؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور اسلام کی بہادر خاتون حضرت ام عمارہؓ کے صاحبزادے ہیں۔ جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب (جس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا) کی فوجوں کے ہاتھ لگ گئے۔

اور مسیلمہ کے سامنے پیش کئے گئے۔ ظالم مسیلمہ نے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ فرمایا کہ وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔ مسیلمہ نے کہا کہ کیا تم اس بات کی شہادت بھی دیتے ہو کہ میں بھی خدا کا رسول ہوں؟ آپ نے فرمایا میں کچھ نہیں سنتا۔ مسیلمہ نے کہا کہ تجھے پہلی بات سنائی دیتی ہے اور یہ دوسری بات نہیں سنتے؟ آپ نے فرمایا کہ میں پہلی بات سنتا ہوں اور یہ دوسری نہیں سنتا۔ مسیلمہ نے تلوار کے وار سے آپ کا ہاتھ شہید کر دیا۔ پھر کہا اب میری بات مانو گے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں، مسیلمہ نے دوسرا ہاتھ بھی شہید کر دیا۔ اسی طرح بدن کا ایک ایک عضو شہید کرتا گیا، اور بالآخر ان کی جان لے لی۔ مگر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فدائی اور عاشق ہونے کا جو نعرہ لگایا تھا، اس میں ذرہ بھر تبدیلی گوارا نہ کی اور راہ عاشقی میں آپ کے قدم ایک لمحہ کے لئے بھی نہ ڈگمگائے۔

(۲۷) ایک نابینا صحابیؓ کی محبت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کی ایک یہودی لونڈی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برائی سے یاد کیا کرتی تھی۔ وہ اس کو بار بار سختی سے منع کرتے لیکن وہ اس حرکت سے باز نہ آتی۔ اس کے ساتھ ان صحابی کے جس قسم کے تعلقات تھے انہیں وہ خود فرماتے ہیں کہ اس سے میرے دو بچے موتی کی طرح تھے اور وہ میری ہمدم بھی تھی۔ لیکن ایک بار رات کو جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، انہوں نے سن لیا اور دفعتہً تمام تعلقات بھول گئے، کلہاڑی اٹھائی اور اس کا پیٹ چاک کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۴۳)

غور فرمائیے اپنی بی بی سے کیسے محبت نہیں ہوتی؟ لیکن خدا و رسولؐ کی محبت نے اس نابینا صحابیؓ کو ایسی محبوب چیز کو بھی انتہائی مبغوض بنا دیا تھا۔ وہ اس

بات کو برداشت نہ کر سکتے تھے کہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرے۔ اور اگر کوئی یہ حرکت کرتا خواہ وہ بیوی ہو یا ماں ۔ بیٹا ہو یا بیٹی ۔ یہ تمام تعلقات اسی لمحے ختم ہو جاتے تھے ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب پر غالب آجایا کرتی تھی۔ اللہ کرے کہ ہم میں بھی یہ جذبہ بیدار ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب پر غالب آجائے۔

(۲۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی تو اس وقت دشمنانِ اسلام نے اپنی سرگرمیاں بھی تیز کر دی تھیں۔ کفار کے علاوہ اب منافقین اور یہودی بھی دشمن بن گئے تھے اور آپ کی جان کے درپے ہو گئے تھے۔ حضرات صحابہ کرام اس قسم کے خطرات کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے ہر وقت اپنے آپ کو تیار رکھتے تھے۔ ابتدائے ہجرت میں آپ ایک شب بیدار ہوئے تو ارشاد فرمایا۔ کاش آج کی رات کوئی صالح بندہ میری حفاظت کرے۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ہتھیار کی جھنجھناہٹ کی آواز آئی۔ آپ نے آواز سن کر فرمایا کون؟ جواب ملا، سعدؓ بن ابی وقاص۔ فرمایا کیوں آئے؟ عرض کی میرے دل میں آپ کی نسبت خوف پیدا ہوا، اس لئے آپ کی حفاظت کے لئے حاضر ہو گیا۔ (ترمذی جلد ص۔) یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ (جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۱۷)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کے اس ایمانی جذبے کو غور سے پڑھئے! واضح ہو جائے گا کہ ان حضرات مقدس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سب سے زیادہ عزیز تھی اور یہ محبت اتنی سچی اور صاف تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کی!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے لیکن

آپ کی شریعت اور آپ کی پاک سُنتیں قیامت تک ہمارے لئے رہنمائی کا کام دیں گی۔ اگر ہم اپنے دعویٰ عشق میں سچے ہیں تو ہمیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنتیں اور آپ کے مبارک اقوال وافعال کی حفاظت کرنی چاہیئے اور انہیں زندگی کے ہر موڑ پر اپنا راہبر ورہنما بنانا چاہیئے۔

۲۹ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بن حرام کی محبت

حضرت جابرؓ کے والد محترم حضرت عبداللہ جب غزوۂ اُحد میں شرکت کے لئے روانہ ہونے لگے تو اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمایا کہ میں غزوہ میں جارہا ہوں اور میں (اللہ نے چاہا تو) ضرور شہید ہوں گا (دیکھو بیٹے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا مجھ کو تم سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے تم میرا قرض ادا کر دینا اور بھائیوں سے حسنِ سلوک کرنا (اسد الغابہ)

غور فرمایئے! حضرت عبداللہ رضؓ کتنی وضاحت کے ساتھ اپنے بیٹے کو مخاطب کرکے فرما رہے ہیں کہ:

"اے میرے بیٹے! تم میرے لختِ جگر ہو۔ لیکن میرے دل میں تمہاری محبت کا دوسرا نمبر ہے۔ اس دل میں اگر کوئی اپنا مقام بنا چکا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی قدر ہے"۔

حضرت عبداللہ رضؓ کے اس طرزِ عمل نے واضح کر دیا کہ مومن کا ایمان اس وقت تک کامل ہو ہی نہیں سکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ساری دنیا کی محبت پر غالب نہ کر دے۔ اور جب کسی کو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے تو پھر وہ ایمان کا مزہ پا لیتا ہے۔

۳۰ حضرت شماس بن عثمانؓ کی محبت

غزوہ بدر میں حضرت شماس بن عثمانؓ کی محبت وفدائیت کا یہ حال تھا

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس جانب نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے حضرت شماسؓ کی تلوار چمکتی ہوئی نظر آتی تھی۔ اسی دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی سی طاری ہوئی، حضرت شماسؓ نے اپنے آپ کو آپؐ کے لئے ڈھال بنا دیا، تیر آتے رہے حضرت شماسؓ کے بدن کو زخمی اور چھلنی کرتے رہے، مگر آپ نے اُف تک نہ کی، یہاں تک کہ اسی حالت میں شہید ہوگئے (طبقات ابن سعد)

حضرت شماسؓ نے اپنے بدن کا چھلنی ہونا گوارا کر لیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر خراش تک نہ آنے دی، اور بزبانِ حال یہ کہتے ہوئے مالکِ حقیقی کے پاس پہنچ گئے کہ ؎

نکل جائے دم ترے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت اور یہی آرزو ہے

(۱۳) حضرت سفینہ کی محبت

حضرت سفینہؓ حضرت سلمہؓ کے غلام تھے۔ انہوں نے اس کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ اپنی عمر آپؐ کی خدمت گزاری میں صرف کر دے۔ یہ شرط سن کر حضرت سفینہؓ نے کہا:

"اگر آپ یہ شرط نہ بھی کرتیں تب بھی میں تا نفسِ والپسیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے ہرگز علیحدہ نہ ہوتا۔"

(ابو داؤد جلد ۳ صہ ۲۱۳ ترجمہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ سے دُور ہونا کس کو گوارا ہو سکتا ہے؟ پھر یہ حضرات وخواتین تو جمالِ جہاں آرا کا نظارہ کرنے والے تھے۔ یہاں کوئی شرط کے ساتھ نہیں، دلوں کی سچائی کے ساتھ آتا تھا اور کامیابیوں کا پروانہ لے کر دنیا سے رخصت ہوتا تھا۔

(۳۲) ایک انصاری عورت کی محبت

اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو اذیت بھی پہنچی اور کچھ شہید بھی ہوئے۔ مدینہ منورہ میں یہ وحشت اثر خبر پہنچی تو ایک انصاری عورت نے مجمع کو دیکھا تو بیتابانہ پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ مجمع میں سے کسی نے کہا کہ تمہارے والد شہید ہو گئے، انہوں نے اِنّا لِلّٰہ پڑھا اور پھر بے قراری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کی۔ اتنے میں کسی نے خاوند کی شہادت کی خبر سنائی اور کسی نے بیٹے کی اور کسی نے بھائی کی۔ انصاری عورت نے پوچھا کہ میں کسی اور کا نہیں پوچھ رہی ہوں مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں اور کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ آپ بفضلہ تعالیٰ بخیر وعافیت ہیں۔ صحابیہ نے کہا ذرا مجھے بتاؤ کس جگہ ہیں؟ لوگوں نے اشارے سے جگہ تبلادی، دوڑتی ہوئی گئیں اور اپنی آنکھوں کو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے ٹھنڈا کر کے عرض کرنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل مصیبۃ بعدك جلل۔ آپؐ کی زیارت اور آپ کو صحیح وسالم دیکھنے کے بعد تو ہر مصیبت ہلکی اور آسان ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۴ صہ ۴۷، ابن ہشام جلد ۲ صہ ۹۹)

غور فرمادیں ایک عورت کے لئے باپ، شوہر، بھائی، بیٹا ہی تو دنیوی سہارا ہوا کرتے ہیں۔ مگر قربان جائیں صحابیہ کی اس عظیم اور لافانی محبت پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے عشق کے سامنے تمام عزیز ترین اشخاص کی محبتیں بھی دب کر رہ گئیں۔ کیا کوئی عورت اس طرح کی مثال پیش کر سکتی ہے، عورت تو درکنار مرد بھی ایسے نمونے پیش کرنے سے قاصر ہے۔

علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے اس واقعہ پر یہ شعر فرمایا ہے ؎

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیںؐ تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

کوتاہ فہم حضرات یہ کہہ دیں گے کہ شائد یہ عورت مارے غم کے دیوانی ہوگئی تھی اور اس حادثہ فاجعہ نے ذہن کو بہت ہی متاثر کیا ہوگا، اس لئے اس کی طرف دھیان دینا گوارا نہ کیا۔ ہرگز نہیں، صحابیہ ہرگز غم میں دیوانی نہ تھیں، بلکہ محبتِ رسولؐ کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز اور قرآن کریم کے حکموں کی اطاعت کا بیّن ثبوت تھیں ؎

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شُد
اوست فرزانہ کہ فرزانہ نہ شُد

یعنی وہ خود ہی دیوانہ ہے جو اس ہستیٔ بابرکت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ نہ ہو۔

(۳۳) ایک اور صحابیہ کی محبت

مروی ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ایک عورت آئی اور التجا کی کہ میرے لئے قبرِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھول دیجئے تاکہ میں اپنے محبوب کی قبر کو دیکھ کر ہی دل کو سکون دے سکوں اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے قبر مبارک کا دروازہ کھول دیا۔ وہ قبرِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس قدر روئی کہ وہیں پر ہی اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ (مدارج النبوۃ جلد۱ ص۵۲۵)

اللہ تعالیٰ ہر کسی کو ایسی محبت نصیب فرمائے۔ مگر شرط یہ ہے کہ انسان صرف زبانی دعویٰ نہ کرے بلکہ عملی طور پر زندگی میں بھی انقلاب پیدا کرے تب جا کر عشقِ حقیقی نصیب ہوگا ؎

دکانِ عاشقی را بسیار مایہ باید
دلہائے ہمچو آتش چشمہ چوں رود بارے

عشق کی دکان سجانے کے لئے تو بے شمار دولت چاہیئے۔ ہاں جس کا دل بھٹی

کی طرح بھڑک رہا ہو اور جس کی آنکھیں برسات کے پانی کی طرح بہہ رہی ہوں، وہی دعویٰ عشق کرسکتا ہے، صرف زبانی دعویٰ لاحاصل ہے۔

(۳۴) حضرت اُم سلیمؓ کی محبت

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ یوم حنین میں ابوطلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہنستے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؐ اُم سلیم کو نہیں دیکھ رہے ہیں؟ ان کے پاس خنجر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم سلیمؓ سے کہا اے اُم سلیمؓ! تمہارا خنجر اٹھانے سے کیا ارادہ ہے؟ اُمّ سلیمؓ نے عرض کیا کہ اگر کوئی ان کفار و مشرکین میں سے آپؐ کے اور میرے قریب آئے گا میں اس سے اس کو ہلاک کردوں گی۔ (کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰۷)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُم سلیمؓ کے مکان پر تشریف لائے، گھر میں مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا۔ حضرت اُم سلیمؓ نے مشکیزے کے دہانے کو کاٹ کر اپنے پاس بطور یادگار کے محفوظ رکھ لیا کہ محبوبؐ کا منہ مبارک اس جگہ لگا ہے۔ (طبقات ابن سعد تذکرہ اُم سلیمؓ)

(۳۵) حضرت اُمّ عمارہؓ کی محبت

حضرت اُم عمارہؓ کہتی ہیں کہ میں غزوہ اُحد کے دن یہ دیکھنے کے لئے نکلی کہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ اور میرے پاس مشکیزہ تھا جس میں پانی موجود تھا سب سے پہلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی، آپؐ اپنے اصحاب کے مجمع میں تھے، غلبہ مسلمانوں کا تھا۔ پس جب تھوڑی دیر میں مسلمانوں کو شکست ہونے لگی تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئی اور لڑنے کے لئے کھڑی

ہوگئی اور میں تلوار کے ذریعے آپ کے دشمنوں کو دفع کرتی اور کمان سے تیر بھی چلاتی۔ یہاں تک کہ میں بہت زخمی ہوئی۔ حضرت اُمِّ سعدؓ کہتی ہیں کہ میں نے آپ کے کندھے پر زخم دیکھا کہ اس کی گہرائی بہت اندر تک تھی۔ میں نے ان سے پوچھا۔ یہ کس نے تمہیں زخم لگایا؟ انہوں نے کہا ابن قمیہ نے۔ آپ فرماتی ہیں کہ اسی دوران جنگ میں ابن قمیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ سوچ کر کہ اس وقت موقع ہے، آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بتاؤ کہ میں انہیں کاٹ ڈالوں (معاذ اللہ) میں اس کے سامنے کھڑی ہوگئی اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کی خاطر اس پر حملہ کر دیا۔ اس نے بھی مجھ پر تلوار سے حملہ کیا جو میرے کندھے پر لگا۔ میں نے اس پر کئی تلواریں ماریں مگر وہ دشمن خدا دو دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔ (الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۴۷۹ سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۸۳)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ میں نے دائیں بائیں جانب دیکھا کہ اُمِّ عمارہؓ ہر جانب سے میرے آگے ہو کر لڑ رہی ہیں (ایضاً)

ایک اور روایت میں ہے آپ فرماتے تھے کہ جب بھی میں نے دائیں بائیں دیکھا تو میں نے اُمِّ عمارہؓ کو یہی دیکھا کہ مشرکین کے ساتھ میری طرف سے جنگ میں مشغول ہیں۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۹۸)

حضرت اُمِّ عمارہؓ نے آپ سے گزارش کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان، میرے لئے دعا فرمائیں کہ مجھے جنت میں بھی آپ کی معیت نصیب ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ان کے لئے بلند آواز سے دعا فرمائی۔ حضرت اُمِّ عمارہؓ نے یہ سن کر کہا کہ:

اب مجھے دنیا میں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں

(۳۶) ایک اور صحابیہ کی محبت

حضرت سعدؓ بہت سیاہ فام تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اسلام کے جانثاروں میں شمار ہونے لگے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خوش ہو کر فرمایا۔ سعدؓ شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ ایسے کالے کلوٹے اور بدصورت کو لڑکی کون دے گا؟ آپؐ نے فرمایا جاؤ قبیلہ ثقیف کے سردار سے کہو کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے کہ مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دو۔ سعدؓ نے جا کر پیغام سنایا۔ سردار کو ان کی اس بات سے ذرا تامل ہوا کہ اپنی حسین وجمیل بیٹی کا رشتہ اس سے کر دوں۔ حضرت سعدؓ مایوس ہو کر واپس جانے لگے تو پردے کے پیچھے سے آواز آئی جانے والے ذرا ٹھہر جا۔ وہ ٹھہر گئے۔ پھر آواز آئی کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے میرے ساتھ نکاح کرنے کو بھیجا ہے؟ اگر یہ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے تو بسر وچشم قبول ہے، اس میں تردد کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے بعد اس سعادت مند بیٹی نے باپ کو سمجھایا کہ آپ نے بہت برا کیا آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اسلام تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور رضا جوئی کے لئے سب کچھ قربان کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہی تو محبت کا تقاضا ہے کہ اپنی ہر پیاری چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں نچھاور ہو جائے۔ چنانچہ باپ کے دل پر اس کا بہت اثر ہوا اور جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غلطی کی معافی مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی، اور بالآخر حضرت سعدؓ کی شادی عرب کے اس معزز سردار کی خوبصورت بیٹی سے ہو گئی۔

(ف) اس محبت کو ملاحظہ فرمادیں۔ یہ حقیقت ہے کہ جس سے عشق ہو اس کی

رضا جوئی بھی آدمی کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ حضراتِ صحابہؓ کرام اور صحابیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء و پسند کو ملحوظ رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے بے حد گھبراتے تھے۔

(۳۷) ایک اور خاتون کی محبت

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جلیبیبؓ کے لئے ایک انصاری لڑکی سے پیغام نکاح دیا۔ لڑکی کے والد محترم نے کہا کہ اس کی والدہ سے مشورہ کر کے جواب عرض کروں گا۔ والدہ نے جلیبیبؓ کا نام سنا تو انکار کیا۔ لیکن لڑکی نے پیغامِ نکاح سن کر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نامنظور نہیں کی جاسکتی، مجھے آپ کے حوالے کر دیجئے خدا مجھے ہرگز ضائع نہ کرے گا۔
(مسند احمد جلد ۴ صـ۴۲۲)

یہ وہ نوجوان خاتون ہیں جن کے دل میں کچھ تمنائیں ہوں گی۔ مگر جب یہ سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جلیبیبؓ کے لئے نکاح کا پیغام دیا ہے تو بخوشی منظور فرمالیا۔ اس خاتون کے دل و دماغ نے اس دعوت پر لبیک صرف اس لئے کہا کہ نکاح کا پیغام لانے کوئی اور نہیں محبوبِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی ہے جن کے اشارۂ ابرو پر ہر تمنائیں قربان کر دینا ہی ایمان کا تقاضا ہے۔

(۳۸) حضرت فاطمہؓ بنت قیس کی محبت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیات میں حضرت فاطمہؓ بنت قیس بھی تھیں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف (جو بہت دولت مند صحابی تھے) ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ بن زید کے متعلق ان سے گفتگو فرمائی تھی۔ حضرت فاطمہؓ بنت قیس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کو اپنی قسمت کا مالک بناتے ہوئے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا معاملہ آپؐ کے ہاتھ میں ہے جس سے چاہیں نکاح کر دیجئے۔

۳۹ حضرت اُمّ عطیہؓ کی محبت

صحابیات کے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت تھی اور اس کا مختلف انداز میں اظہار فرمایا کرتی تھیں۔ حضرت اُمّ عطیہؓ جو ایک صحابیہؓ تھیں جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک فرماتیں تو فرطِ محبت سے کہتیں بابا یعنی میں آپؐ پر قربان۔ (نسائی شریف جلد ۱ ص۶۹)

میں آپ پر واری ۔ میں آپ پر قربان ۔ میں آپ کے صدقے ۔ ہم نے کئی مرتبہ کہا ۔ سنا ۔ نعرے لگے ، لیکن جب عملی طور پر مظاہرے کا وقت آیا تو یہ قربانی ، یہ واری و نثار ہونا ، سب کچھ دھرا رہ گیا ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ الفاظ صرف ہماری زبانوں تک محدود ہیں ۔ لیکن صحابہ کرامؓ اور صحابیات جب فرطِ محبت میں یہ انداز اختیار فرماتیں تو ساتھ ہی اپنے عمل کے ذریعے اس کا ثبوت بھی پیش فرما دیتی تھیں ۔ اور صرف اپنی ذات نہیں بلکہ اپنا پورا خاندان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر قربان کرتے ہوئے بھی یہ ہی فرماتی تھیں کہ آپ کی ذات سلامت رہے ۔ بس ۔ کوئی پریشانی و مصیبت نہیں۔ آپ کا حکم ہو تو بدن کا ایک ایک ٹکڑا آپؐ کے لئے حاضر ہے جہاں چاہیں استعمال فرمالیں ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ایسا اخلاص اور ایسی محبت نصیب فرمائے آمین!

۴۰ نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نعت شریف اور قصیدہ مدحیہ بھی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کا ذریعہ ہے ۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

اپنے عشق و محبت کی شکل میں پیش فرماتے تھے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت پڑھنے اور لکھنے والے خاص خاص تھے جن میں حضرت حسانؓ بن ثابت کا ذکر سب سے پہلے آتا ہے۔ آپ کے علاوہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ، حضرت کعب بن زبیرؓ وغیرہ۔ حضرات صحابہ کرام نعت میں جو کچھ لکھتے وہ ان کے دل کی آواز اور مبنی بر حقیقت ہوتی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جس عشق و محبت کا اظہار کرتے تھے ان کا قول و فعل اس کی تصدیق کرتا تھا۔ برخلاف ہماری نعتوں کے کہ ان کے الفاظ ہی زیادہ تر اپنے زبانی دعاوی کے مظہر ہوتے ہیں اس لئے یہ دل کی گہرائیوں سے نہیں نکلتے، اور صرف محبت ہی کافی نہیں بلکہ تقاضائے محبت سے بھی خالی ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ اشعار انتہائی خلوص پر مبنی نہیں ہو سکتے۔ بعض دفعہ جوش عقیدت و الفت میں تعریف و توصیف کا صحیح حدود سے تجاوز ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اگر ایسی کوئی تعریف کرتا تو آپ فوراً روک دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی باتوں پر فرمایا:

لا تطروني كما اطرت النصارى عيسى ابن مريم

(جمع الفوائد جلد ۲ ص ۳۶۸)

"تم مجھ کو حد سے نہ بڑھانا جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰؑ بن مریم کو حد سے بڑھایا۔"

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا:

لا يستهوينكم الشيطان انا محمد بن عبد الله ورسوله ما احب ان ترفعوني فوق منزلتي التي انزلني الله (کنز العمال جلد ۲ ص ۱۳۲)

"لوگو! تمہیں شیطان گمراہ نہ کر دے۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں، خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تم مجھ کو میرے

اس مرتبہ سے اوپر اٹھاؤ، جہاں خدا نے مجھ کو رکھا ہے ۔
ایک موقع پر بعض بچیوں نے آپ کی شان پاک میں دف بجاتے ہوئے یہ مصرع کہا:

وفینا نبی یعلم ما فی غدٍ ہم میں ایسا نبی ہے جو کل ہونے والی باتیں جانتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً روک دیا اور فرمایا:

دعی ھذا وقولی ماکنت تقولین ۔

یہ نہ کہو، بلکہ جو پہلے کہہ رہی تھیں وہی کہو (بخاری جلد ۲ ص۷۳)

بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات شریف کے متعلق کبھی ایسے الفاظ بھی پسند نہ فرمائے جن میں غلو اور افراط کا شائبہ ہو، بلکہ اس کے متعلق آپ نے پوری پوری روک تھام دی۔ اس کے پیش نظر حضرات صحابہ کرامؓ نے حدود میں رہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نعت بیان فرمائی ہے، وہی تمام نعت خوانِ اہل اسلام کے لئے ایک صراط مستقیم ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے یہ چند قصے بطور نمونہ لکھے گئے ہیں ورنہ ہزاروں صفحات بھی ان کے حالات و واقعات بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ ان حضرات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح اور سچی محبت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے جو مقام و مرتبہ مرحمت فرمایا ہے وہاں تک کسی کی رسائی ممکن نہیں۔ انہیں خیر الامم اور شہداء علی الناس کا لقب ملا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے شرف سے مشرف ہوئے۔ یحبہم ویحبونہ (خدا ان کو پیار کرے گا اور وہ خدا کو پیار کرنے والے ہوں گے) کی بشارت ملی۔ لھم مغفرۃ ورزق کریم کا وعدہ انہی حضرات کے لئے ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو ستاروں سے تشبیہ دے کر انہی کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین فرمائی، ان کی محبت کو ایمان کا جزو قرار دیا اور ان کے ساتھ

بُغض رکھنے والوں کو اپنے ساتھ بُغض رکھنا فرمایا ؎

مہ می گوید کہ اصحابی نجوم　　　للسری قدوۃ و للطاغی رجوم

تمام آزمائشوں میں کامیاب جماعت

حضرات صحابہ کرامؓ تمام آزمائشوں میں کامیاب و سُرخرو ہوئے۔ محبت کی آزمائش، اطاعت کی آزمائش، جان کی آزمائش، مال کی آزمائش، اعزہ واقارب کی آزمائش، وطن عزیز کی آزمائش۔ ان ساری آزمائشوں میں شادکام ہونا بدوں شدّتِ محبت کے ہرگز ممکن نہیں۔ ان حضرات نے جانی و مالی جہاد کرکے بلاخوف لومۃ لائم، اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں جو سرگرمیاں دکھائی ہیں وہ ان کی شدت محبت ہی کے تو پھل پھول تھے۔ جس کی نظیر نہ دنیا پیش کر سکی ہے اور نہ کرسکتی ہے، اور یہی وہ مقام ہے جو ان کے درجات تمام مدارج ایمان وعمل میں ممتاز کر دیتا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص مقام صحابہؓ، عظمتِ صحابہؓ اور شانِ صحابہؓ کو نہ سمجھے تو یہ اس کی عقل کا فتور اور اس کی سمجھ کا قصور ہوگا ؎

آنکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا کیا قصور ہے آفتاب کا

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔ آمين بجاه النبی الكريم عليه الصلوٰة والتسليم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مطالعات وتعلیقات

(از، حافظ محمد اقبال رنگونی)

(۱) خاتم الانبیاء کی اطاعت کا دعویٰ اتباعِ صحابہؓ کے بغیر باطل ہے۔
(۲) خلفائے راشدینؓ کے افعال بھی سنت ہی ہیں۔
(۳) صحابہ کرامؓ روایت میں تائید سے مستغنی ہیں۔
(۴) صحابہ کرامؓ کی روایت پر رائے زنی سے احتیاط کرنا ضروری ہے۔
(۵) صحابہ کرامؓ کو احادیث رسول سے علیحدہ نہ کرے۔
(۶) فہم صحابہؓ کے آگے سر جھکا دینا ضروری ہے۔
(۷) کثرتِ کرامات پر اولیاء کو صحابہؓ پر ترجیح دینا کوتاہ نظری ہے۔
(۸) مشاجراتِ صحابہؓ میں ہمارا مسلک۔
(۹) صحابہ کرامؓ کی گستاخی کی سزا۔
(۱۰) برکات اسمائے صحابہ کرامؓ۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

مُطالعات وتعلیقات

(مضامینِ مفیدہ)

① خاتم الانبیاء کی اطاعت کا دعویٰ صحابہؓ کے اتباع کے بغیر باطل ہے

جاننا چاہیئے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت درحقیقت خدا ہی کی اطاعت ہے اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو خدا کی نافرمانی اور معصیت کہا جاتا ہے، جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسولؐ کی اطاعت کے بغیر بھی ہو سکتی ہے، اطاعتِ رسولؐ کوئی ضروری نہیں۔ تو قرآنِ کریم نے ان پر کفر کا حکم لگایا ہے ارشاد ہے:-

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسولہ ویقولون نومن ببعضٍ ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلاً ہ اولٰئک ھم الکٰفرون حقاً و اعتدنا للکٰفرین عذاباً مّھیناً ہ

(پ ۶، النساء ع ۲۱)

جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے درمیان میں ایک راہ، ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے کافروں کے واسطے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:-

"اللہ کا ماننا جبھی معتبر ہے کہ اپنے زمانہ کے پیغمبر کی تصدیق کرے

اور اس کا حکم ماننے، بدوں تصدیقِ نبی کے اللہ کا ماننا غلط ہے اس کا اعتبار نہیں، بلکہ ایک نبی کی تکذیب اللہ کی اور تمام رسولوں کی تکذیب سمجھی جاتی ہے،، (فوائد القرآن ص ۱۳۱)

اسی طرح یہ بات بھی جان لینی چاہیئے کہ جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت صحابۂ کرامؓ کی محبت و اطاعت کے بغیر بھی حاصل ہوسکتی ہے، وہ جھوٹ کہتے ہیں، ان کے اس دعویٰ میں ذرہ برابر بھی صداقت نہیں۔ صحابۂ کرامؓ آسمانِ ہدایت کے درخشاں ستارے ہیں، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے معیارِ حق قرار دیا ہے۔ اس لیے صحابۂ کرامؓ کا اتباع دراصل رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع ہے، ان کے اتباع کے بغیر اتباعِ رسولؐ کا دعویٰ باطل اور مبنی بر کذب ہوگا۔ سیدنا مجدد الف ثانی الشیخ احمد السرہندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:۔

"صحابۂ کرامؓ کے طریقے کی پیروی نہ کرتے ہوئے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و پیروی کا دعویٰ کرنا سراسر باطل دعوےٰ ہے بلکہ ایسی اتباع درحقیقت رسولِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عین معصیت اور نافرمانی ہے، لہٰذا صحابۂ کرامؓ سے مخالف طریقہ اختیار کرکے نجات کی مجال و گنجائش، اور نجات کا امکان کہاں ہے؟ یحسبون انہم علیٰ شیٔ الا انہم ھم الکاذبون ۔ (پ ۲۸ المجادلہ) یوں خیال کرتے ہیں کہ ہم کسی اچھی حالت میں ہیں، خوب سن لو یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں،، (مکتوب ۸۰ دفتر اول حصہ دوم ص ۲۴۷)

(۲) خلفاء راشدین کے افعال بھی سنت ہیں

یوں تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہؓ آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں مگر ان میں بھی جو خصوصیت حضرات خلفاء راشدینؓ کو حاصل ہے اس کی بات ہی اور ہے۔ ان کے مقام و مرتبہ، عظمت و منصب کا

اندازہ اسی سے لگا لیجئے کہ خلفاء راشدینؓ اگر اپنے قیاس و اجتہاد سے کام لے کر کوئی عمل کریں تو بھی از روئے ارشادِ رسولؐ سنت ہی ہے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد صحابۂ کرامؓ خصوصاً خلفاء راشدینؓ کو اس معیار پر چھوڑا تھا کہ اب انکے سارے افعال بھی سنت قرار پائیں۔ (جیسا کہ سیدنا صدیقِ اکبرؓ کا اپنے قیاس و اجتہاد سے کام لے کر مانعین و منکرینِ زکوٰۃ سے مقابلہ و مقاتلہ کرنا بھی از روئے حدیث سنت ہی تھا اور سیدنا حضرت عمرؓ کا تراویح کی نماز کو سنت بنانا بھی اسی کے مثل ہے۔ وغیرہ وغیرہ) رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ پاک میں ملاحظہ فرمائیے:۔

علیکم بسنتی وبسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔ (الحدیث)

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شرابی کو چالیس کوڑے مارے گئے، سیدنا صدیقِ اکبرؓ کے دورِ خلافت میں بھی چالیس کوڑے کی سزا کسی شرابی نے پائی، جب سیدنا عمر فاروقؓ کا دور آیا تو اس وقت ایک شرابی کو اسی (۸۰) کوڑے مارے گئے"

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ (۸۰ والی) سزا بھی سُنّت ہی ہے:۔

"جلد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین وابوبکر اربعین وعمر ثمانین وکل سنۃ" (مسلم جلد ۲ ص۷۲، مسند احمد جلد ۱ ص۸۲، المصنف لعبدالرزاق جلد ۷ ص۳۷۹)

حضرت امام حاکمؒ نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر فرمایا ہے:۔

واتمھا عثمان ثمانین وکل سنۃ۔ (معرفۃ علوم الحدیث جلد ۱ ص۳۷۹)

سیدنا حضرت عمرِ فاروقؓ کے اس فعل پر اعتراض کرنا کہ آپ نے چالیس کے بجائے اسی (۸۰) کوڑے کی سزا کیوں دی دراصل ارشادِ رسول کی مخالفت کرنا ہے۔

سیدنا حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ ارشادِ رسول بھی ملاحظہ فرمائیے :۔

روی ابو نعیم من حدیث عروبة الکندی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ستحدث بعدی اشیاء فاحبها الی ان تلزموا ما احدث عمر۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بہت سی باتیں ایجاد ہوں گی مجھے اُن میں سب سے زیادہ محبوب وہ چیز ہو گی جس کو عمرؓ نے ایجاد کیا ہو تم سب اُس کو لازم کر لینا۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح ۲۳۹، جامع العلوم والحکم ص۲۳۲)

شارح بخاری شیخ الاسلام علامہ بدر الدین العینی (م ۸۵۵ھ) بنایہ شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ :۔

سیرة عمر لاشك ان فی فعلها ثواب وفی ترکها عقاب لأن امرنا بالاقتداء بهما لقوله علیه الصلوٰة والسلام اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر فاذا کان الاقتداء بهما مامورًا به یکون واجبًا وتارك الواجب یستحق العقاب والعتاب۔

(بحوالہ فتاویٰ قیام الملة والدین ص۳۷۸)

یعنی سیدنا حضرت عمرؓ کی سیرت پر عمل کرنے میں بلاشک وشبہ ثواب ہے اور اس کے ترک کرنے میں عقاب ہے، اسی لیے رسول اکرم علیہ السلام کے اس قول مبارک "اقتدوا الخ" میں ہمیں ان کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے، جب ان دونوں کی اقتداء مامور بہ ہے تو ان کی اقتداء کرنا یقیناً واجب ہوئی اور واجب کا ترک کرنے والا عقاب وعتاب کا مستحق ہوتا ہے۔

الحاصل حضرات خلفاء راشدینؓ کے اعمال وافعال ہمارے لیے حجت اور سنت ہی ہیں اور رسولِ پاک علیہ الصلوٰة والسلام کا ارشادِ پاک علیکم بسنتی (الحدیث) ہمارے اس دعوٰی کی مؤید ہے۔ محدث کبیر علامہ تورپشتی (م ھ) اس ارشادِ رسول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :۔

واما ذکر سنتھم فی مقابلۃ سنۃ لانہٗ علم انھم لا یخطئون فیما یستخرجونہٗ ویستنبطونہٗ من سنۃ بالاجتہاد ولانہ عرف ان بعض سنۃ لا تشتھر الا فی زمانھم فاضاف الیھم لبیان ان من ذھب الی رد تلک السنۃ مخطئ فاطلق القول باتباع سنتھم سدًا للالباب۔ (الفتوحات الوھبیۃ صـ۱۹۸)	یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور ان کے طریقہ کو بھی سنت سے تعبیر فرمایا یہ اس لیے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ میرے خلفا میری سنت کو سامنے رکھ کر جو کچھ مسئلہ نکالیں گے اس میں خطا نہیں کریں گے، یا پھر اس لیے ان کے طریقہ کو سنت فرمایا کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض سنتیں خلفاء راشدینؓ کے زمانہ میں مشہور ہونے والی ہیں اس لیے پہلے ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیہ فرما دی اور سدِ باب کر دیا کہ کوئی اس پر اعتراض نہ کر سکے اور رد نہ کر سکے۔

سیدنا ملا علی القاری الحنفیؒ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

فانھم لم یعملوا الا بسنتی فالاضافۃ الیھم اما لعملھم بھا اولاستنباطھم واختیارھم ایاھا۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۴۲)	خلفاء راشدین کی طرف سنت کی نسبت اس لیے ہوئی کہ یا تو انھوں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا یا اس لیے کہ انھوں نے خود قیاس و استنباط سے کام لے کر اس کو اختیار کیا۔

سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

فی حکموہ بہ ولو باجتہادھم فھو سنۃ موافق سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یطلق علیہ البدعۃ کما یفعلہ الفرقۃ	جس چیز کے بارے میں خلفاء نے حکم جاری کیا ہے اگرچہ وہ حکم قیاس یا ان کے اجتہاد سے صادر ہوا ہو وہ سنت کے موافق ہے اور اس پر بدعت کا اطلاق ہرگز صحیح نہیں

الزائغة ۔ (لمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۱) | جیسا کہ گمراہ فرقہ کرتا ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلیؒ (ھ) بھی لکھتے ہیں:۔

والسنة هي الطريق المسلوك فيشمل ذلك التمسك بما كان عليه هو وخلفاؤه الراشدون من الاعتقادات والاعمال والاقوال وهذه هي السنة الكاملة۔

(جامع العلوم والحکم صفحہ ۲۳۰)

خلاصہ یہ کہ حضرات خلفاء راشدینؓ کے افعال بھی ہمارے لیے رہبر و رہنما کی حیثیت رکھتے ہیں، اور سُنّت ہی کے حکم میں رہے۔

۳۔ صحابہ کرامؓ روایت میں تائید سے مستغنی ہیں

علماء محدثین کے ہاں راوی کتنا ہی ثقہ کیوں نہ ہو، کثرتِ ثقات سے روایت میں اور قوت آجاتی ہے۔ مگر (رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا) صحابی چونکہ خود ایک مستقل سند ہے اس لیے اس کی کتنی ہی تائید کیوں نہ ہو، ان کی ذواتِ عادلہ تائید سے مستغنی ہیں یعنی انہیں تائید کی کوئی ضرورت نہیں۔ صحابی کا ہر قول و فعل ہمارے لیے حجت ہے۔ سیدنا ملا علی قاری الحنفیؒ (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:۔

والحاصل ان قول الصحابة حجة فيجب تقليده عندنا (مرقاۃ جلد ۳ صفحہ ۲۶۹) | حاصل یہ کہ صحابی کا قول ہمارے لیے حجت ہے اور اس کی اقتداء واجب ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:۔

لاشك ان فعل الصحابة حجة۔ (رد المختار جلد ۲ صفحہ ۲۰۷) | اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ صحابی کا فعل حجت ہی حجت ہے۔

سو جب ایک صحابی کوئی حدیث روایت کرے تو اس کی تصدیق کے لیے کسی دوسرے کے پاس جانا بالکل بے ضرورت ہے۔ صحابی کی بات خود اپنی جگہ ایسی قوی ہے کہ اسے مزید تائید کی ضرورت نہیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر اپنے

بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سُنکر مزید تسلی چاہی تھی، اس وقت سیدنا حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

اذا حدثك شيئاً سعد عن النبيّ صلى الله عليه وسلم فلا تسئل عنه غيره۔ (صحيح بخاری جلد ا صـ٦٢)

یعنی جب سعدؓ تیرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کریں تو اس کے بارے میں کسی اور سے پوچھنے کی کوئی حاجت نہیں۔

(۴) صحابۂ کرامؓ کی روایت پر رائے زنی سے بچیے

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے سوال کیا گیا کہ جب صحابۂ کرامؓ کسی مسئلہ میں خود مختلف ہوں تو اُن میں غور کرنا کہ کس کی بات درست ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں۔

اذا اختلف اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى مسئلة هل يجوز فيه ان ننظر فى اقوالهم لنعلم مع من الصواب منهم فنتبعه؟ فقال لا يجوز النظر بين اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت كيف الوجه فى ذلك؟ قال تقلد ايهم احببت۔ (جامع بيان العلم وفضله ج۲ صـ۱۰۲ از علامه ابن عبد البرؒ)

صحابۂ کرامؓ کا جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو کیا یہ جائز ہے کہ ہم ان کے اقوال کا جائزہ لیں کہ راستی کس طرف ہے کہ ہم اس کا اتباع کریں۔ آپ نے فرمایا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جائزہ لینا ہی جائز نہیں، میں نے کہا پھر ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا ان میں سے جس کی بات پسند ہو اُس کی تقلید کرلو (کیونکہ سب ہی اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم کی بشارت کے حامل ہیں)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے استاذ مکرم ہیں، آپ نے

صحابہ کرامؓ کی روایات سے تمسک کرنے میں وہی موقف اختیار فرمایا ہے جو سیدنا حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ (دیکھئے جامع بیان العلم جلد ۲ ص۸۳)

معلوم ہوا کہ یہ حضرات گرامی قدر اور امت کے جلیل القدر ائمہ صحابہ کرامؓ کے فیصلوں کو اپنے لیے حجت اور سند سمجھتے تھے اور عقیدہ رکھتے تھے کہ صحابہؓ کی بات پر امت کے کسی فرد کو رائے زنی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

علاوہ ازیں بہت سے اکابرینؒ امت نے یہی موقف اور مسلک اختیار فرمایا ہے، جو آئندہ جلد میں انشاء اللہ ملاحظہ فرمائیں گے، دو تین اقوال یہاں پیشِ نظر رکھ لیجئے۔

حدیث اور اصولِ حدیث کے مسلّمہ امام علامہ ابن صلاحؒ (۶۴۳ھ) لکھتے ہیں کہ صحابہؓ کی خصوصیت ہے کہ ان میں سے کسی کی عدالت پر سوال نہیں کیا جاسکتا (صحابہؓ سب کے سب عادل اور امت کے لیے سند ہیں)

لکونھم علی الاطلاق معدلین بنصوص الکتاب والسنۃ و اجماع من یعتد بہ فی الاجماع من الامۃ قال تعالٰی كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔

(علوم الحدیث ص۲۶۴)

یہ ایک طے شدہ مسئلہ ہے کہ قرآن وسنت کی نصوصِ قطعیہ اور ان لوگوں کے اجماع میں سے جن کا اجماع امت میں معتبر ہے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہؓ علی الاطلاق عادل تھے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔

(از افادات حضرت العلامہ خالد محمود صاحب مدظلہ)

علامہ خطیب بغدادیؒ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

"عدالتِ صحابہؓ کے موضوع پر احادیث بہت ہیں، ان سب کا تقاضا ہے کہ صحابہ کرامؓ طاہر ہوں اور قطعاً عادل اور برائیوں سے منزہ ہوں۔ اللہ تعالٰی کی ان کی عدالت پر شہادت کے بعد ــــ جو ان کے باطن سے واقف ہے ــــ کوئی صحابی عدالت کے ثبوت

میں کسی مخلوق کی تعدیل کا محتاج نہیں ہے۔"
(الکفایہ فی علوم الروایہ ص ۔/ فضائل صحابہ ط۱۶۶)

علامہ ابن اثیر جزری (۔ جم) فرماتے ہیں:۔

والصحابة يشاركون سائر الرواة فى جميع ذلك الا فى الجرح والتعديل فانهم كلهم عدول لايتطرق اليهم الجرح لان الله تعالى عزوجل ورسوله زكاهم وعدلهم وذلك مشهور لايحتاج لذكره۔
(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد۱ ص۲)

صحابہ کرام سب امور میں عام رواۃ کی صفات میں شریک ہیں مگر جرح وتعدیل میں نہیں کیونکہ وہ سب کے سب عادل ہیں ان پر جرح نہیں کی جاسکتی اسلیے کہ اللہ تعالی اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پاک صاف اور عادل فرمادیا ہے اور یہ بات اتنی مشہور ہے کہ جس کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

حضرت علامہ سبکیؒ (۷۷۱ جم) کے فیصلہ کن قول پر یہ بحث ختم کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں:۔

والقول الفصل انا نقطع بعدالتهم من غير التفات الى هذيان الهاذين وزيغ المبطلين وقد سلف اكتفاءنا فى العدالة بتزكية الواحد منا فكيف بمن زكاهم علام الغيوب الذى لايعزب عن علمه مثقال ذرة فى الارض ولا فى السماء
(بحوالہ تحریر الاصول وتقریر الاصول جلد۲ ص۲۶۰)

فیصلہ کن بات یہ ہے ہم صحابہ کی عدالت کے قطعیت کے ساتھ قائل ہیں اور ہم بکواسوں کی بکواس اور باطل پرستوں کی گمراہی کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے اور ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ ہمارے جیسے ایک آدمی کے تزکیہ کرنے سے راوی عادل سمجھا جاتا ہے تو (غور کرو) وہ لوگ کیسے عادل نہیں ہونگے جنکا تزکیہ اس علام الغیوب نے کئی آیات میں فرمایا ہے جس کے علم سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز زمین و آسمان میں پوشیدہ نہیں ہے۔

الحاصل صحابہ کرامؓ کی روایات پر رائے زنی سے احتیاط کرنی چاہیئے۔ اسی میں خیر و بھلائی ہے۔

⑤ احادیثِ رسولؐ کو صحابہؓ سے علیحدہ نہ کرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو حدیث و سُنّت کے عملی گواہ سمجھتے ہوئے اُن کی روایات کو روایاتِ نبوی ہی کے ساتھ بیان کرے۔ اور جہاں دو مختلف حدیثیں بظاہر ایک دوسرے سے ٹکراتی نظر آئیں تو اُس وقت صحابہؓ کے عمل سے فیصلہ کو ضروری جانے۔ (کیونکہ وہ ہی اس عمل کے گواہ ہیں)

سیدنا حضرت امام ابوداؤد السجستانیؒ (۲۰۵ھ ۲۷۵ھ) لکھتے ہیں:۔

اذا تنازع الخبران عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم نظر الی عمل بہ اصحابہ من بعدہ۔

(ابوداؤد شریف جلد ا ص۳۷۶ مع البذل)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف اعمال ملیں تو یہ دیکھنا ہوگا کہ آپ کے بعد آپ کے صحابہؓ نے کس جانب عمل کیا۔ (اگر کسی ایک جانب عمل کیا تو) وہ سُنّتِ باقیہ ہوگی اور دوسری جانب منسوخ یا مخصوص بالحالات سمجھی جائے گی۔

حضرت امام مالکؒ (۹۳ھ، ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:۔

اذا جاء حدیثان مختلفان عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم وبلغنا ان ابا بکر و عمر عملا باحدھما و ترکا الآخر کان فی ذٰلک دلالۃ علی ان الحق فیما عملا بہ۔

(مقدمہ اوجز المسالک شرح موطا مالک ص۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف اعمال آئیں اور ہمیں یہ معلوم ہو کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ایک جانب عمل کیا اور دوسری طرف چھوڑ دیا تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ (جس پر حضرات شیخینؓ نے عمل کیا ہے) وہی حق و سنت ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ احادیثِ رسول یا اعمالِ رسول کو صحابہ کرامؓ سے علیحدہ نہ سمجھے بلکہ ہر ہر معاملہ میں صحابۂ کرامؓ ہی کی طرف رجوع کیا جائے ۔۔۔۔۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جو روایات صحابہ کرامؓ سے آئی ہیں انہیں بھی تحریر میں لائے کیونکہ وہی دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کے گواہ ہیں، اور جو ایسا نہیں کرتا تو سمجھئے وہ بڑے نقصان میں رہا۔

حضرت صالح بن کیسانؒ کہتے ہیں کہ ۔۔۔۔ میں اور امام ابن شہاب زہریؒ (۱۲۴ھ) سماعِ حدیث اور طلبِ علم میں ساتھی تھے۔ ہم دونوں نے حدیث لکھنے کا فیصلہ کیا اور اس پر عمل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیثیں ہم تک پہنچیں ہم نے لکھیں، پھر امام زہریؒ نے کہا۔

نکتب ایضًا ما جاء عن اصحابه نقلت لا لیس بسنة فقال بل هی سنة (قال) فکتب ولم اکتب فانجح وضیعت

المصنف لعبد الرزاق جلد ۱۱ ص ۲۵۸
جامع بیان العلم جلد ۲ ص ۱۸۷

ہم وہ روایات بھی لکھیں جو صحابہؓ سے آئی ہیں میں نے کہا نہیں وہ تو سنت نہیں امام زہریؒ نے کہا کہ وہ بھی سنت ہیں، (صالحؒ کہتے ہیں کہ) زہریؒ نے تو وہ روایات لکھیں اور میں نے نہیں، تو زہریؒ کامیاب ہو گئے اور میں ناکام رہا۔

حضرت صالح بن کیسان کا یہ کہنا کہ فانجح وضیعت بتلا رہا ہے کہ وہ بھی اس موقف پر اتر آئے تھے کہ اعمالِ صحابہ سنت ہیں اور انہیں بھی حدیثِ رسول ہی کی طرح امت تک پہنچانا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان بزرگوں کے آثار کو حدیث کا سرمایہ سمجھا جائے، یہی وجہ ہے کہ محدثین عظام امام مالک، امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام طحاوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم من الائمۃ الکرام نے اپنی اپنی کتب حدیث میں احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ آثارِ صحابہ کو بھی بڑی وسیع جگہ دی ہے اور بڑی تفصیل سے ان کا ذکر فرمایا ہے اور جگہ جگہ ان کے اعمال کو بیان کیا ہے، جس سے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ صحابۂ کرامؓ

کے اعمال واقوال کی کیا اہمیت ہے۔ سو جس نے بھی ان پر عمل کیا کامیاب، اور جو بے پرواہ رہا اُس نے بڑا علم ضائع کر دیا۔

حضرت امام شعبیؒ (۱۰۳ھ) فرماتے ہیں:

ماحدثوك عن اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فخذوا به۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۳۶)

(علماء) جب تمہارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے روایت کریں تو انہیں اختیار کر لینا۔

امام اہل الشام امام اوزاعیؒ (۱۵۷ھ) نے بقیہ بن الولید کو مخاطب کر کے فرمایا:

یابقیه العلم ماجاء عن اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم ومالم یجئ عن اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم فلیس بعلم۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۲۹)

اے بقیہ علم تو وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے ملے اور جو ان سے نہیں آئے وہ علم ہی نہیں۔

لہٰذا صحابہ کرامؓ کا ادب واحترام وہی ہے جو ایک مسلمان کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ فیض کا ہو سکتا ہے۔ انہیں حضرات کے توسط سے مرکز سے رابطہ اور تعلق رہ سکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کے سُنن کے حافظ و وارث تھے۔

مات رسول الله فیها وبعده ۝ بسنته اصحابه قد تلاذبوا
وفرق سبیل العلم فی تابعیهم ۝ وکل امری منهم له فیه مذهب

(التمهید لابن عبدالبرؒ ج ا ص ۸۲)

(۶) فہم صحابہؓ کے آگے سر جھکا دینا ضروری ہے

صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی صحبت بابرکت نے اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ انہوں نے قرآن وحدیث کے معانی و مفاہیم، مطالب و مقاصد کو اچھی طرح سمجھا اور ان پر پوری طرح عمل کیا۔ اس لیے کسی ایسی چیز کو اختیار کرنا،

(جو بظاہر حسین اور صالح عمل ہی کیوں نظر نہ آوے) جو صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں فرمائیں تھیں، سنتِ مطہرہ کی خلاف ورزی ہوگی۔

خلیفۂ ارشد مجددِ اوّل سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۱۰۱ھ) نے خوب فرمایا ہے۔

لقد قرءوا منه ما قرأتم و علموا من تاویله ما جهلتم۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۷۸)

صحابۂ کرامؓ و تابعین عظام نے قرآنِ کریم کی یہ آیتیں بھی پڑھی ہیں جو تم نے پڑھیں لیکن وہ حضرات ان کی مراد کو سمجھے ہیں اور تم نہیں سمجھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس ارشاد میں اس بات کی وضاحت فرمادی کہ قرآن و سنت کے معانی و مطالب کو جس طرح صحابۂ کرامؓ نے سمجھا ہے اتنا کسی اور نے نہیں سمجھا اس لیے اگر کسی نے قرآن کریم کی کسی آیت سے وہ مطلب سمجھنے کی کوشش کی جو صحابۂ کرامؓ سے منقول نہیں تو اس کا سمجھنا جہالت پر مبنی ہوگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۱۰۱ھ) نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:۔

اعلم انه لم یبتدع الناس بدعة الا قد مضی قبلها ما هو دلیل علیها او عبرة فیها فان السنة انما سنها من قد علم ما فی خلافها من الخطا والزلل والحمق والتعمق فارض لنفسك ما رضی به القوم لانفسهم علی علم وقفوا و ببصر نافذ کفوا و هم علی کشف الامور کانوا اقوی و بفضل ما کانوا فیه اولی فان کان الهدی ما انتم

جان لو کہ لوگوں نے جو بدعات ایجاد کی ہیں اس سے قبل ہی وہ چیز گذر چکی ہے جو اس پر دلیل ہو سکتی تھی یا اس میں عبرت ہو سکتی تھی کیونکہ سنّت ان پاک نفوس کی طرف سے آئی ہے جنہوں نے اسکے خلاف خطا و لغزش، حماقت و تعمق کو غور سے دیکھ لیا تھا اور اس کو اختیار نہ کیا اس لیے تُو بھی صرف اسی چیز پر راضی رہ جس پر قوم (یعنی صحابۂ کرامؓ) راضی رہ چکی ہے کیونکہ انہوں نے علم پر اطلاع پائی اور دُور رس نگاہ سے دیکھ کر بدعت سے اجتناب کیا اور البتہ وہ معاملات کی تہہ تک پہنچنے پر قوی تھے اور جس حالت پر وہ تھے وہ افضل تر حالت تھی

علیہ لقد سبقتموھم الیہ (ابوداؤد شریف ج۲ ص۲۷۷)	سواگر ہدایت وہ ہے جس پر تم گامزن ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ان سے فضیلت میں بڑھ گئے ہو۔ (اور یہ ناممکن ہے اور ایسا دعوے حماقت اور باطل ہے)

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

"اھلِ بدعت کے مختلف گروہوں نے باطل اعتقادات قائم کر لیے اور قرآنِ کریم سے اپنی باطل آراء پر استدلال کر کے اپنی مرضی پر اس کو ڈھال لیا حالانکہ صحابہ کرامؓ اور تابعین میں ان کا کوئی بھی پیش رو نہیں، نہ رائے میں اور نہ تفسیر میں"

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:۔

"حاصل کلام یہ کہ جس نے صحابہ کرامؓ اور تابعین کے مذاہب اور ان کی تفسیر سے اعراض کیا اور اس کے خلاف کو اختیار کیا تو وہ شخص خطا کار بلکہ مبتدع ہوگا کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین قرآنِ کریم کی تفسیر اور اس کے معانی کو زیادہ جانتے تھے جیسا کہ وہ اس حق کو زیادہ جانتے تھے جو اللہ نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ بھیجا تھا" (الاتقان جلد۲ ص۱۷۸ مصر، المنہاج الواضح ص۱۴۶)

سیدنا مجدد الف ثانی الشیخ احمد السرہندی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ) نے بہت کھل کر یہ بات لکھی ہے کہ:۔

"ہمارا تمہارا سمجھنا جبکہ ان بزرگواروں کی سمجھ کے موافق نہ ہو درجۂ اعتبار سے ساقط ہے، کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب وسنت سے سمجھتا ہے اور ان ہی سے لیتا ہے حالانکہ اس کا سمجھنا کسی چیز سے کفایت نہیں کر سکتا" (مکتوبات شریف جلد۱ ص۲۷۹ مکتوب ص۱۵۸)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

"(میزان در معرفت حق و باطل فہم صحابہ و تابعین است) حق و باطل کے سمجھنے کے لیے میزان اور معیار صحابۂ کرامؓ کا فہم ہے، جو کچھ اس جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے حالی اور مقالی قرائن کے انضمام کے ساتھ سمجھا ہے جب کہ اس فہم میں خطاء ظاہر نہ کی گئی ہو تو وہ فہم واجب القبول ہے"

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اگر قرن اول کے خلاف کسی بدعتی نے کوئی مفہوم لیا تھا اس کی بدعت کو ملاحظہ کرنا ہوگا، اگر اس کا متعین کردہ مفہوم کسی قطعی دلیل مثلاً نصوص متواترہ اور اجماعِ قطعی کے خلاف ہے تو ایسے بدعتی کو کافر شمار کرنا چاہیئے اور اگر یہ مخالفت ظنی دلائل کی ہے جو یقین کے قریب ہیں مثلاً اخبارہ مشہور اور اجماع عرفی تو پھر ایسے بدعتی کو گمراہ سمجھنا چاہیئے کافر نہیں"

(فتاویٰ عزیزی جلد ا ص ۱۵۶)

ان حوالہ جات سے چند امور نہایت وضاحت سے ثابت ہوتے ہیں، (۱) یہ قرآن و حدیث کا صحیح مفہوم وہی معتبر اور حجت مانا جائے گا جو حضرات صحابۂ کرامؓ اور تابعین عظام سے منقول ہوگا اور جو تفسیر و تشریح فہم صحابہؓ کے مخالف ہوگی اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی، بلکہ اگر وہ مفہوم دلائلِ قطعیہ کے خلاف ہوگا تو کفر شمار ہوگا اور دلائل ظنی کے خلاف ہوگا تو اس کا نام بدعت اور گمراہی ہوگا۔ (۲) ہر باطل گروہ اپنے اپنے قیاس و اجتہاد سے کوئی بات نکالتا ہے اور اس کو قرآن و حدیث کی طرف منسوب کر دیتا ہے اس صورت میں ان کے قیاس و اجتہاد کو اگر صحابہؓ کے فہم کی تائید و حمایت حاصل ہے تو قابلِ قبول ورنہ قابلِ رد اور درجہ اعتبار سے ساقط ہوگا اس کی کوئی حقیقت نہ ہوگی۔ (۳) جن چیزوں کو آج معیارِ عشقِ خدا و رسول بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور ان چیزوں پر صحابۂ کرامؓ نے عمل کیا ہو تو ٹھیک، ورنہ یہ کہا جائے گا کہ دین کی یہ اہم بات اُس دور میں بھی ہو سکتی تھی اور آج کی بہ نسبت اُس دور میں اس کی ضرورت بھی شدید تھی، مگر چوں کہ

صحابہ کرامؓ نے اس پر باوجودیکہ فہم قرآن وسنت کے ماہر و عامل تھے عمل نہ کیا اس لیے اس پر عمل نہ کیا جائے گا، ورنہ یہ نتیجہ نکلے گا کہ صحابۂ کرامؓ فہم قرآن وحدیث سے کورے تھے (معاذ اللہ) اور یہ چیز عقلاً و نقلاً باطل ہے۔

الحاصل فہم صحابہؓ کے سامنے اپنے سر کو جھکا دینا ہی صراطِ مستقیم ہے اور اسی میں خیر اور بھلائی ہے۔

⑦ کثرتِ کرامات پر اولیاء کو صحابہ پر ترجیح دینا کوتاہ نظری ہے

دورِ حاضر میں کچھ غالی قسم کے لوگوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے کہ اولیاء کرام سے اتنی کرامات اور اتنے خوارق ظہور پذیر ہوئے جس کا عشر عشیر بھی صحابۂ کرامؓ سے صادر نہیں ہوا، اس لیے ولیوں کا درجہ صحابہؓ سے افضل ہونا چاہیئے۔

الجواب: سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس شبہ کا جواب مرحمت فرماتے ہیں کہ:۔

> "خرق عادات کا ظاہر ہونا ارکانِ ولایت میں سے نہیں ہے اور نہ ہی اس کے شرائط میں سے ہے، برخلاف معجزۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ کہ مقامِ نبوت کے شرائط میں سے ہے لیکن خوارق کا ظہور جو اولیاء اللہ سے شائع وظاہر ہے بہت کم ہے جو خلافِ واقع ہو مگر (یاد رکھو) خوارق کا کثرت سے ظاہر ہونا افضل ہونے پر دلالت نہیں کرتا، وہاں تو قربِ الٰہی کے درجات کے اعتبار سے فضیلت حاصل ہے، ممکن ہے کہ ولیِ اقرب سے بہت کم خوارق ظاہر ہوں اور ولیِ بعید سے بہت زیادہ ...... اور وہ خوارق جو اس امت کے بعض اولیاء سے ظاہر ہوئے اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان کا دسواں حصہ بھی ظہور میں نہ آیا، حالانکہ اولیاء میں سے افضل ولی ایک ادنیٰ صحابی کے درجہ کو نہیں پا سکتا۔ خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری ہے اور تقلیدی استعداد کے کم ہونے پر دلالت کرتا ہے" (مکتوبات دفتر اول ص۲۴۲)

⑧ مشاجراتِ صحابہؓ میں ہمارا مسلک

اعدائے اسلام جن پہلوؤں سے مسلمان عوام کو ورغلاتے اور گمراہ کرتے ہیں اُن میں سے ایک مسئلہ مشاجرات ومحاربات صحابۂ کرامؓ بھی ہے جو سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کے عہدِ خلافت میں ظہور پذیر ہوا۔ سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب اور پھر دوہری قرابت، اور آپ کے فضائل ومناقب کی بنا پر ہر مسلمان کو جو آپ سے محبت وعقیدت ہوسکتی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ اعدائے صحابہؓ اسی راہ سے اَن پڑھ اور ناواقف مسلمانوں کے دلوں میں اُترتے ہیں اور اس مسئلہ کو اس قدر حاشیہ آرائی اور مبالغہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ عوام کا ذہن اچانک غلط راہ پر چل پڑتا ہے اور یوں آہستہ آہستہ صحابۂ کرامؓ کے خلاف ایک نئی راہ ہموار کرتا ہے، پھر صحابۂ کرامؓ سے بدگمانی کو راہ ملتی ہے اور یہی بدگمانی بدگوئی تک پہنچا دیتی ہے۔ (العیاذ باللہ)

آپ نے اس کتاب میں حضرات اکابرینؒ کے ارشاداتِ عالیہ اس سلسلے میں ملاحظہ کیے جن سے آپ نے معلوم کرلیا ہوگا کہ اکابرینِ ملتؒ نے مشاجراتِ صحابہؓ کے مسئلے میں اپنی زبان کو بند رکھنے اور خاموش رہنے کو اسلم طریق قرار دیا ہے اور اس میں بحث و مباحثہ کو خطرۂ ایمان بتلایا۔

لہٰذا بجائے اس کے کہ ہم مشاجرات واختلافاتِ صحابہؓ کو اُچھال اُچھال کر اور چُن چُن کر عوام کو گمراہ کریں، ان نفوسِ قدسیہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی ترغیب دیں کہ یہی سلامتی کی راہ ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان واقعات کے پیش آنے سے پہلے ہی اس مقدس گروہ کے قلوب اور ان کی نیتوں کا پورا پورا علم تھا اور سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود قرآن کریم میں ان ہی کے رضی اللہ عنہم کا مژدۂ جانفزا سنایا اور ان کے لیے ابدی جنت کا اعلان فرمایا، ان کے ایمان کو کامیاب بتلایا۔ جب خدا تعالیٰ نے ان کو پاک صاف، عادل، مقتدا کا فیصلہ نافذ کردیا تو ہمیں اور آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کو قصوروار ٹھہرا کر ان کے عیوب و نقائص بیان کریں، ان پر نکتہ چینی کریں، ان پر طنز وتشنیع کے نشتر چلائیں۔

اکابرینِ ملتؒ کے ارشادات اس مسئلے پر شاہد ہیں۔ سیدنا مجدد الف ثانی الشیخ احمد السرہندیؒ کی فیصلہ کن بات ملاحظہ فرمائیے :۔

"اہل سنت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزاعات واختلافات کو اچھے محامل پر محمول کرتے ہیں اور خواہش نفسانی وتعصب سے دور سمجھتے ہیں کیونکہ یہ حضرات خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے اثر سے ان کے نفوس صاف ہو گئے تھے اور ان کے قلوب عداوتوں اور کینوں سے قطعی پاک۔ بیش ازیں نیست کہ ان میں سے ہر ایک کی ایک رائے تھی اور اپنا اپنا اجتہاد۔ معلوم ہے کہ ہر مجتہد پر اپنے اجتہاد اور صوابدید کے مطابق عمل کرنا واجب ہے۔ پس اختلاف آراء کی وجہ سے یہ مخالفت اور منازعت ناگزیر ہوئی اور ہر ایک نے اپنی رائے کے مطابق عمل کرنا ضروری سمجھا لہٰذا ان کی یہ مخالفت رائے حق کی موافقت کے رنگ میں تھی نہ کہ نفسانی خواہشات کے تحت۔" (مکتوبات دفتر دوم ۳۶)

صحابۂ کرامؓ کے مشاجرات کے متعلق اس قسم کے مضامین مکتوبات شریف میں بکثرت ملتے ہیں جن کے مطالعہ کے بعد کوئی صحیح الایمان ان بزرگوں کی طرف سے کبھی بدگمانی نہیں کرسکتا۔ اکابرینِ ملت بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد بھی صحابہ کرامؓ امت کے لیے اسی طرح عادل ومقتدا ہیں جس طرح اس واقعہ سے پہلے تھے اگر خدانخواستہ ان حضرات کی ذواتِ عادلہ مقتداء بننے کے لیے لائق نہ ہوتی تو نہ قرآنِ کریم انہیں اس طرح آئینۂ عظمت میں اتارتا اور نہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس شان سے سرفراز فرماتے ـــــ فافھم وتدبر یا اولی الابصار۔

⑨ صحابۂ کرام کی گستاخی کی سزا

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک پہنچنے کے لیے صحابۂ کرامؓ واسطے ہیں اور دینِ حنیف کے امین ہیں، جس شخص کو بھی قرآن وحدیث ملا صحابۂ کرامؓ ہی کے واسطے سے ملا ہے۔ اب جو شخص صحابۂ کرامؓ کو برا بھلا کہے یا گالیاں دے، چونکہ اس نے دین کے ایک

اہم ستون کو ڈھانے کی کوشش کی اور لوگوں میں دین سے بے اعتمادی و بے اعتباری پیدا کرنے پیدا کرنے کی سازش کی، اس لیے حکم یہ ہے کہ ایسے شخص کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ چنانچہ ہر زمانہ میں عظمتِ صحابہؓ کے عقیدہ کا تحفظ کیا گیا اور صحابۂ کرامؓ کو برا بھلا کہنے والے کو سزا دی گئی، سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

"جس نے مجھے گالی دی اسے قتل کر دو اور جس نے میرے صحابہؓ کو برا کہا اسے مارو" (شرح الشفاء جلد ۴ ص ۴۰۶)

حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ذرہ برابر بھی گستاخی کی اس کی سزا قتل ہے اور جس نے صحابۂ کرامؓ کی گستاخی کی اُس کی سزا دُرّے ہے، ایسے شخص کی اچھی طرح سرزنش کرنی چاہیئے تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو کیونکہ قرآن کریم میں ان کے فضائل، ان کا اعلیٰ ایمان، ان کا جنتی ہونا، ان کا پاک وصاف ہونا اور ان سے خدا کا راضی ہونا وغیرہ سب کچھ وضاحت سے موجود ہے اور اس کا انکار کسی مومن کا کام نہیں، اسی لیے اکابرینِ امت نے ایسے شخص کی سزا متعین کر دی ہے۔ علامہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:۔

فمن طعن فیہم فھو ملحد منابذ للاسلام دواءہ السیف ان لم یتب۔ (اصول سرخسی جلد ۲ ص ۱۳۴)

یعنی جس نے صحابۂ کرام کو مطعون کیا وہ ملحد ہے، اسلام کو پس پشت ڈالنے والا ہے اگر وہ (اپنی اس حرکت سے) توبہ نہ کرے تو اس کا علاج تلوار ہی ہے۔

علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ "والا فبدعۃ وفسق" کے تحت لکھتے ہیں:۔

"صحابہ کو گالی دینے والے کے حکم سے متعلق فقہاء (احناف) کا اختلاف ہے۔ بعض کا فتویٰ ہے کہ شیخین کو گالی دینے والے کو حد میں قتل کیا جائے۔ (اگر وہ توبہ کرے تو) اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ بعض علماء نے کہا کہ کافر ہونے کی وجہ سے (ارتداداً) قتل کر دیا جائے تو (اس صورت میں) اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

بعض کا فتویٰ ہے کہ اس کو قتل نہ کیا جائے بلکہ اسے سنگین سزا دی جائے اور شیخینؓ کے سوا اور صحابہ کو گالی دینے والے کو قاضی اپنی مرضی کے مطابق سزا دے گا۔" (نبراس صنٓ۵۵)

دیگر ابحاث سے قطع نظر یہ بات تو مسلّم ہوگئی کہ حضرات صحابۂ کرامؓ کو برا کہنے والا سخت سزا کا مستحق ہے، اور اس کی اچھی طرح سرزنش کرنی چاہیئے۔

(نوٹ) علماءِ اہلِ سنت کے ساتھ ساتھ شیعہ علماء کو بھی اس سے اتفاق ہے۔ ان کی مستند و معتبر کتاب "جامع اخبار" میں ہے:۔

قال النبیؐ من سبّنی فاقتلوہ ومن سبّ اصحابی فاجلدوہ۔

(بحوالہ آیاتِ بیّنات جلد ۱ صـ۱۰۳)

حضرت زین العابدین کے صاحبزادے حضرت زید (رحمہم اللہ) فرماتے ہیں:۔

من سبّ نبیّاً قتل ومن سبّ صاحب نبی ـــ جلد۔

(مسند الامام زید صـ۲۹۵ طبع بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ فریقین کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ اصحابِ رسولؐ کی گستاخی بہت بڑا جرم اور اس کے مرتکب کو سخت سزا دی جائے گی۔

⑩ برکاتِ اسمائے صحابہؓ

حضرات صحابۂ کرامؓ کے اسمائے گرامی میں کئی برکات و انوارات ہیں، ان کے ناموں پر اپنے بچوں کا نام رکھنا باعثِ برکت ہوتا ہے۔ بہت سے صحابہؓ کے نام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلے اور بہت سے نومولود کے اسماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے ہیں۔ ان میں خصوصیت سے حضرات بدریینؓ کے جو اسماء گرامی ہیں وہ تو بہت ہی مبارک ہیں۔ حضرات اکابرینؒ نے اس سلسلے میں مستقل تصانیف فرمائی ہیں اور بتلایا ہے کہ غزوۂ بدر میں جن صحابۂ کرامؓ نے شرکت فرمائی ان کے اسماء پڑھ کر جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ اور علماء و مشائخ کا کہنا ہے کہ مصائب و حوادث سے نجات حاصل کرنے کے لیے جب بھی اس کو پڑھا گیا ہمیشہ کامیابی نصیب ہوئی۔ علامہ دوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

"ہم نے مشائخ حدیث سے سُنا ہے کہ بخاری میں مذکور بدریین کا ذکر کرتے وقت جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے ہم نے بارہا اس کا تجربہ کیا ہے"۔ (زرقانی شرح مواہب ص ۴۰۹)

فخر المحدثین حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ علامہ دمیریؒ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:۔

"اگر مندرجہ ذیل اسمائے مبارک کسی کاغذ پر لکھ کر غلے میں رکھ دیے جائیں تو غلے کو کیڑا نہ لگے گا۔ انشاء اللہ (اور وہ یہ ہیں) عبیدہ، عروہ، قاسم، سعید، ابوبکر، سلیمان، خارجہ رضی اللہ عنہم"۔ (العرف الشذی ص ۲۶)

(نوٹ) اسماء گرامی کی برکات کے سلسلے میں یہ بات ذہن نشین رکھیئے کہ لاپرواہی و کوتاہی سے ہرگز نہ پڑھا جائے بلکہ صحیح ایقان کے ساتھ ہو۔ کئی لوگ برکات سے اس لیے محروم رہتے ہیں کہ ان کا ایقان صحیح نہیں ہوتا۔

من اذیٰ لی ولیًّا فقد اذنته بالحرب

(حدیث قدسی)

صحابہ کرامؓ کی گستاخی کا

عبرتناک انجام

از: حافظ محمد اقبال رنگونی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبرتناک واقعات

(۱) منقول ہے کہ :-
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا جنازہ لایا گیا آپ نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھائی اور فرمایا کہ یہ شخص حضرت عثمان سے بغض و عداوت رکھتا ہے اس پر حق تعالےٰ بھی اس سے برأت کا اظہار فرماتا ہے۔
(شفاء قاضی عیاض رح ص۲/۸۰۱ مدارج النبوہ جلد ا ص۵۵۵، البدایہ والنہایہ جلد ، ص۲۲۲)

(۲) شیخ شمس الدین صوابؒ (جو خادم حرم نبوی کے رئیس تھے) فرماتے ہیں کہ میرے ایک رفیق جو امیر کے یہاں بہت کثرت سے آتے جاتے تھے اور مجھے بھی جس قسم کے کام پیش آتے انہیں کے ذریعے امیر تک پہنچاتا تھا ایک دن وہ رفیق میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آج بڑا سخت حادثہ پیش آگیا میں نے کہا کیا ہوا کہنے لگے کہ حلب کے رہنے والوں کی ایک جماعت امیر کے پاس آئی ہے اور بہت سا مال رشوت کا امیر کو اس لیے دیا گیا کہ وہ حضرات شیخین (حضرت ابو بکر اور حضرت عمر) رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے مبارک اجسام کو یہاں سے لے جانے پر مدد دے۔ امیر نے اس کو قبول کرلیا ہے۔
شیخ صوابؒ فرماتے ہیں کہ یہ خبر سن کر میرے رنج کی انتہا نہ رہی میں انتہائی فکر میں تھا کہ امیر کا قاصد مجھے بلانے لگے میں وہاں گیا امیر نے مجھ سے کہا کہ آج رات کو کچھ لوگ مسجد میں آئیں گے تم ان سے تعرض نہ کرنا اور وہ جو کچھ کریں ان کو کرنے دینا تم کسی بات میں دخل نہ دینا میں چلا آیا مگر سارا دن حجرہ شریفہ کے پیچھے بیٹھے روتے ہوئے گذر گیا ایک منٹ کو آنسو نہ تھمتا تھا اور کسی کو خبر نہ تھی کہ مجھ پر کیا

گذر رہی ہے۔ آخر نماز عشاء کی فراغت پر جب سب لوگ چلے گئے اور رہم نے کواڑ بند کر لیے تو باب السلام سے لوگوں نے دروازہ کھلوا کر اندر آنا شروع کیا میں ان کو ایک ایک کر کے چپکے چپکے گن رہا تھا چالیس آدمی اندر داخل ہوئے ان کے ساتھ پھاوڑے (کدال) اور ٹوکریاں اور زمین کھودنے کے بہت سے آلات تھے وہ اندر داخل ہوئے حجرہ شریف کی طرف کو چلے۔ خدا کی قسم منبر تک بھی نہ پہنچے تھے کہ ایک دم ان کو مع ان کے سارے سازو سامان کے زمین نگل گئی اور نشان تک بھی پیدا نہ ہوا امیر نے بہت دیر تک ان کا انتظار کیا آخر مجھے بلا کر پوچھا کہ صواب! وہ لوگ ابھی تک تمہارے یہاں نہیں پہنچے میں نے کہا ہاں آئے تھے اور یہ قصہ ان کے ساتھ گذرا۔

(وفاء الوفاء جلد اول، فضائل حج ص۱۴۲)

نوٹ:۔ اس سے ملتا جلتا واقعہ امامیہ کے مشہور جغرافیہ داں حمد اللہ مستوفی نے نزہتہ القلوب طبع ہالینڈ کے ص۱۳ پر کیا ہے۔

(۳) محمد بن علی کا بیان ہے کہ ہم مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص کھڑا ہوا جس کا آدھا منہ کالا اور آدھا سفید تھا وہ کہنے لگا لوگو! مجھ سے عبرت پکڑو میں شیخین رض کو برا کہا کرتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی نے آکر میرے منہ پر طمانچہ مارا اور مجھ سے کہا۔ اسے بے دین! کیا تو شیخین کو گالیاں دینے والا نہیں؟ بیدار ہوا تو میرا آدھا منہ کالا تھا جو اب تک کالا ہے۔ (کتاب الروح از علامہ ابن قیم)

(۴) بعض سلف کا بیان ہے کہ میرا ایک ہمسایہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالیاں دیا کرتا تھا ایک دن اس نے بہت کچھ گالیاں دیں میری اور اس کی ہاتھا پائی ہو گئی آخر میں گھر سے رنج میں لدا ہوا گھر پہنچا اور اسی شدت رنج میں کھانا تک نہ کھایا اور لیٹ گیا۔ رات کو خواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی میں نے آپ سے شکایت کی کہ فلاں شخص آپ کے اصحاب کو گالیاں دیتا ہے پوچھا کس کو! میں نے کہا کہ شیخین رض کو۔ آپ نے مجھے چھری دی کہ اس سے اسے ذبح کر دو۔ چنانچہ میں نے چھری لے کر اور اسے لٹا کر خواب ہی میں ذبح کر دیا۔ میرا ہاتھ خون سے بھر گیا میں

نے چھری زمین پر ڈالدی اور زمین سے ہاتھ پونچھنے لگا کہ آنکھ کھل گئی میں نے اس شخص کے گھر سے رونے کی آواز سنی میں نے سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ فلاں شخص اچانک فوت ہوگیا۔ (کتاب الروح بحوالہ کتاب البستان للقیروانی ص۲۰۶)

⑤ ایک قریشی شیخ کا بیان ہے کہ میں نے شام میں ایک شخص کو دیکھا کہ جس کا آدھا چہرہ سیاہ ہے اور وہ چھپائے رکھتا تھا میں نے اس کی وجہ پوچھی تو بولا کہ میں نے اللہ سے یہ عہد کرلیا تھا کہ مجھ سے اس کے بارے میں جو بھی دریافت کرے گا اس کو حقیقت بتلادوں گا بات یہ ہے کہ میں سیدنا علی کو بہت برا بھلا کہتا تھا ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کسی نے کہا کیا تو ہی مجھے برا کہتا ہے اور اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا صبح کو اٹھا تو دیکھتا ہوں کہ جہاں طمانچہ لگا تھا وہ جگہ سیاہ پڑگئی تھی اور اب تک سیاہ ہے۔ (ایضاً بحوالہ کتاب المناجات ص۲۰۷ لابن ابی الدنیا)

⑥ مسجد نبوی کے امام شیخ ابوالحسن مطلبیؒ کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً) میں ایک مرتبہ نہایت حیرت انگیز بات دیکھی کہ ایک شخص شیخین کو برا کہتا اور گالیاں دیتا تھا۔ ایک دن میں نے اس کو دیکھا کہ اس کی آنکھیں نکل کر رخساروں پر آگئیں۔ ہم لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت علی آپ کے سامنے ہیں اور شیخین بھی موجود ہیں۔ اتنے میں شیخین نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص ہمیں گالیاں دیتا ہے اور ایذا پہنچاتا ہے آپ نے مجھ سے پوچھا ابوالقیس تم کو گالیاں کس نے بتائیں! میں نے حضرت علی کی طرف اشارہ کیا کہ انھوں نے (معاذ اللہ) یہ سن کر حضرت علیؓ نے اپنی دو انگلیوں سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تیری یہ آنکھیں پھوڑ دے جب میری آنکھ کھلی تو یہ حشر ہوا جو آپ کے سامنے ہے۔ (شیخ فرماتے ہیں) کہ یہ شخص رو رو کر توبہ کر رہا تھا۔ (ایضاً ص۲۰۹)

⑦ محمد بن عبداللہ مہلبی کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک چبوترے پر کھڑا ہوں اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹیلہ پر رونق افروز ہیں آپ کے ہمراہ شیخین

بھی ہیں اور سامنے ایک شخص جو عمانی تھا کھڑا ہے جو گالیاں بہت دیتا تھا۔ اتنے
میں حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ شخص ہمیں گالیاں دیتا
ہے آپؐ نے فرمایا اسے یہاں لاؤ جب وہ سامنے لایا گیا تو آپؐ نے اسے قتل
کر دینے کا حکم دیا اور اس نے چیخنا شروع کر دیا اس کی چیخ سے میری آنکھ کھل
گئی میں نے سوچا کہ جا کر اس کو یہ خواب سنا دوں تاکہ وہ توبہ کرے جب میں اس کے
گھر پہنچا تو رونے کی آواز سنی پوچھنے پر پتہ چلا کہ کل رات کسی نے اس کو اسی چارپائی پر
ہی ذبح کر دیا۔ (ایضاً ص۲۰۸)

(۸) شیخ ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھے ایک میت کو غسل دینے کے لیے بلایا گیا جب میں
نے اس کے منہ سے چادر ہٹائی تو ایک موٹا سانپ اس کی گردن پر لپٹا ہوا دیکھا آخر میں
اسے غسل دیئے بغیر چلا آیا لوگ اس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ یہ شخص صحابہ کرام کو
بہت گالیاں دیا کرتا تھا۔

(کتاب الروح لابن القیم ص۱۳۳ و شرح الصدور للسیوطی ص۹۶)

(۹) حضرت عبدالرحمٰن بن محاربی کہتے ہیں کہ ایک شخص کی وفات کے وقت لوگوں نے
اسے لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کی تو اس نے کہا کہ میں نہیں پڑھ سکتا کیونکہ میں اس قوم
کے ساتھ رہا کرتا تھا جو مجھے حکم کرتی تھی کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کو گالیاں دو (چنانچہ
میں ایسا کرتا تھا اس لیے آج یہ انجام ہوا)۔ (شرح الصدور ص۲۸)

(۱۰) زواجر میں کمال بن قدیم سے تاریخ حلب سے حکایت نقل کی ہے کہ جب
ابن منیر (شیعی) مر گیا تو نوجوانان حلب کی ایک جماعت سیر کرنے کو بیرون شہر نکلی ان
میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ سنا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ پر تبرا کرنے
والوں میں سے جو کوئی مرتا ہے تو حق تعالےٰ اسکو قبر کے اندر خنزیر کی صورت میں مسخ کر دیتا
ہے اور اس میں شک نہیں کہ ابن منیر تبرائی تھا پس سب اس رائے پر متفق کہ اس کی
قبر پر چل کر دیکھنا چاہیئے چنانچہ وہاں پہنچے اور قبر کھود کر دیکھا تو اس کی صورت خنزیر
کی صورت کی ہے اور اس کا منہ قبلہ کی طرف سے پھرا ہوا ہے انہوں نے اس کو

باہر نکال کر قبر کے کنارے ڈال دیا تاکہ لوگ اس کا مشاہدہ کریں۔ اس کے بعد ان کی رائے ہوئی کہ اس کو جلا دیا جائے چنانچہ اس کو آگ میں جلا کر پھر قبر میں دھکیل دیا اور اوپر سے مٹی ڈال کر چلے آئے۔ (البصائر فی تذکیر العشائر ص۵)

(۱۱) حضرت عامر بن سعدؓ کہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ چلے جا رہے تھے، اچانک ایک آدمی گزرا اور وہ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ تو ان حضرات کو برا کہتا ہے حالانکہ ان کے لئے اللہ پاک کی جانب سے بہت کچھ فضائل آچکے ہیں، خدا کی قسم! یا تو تو ان کی دشنام طرازی سے رک جا ورنہ میں اللہ عزوجل سے تیرے لئے بددعا کروں گا۔ اس نے کہا یہ مجھے اس طرح ڈرا رہا ہے جیسے کہ یہ نبی ہو۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اے میرے اللہ! اگر یہ ان حضرات کو برا بھلا کہتا ہے جن کے لئے تیری جانب سے پہلے ہی فضائل و انعامات نازل ہو چکے ہیں، تو اسے ایسی سزا دے جو اوروں کے لئے باعث عبرت ہو جائے۔ اتنے میں ایک بختی اونٹ آیا، لوگ اسے دیکھ کر ہٹ گئے اور وہ اسے چارہ کی طرح چاب گیا، تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ حضرت سعدؓ کے پیچھے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے ابواسحاق! اللہ پاک نے تمہاری دعا قبول کر لی ــ حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اس آدمی کو مار ڈالا تو حضرت سعدؓ نے ایک غلام آزاد کیا اور قسم کھائی کہ اب کسی کو بددعا نہ دیں گے۔ (حیاۃ الصحابہ ص۵۵ حصہ ۲)

(۱۲) حضرت قیس بن ابی حازمؒ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا اور میں بازار میں گشت کر رہا تھا، میں احجار زیت تک پہنچا، میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک سوار کے گرداگرد جمع ہیں، وہ اپنی سواری پر سوار حضرت علیؓ کو سب و شتم کر رہا تھا اور لوگ اس کے ارد گرد کھڑے ہوئے تھے۔ حسن اتفاق سے سامنے سے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص آئے اور لوگوں کے پاس کھڑے ہوئے، اور لوگوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ شخص حضرت علیؓ کو برا کہہ رہا ہے۔ حضرت سعدؓ آگے بڑھے، لوگوں نے انہیں جگہ دی، اور انہوں نے اس

کے پاس کھڑے ہو کر کہا۔ اے شخص! تو کس لئے حضرت علیؓ کو برا کہتا ہے؟ کیا وہ پہلے آدمی نہیں جو اسلام لائے؟ کیا یہ وہ پہلے آدمی نہیں جنہوں نے شروع میں حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھی؟ کیا یہ تمام لوگوں میں سے زیادہ زاہد نہیں؟ کیا یہ تمام لوگوں میں سے زیادہ عالم نہیں؟ اسی طرح کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کیا یہ حضورؐ کے داماد نہیں؟ کیا یہ حضورؐ کے غزوات میں آپؐ کا جھنڈا اٹھانے والے نہیں؟ اس کے بعد قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا اے میرے اللہ! یہ شخص تیرے اولیاء میں سے ایک ولی کو برا کہتا ہے پس یہ مجمع جدا نہ ہونے پائے کہ تو انہیں اپنی قدرت دکھا دے۔ حضرت قیسؒ کہتے ہیں پس خدا کی قسم! ابھی ہم وہاں سے جدا نہیں ہوئے تھے کہ اس کی سواری اس کو لے کر دھنس گئی اور یہ سر کے بل انہیں پتھروں پر گرا اور اس کا بھیجا پھٹ گیا اور مرگیا۔ (ایضاً)

(۱۳) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جہجاہ غفاری حضرت عثمانؓ کی طرف لپکا اور حضرت عثمان منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ عصا آپ کے ہاتھ سے چھینا اور اس عصا سے آپ کے گھٹنے پر مارا اور آپ کا گھٹنا پھوڑ دیا اور عصا ٹوٹ گیا۔ جہجاہ پر ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا کہ اللہ پاک نے اس کے ہاتھ میں آکلہ (کینسر) کی بیماری کر دی جس سے یہ مرگیا۔ ایک روایت میں ہے راوی کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی طرف جہجاہ بن سعید غفاری لپکا اور ان کے ہاتھ سے عصا لے لیا اور اس کو حضرت عثمانؓ کے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا، لوگ جہجاہ پر چلائے اور حضرت عثمانؓ منبر سے اترے اور اپنے گھر میں داخل ہوگئے، اور اللہ نے اس غفاری کے گھٹنے میں بیماری لگا دی۔ اس پر ایک سال نہیں گزرا تھا کہ وہ مرگیا۔ (انتہی مختصراً)

(۱۴) عبد الملک بن عمیر نے بیان کیا کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے پاس آیا اور اس نے (بطور طنز) کہا:

نقاتل حتی ینزل اللہ نصرہ ﴿۱﴾ وسعد بباب القادسیۃ معصم

فابنا وقدامت نساء کثیرۃ ﴿۲﴾ ونسوۃ سعد لیس فیھن ایم

۱۔ ہم لڑتے ہیں یہاں تک کہ اللہ اپنی مدد اتارتا ہے۔ اور حضرت سعدؓ قادسیہ کے دروازہ پر بڑے آرام سے ہیں۔

۲۔ ہم اس حالت میں لوٹے کہ (ہماری) بہت سی عورتیں بیوہ ہوگئیں اور حضرت سعدؓ کی عورتوں میں سے ایک بھی بیوہ نہیں ہوئی "

حضرت سعدؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا اے میرے اللہ! اس کی زبان اور اس کے ہاتھ کو مجھ سے جس چیز کے ساتھ تو چاہے روک لے۔ یوم قادسیہ میں اس کے ایک تیر لگا، جس سے اس کی زبان کٹ گئی اور اس کا ہاتھ کٹ گیا اور وہ مارا گیا۔ (ایضاً)

(۱۵) شیخ عباس قمی شیعی (د ۱۳۵۹ھ) نے اپنی کتاب تتمہ المنتہی میں ۲۹ھ کے تحت یہ عبرت ناک واقعہ لکھا ہے کہ: مقلد بن مسیب شیعی نے ایک حج پر جانے والے شخص سے کہا کہ جب تو مدینہ منورہ جائے تو روضۂ اطہر پر سلام کرنا اور کہنا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ آپ کے پاس نہ ہوتے تو میں ضرور آتا۔ اور آپ کی زیارت کرتا۔ (شیخ عباس قمی کہتے ہیں کہ) جناب حلی نے کہا ہے کہ مقلد بن مسیب (نے صرف مذکورہ بات نہیں کی بلکہ) گستاخانہ کلام اور کفریہ کلمات بھی کہے تھے، اس شخص نے جا کر یہ باتیں وہاں کہہ دیں۔ رات کو خواب میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت نے اس بدبخت (مقلد بن مسیب) کو قتل کر دیا۔ (اس کی آنکھ کھل گئی، اس نے) خواب کی تاریخ یاد کر لی۔ جب وہ حجاز سے واپس ہوا تو اُسے معلوم ہوا کہ جس رات اس نے مدینہ میں خواب دیکھا تھا کہ حضرت علیؓ نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ اسی تاریخ کو مقلد بن مسیب قتل کر دیا گیا۔ (ص ۲۲۵ مطبوعہ تہران)

یہ ہے انجام تنقیص و گستاخیٔ شیخین کا۔ اللہ تعالیٰ سب کو بچائے۔ آمین!

خلاصۂ کلام یہ کہ صحابہ کرام کے بغض و عناد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے محروم ہو جاتا ہے اور دنیا و آخرت میں لعنت اور عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ